اپنے طرز کی پہلی اور البیلی کتاب

ساعتے با اولیاءؒ

مولانا عبد القیوم حقانی

2007

خواجہ قطب الدین بختیار کا کیؒ
علامہ عبد الرحمٰن بن الجوزیؒ
حضرت خواجہ معین الدین سجزیؒ
المجاہد الکبیر امام ابن تیمیہؒ
حجۃ الاسلام امام غزالیؒ
حضرت شیخ عبد الرحمٰن جامیؒ
حضرت مجدد الف ثانیؒ
شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ
شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ
شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ
المجاہد الکبیر سید احمد شہیدؒ
حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانویؒ
مولانا محمد الیاسؒ بانی تبلیغی جماعت
امامِ انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ
محدث کبیر علامہ انور شاہ کشمیریؒ
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ
شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ
محدث العصر سید محمد یوسف بنوریؒ
قائدِ ملت مولانا مفتی محمودؒ
محدث کبیر شیخ الحدیث مولانا عبد الحقؒ

القاسم اکیڈمی • جامعہ ابوہریرہ
برانچ پوسٹ آفس خالق آباد ضلع نوشہرہ

اپنے طرز کی پہلی اور البیلی کتاب

ساعتے با اولیاءؒ

○

مولانا عبدالقیوم حقانی

○

القاسم اکیڈمی جامعہ ابی ہریرہ
خالق آباد ○ نوشہرہ ○ سرحد ○ پاکستان
فون 630611 فیکس 0923-630237

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ
علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزیؒ
حضرت خواجہ معین الدین سجزیؒ
المجاہد الکبیر امام ابن تیمیہؒ
حجۃ الاسلام امام غزالیؒ
حضرت شیخ عبدالرحمٰن جامیؒ
حضرت مجدد الف ثانیؒ
شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ
شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ
شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ
المجاہد الکبیر سید احمد شہیدؒ
حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ
مولانا محمد الیاسؒ بانی تبلیغی جماعت
امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ
محدث کبیر علامہ انور شاہ کشمیریؒ
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ
شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ
محدث العصر سید محمد یوسف بنوریؒ
قائد ملت مولانا مفتی محمودؒ
محدث کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ

Marfat.com

جملہ حقوق بحق القاسم اکیڈمی محفوظ ہیں

نام کتاب -------- ساعتے با اولیاء

83956

تصنیف -------- مولانا عبدالقیوم حقانی

پروف ریڈنگ -------- قاری احسان الحق، احتشام الحق، عتیق الرحمن
محمد مشتاق، حافظ صفی اللہ معاویہ محمد ہارون

کتابت -------- ابو عثمان محمد لطیف کیلانی، حضرت کیلیانوالہ گوجرانوالہ

ضخامت -------- 270 صفحات

تعداد -------- 1100

تاریخ طباعت بار چہارم -------- جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ/مئی 2007ء

ناشر -------- القاسم اکیڈمی، جامعہ ابو ہریرہ خالق آباد نوشہرہ

☆ ☆ ☆

ملنے کے پتے

☆ صدیقی ٹرسٹ، صدیقی ہاؤس المنظر اپارٹمنٹس 458 گارڈن ایسٹ، نزد لسبیلہ چوک کراچی

☆ مولانا سید محمد حقانی، مدرس جامعہ ابو ہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ

☆ مکتبہ رشیدیہ، بیسمنٹ سردار پلازہ، جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

☆ کتب خانہ رشیدیہ، مدینہ کلاتھ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی

☆ مکتبہ سید احمد شہید، ۱۰ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

☆ مولانا خلیل الرحمن راشدی صاحب، جامعہ ابو ہریرہ، چنوں موم ضلع سیالکوٹ

اس کے علاوہ پشاور کے ہر کتب خانہ میں یہ کتاب دستیاب ہے

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

(تفصیلی فہرست کتاب کے آخر میں ملاحظہ ہو)

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
حرفِ آغاز	۵	حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ	۱۲۸
مقدمہ	۷	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ	۱۳۹
خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ	۱۵	مولانا محمد الیاسؒ بانی تبلیغی جماعت	۱۵۷
علامہ عبد الرحمٰن ابن الجوزیؒ	۲۰	امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ	۱۶۴
حضرت خواجہ معین الدین سجزیؒ	۳۰	محدث کبیر علامہ انور شاہ کشمیریؒ	۱۷۲
المجاہد الکبیر امام ابن تیمیہؒ	۳۳	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ	۱۸۳
حجۃ الاسلام امام غزالیؒ	۵۵	شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ	۱۹۵
حضرت شیخ عبد الرحمٰن جامیؒ	۶۲	امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ	۲۰۷
حضرت مجدد الف ثانیؒ	۶۷	شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ	۲۱۴
شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ	۸۳	محدث العصر سید محمد یوسف بنوریؒ	۲۲۱
شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	۹۵	قائد ملت مولانا مفتی محمودؒ	۲۲۹
شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ	۱۰۸	محدث کبیر شیخ الحدیث مولانا عبد الحقؒ	۲۳۶
المجاہد الکبیر سید احمد شہیدؒ	۱۱۵	تفصیلی فہرست	۲۶۰

Marfat.com

انبیاء کرام کی دعوت کے تین بنیادی مقاصد

از حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

انبیاء علیہم السلام جن چیزوں کی اہمیت اور خصوصیت سے دعوت دیتے ہیں وہ بنیادی طور پر تین ہی چیزیں ہیں۔

ایک مبدا و معاد وغیرہ سے متعلق عقائد کی تصحیح ـــ اس شعبہ کو علماء عقائد و اصول نے سنبھال لیا ہے اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو مشکور فرمائے اور جزائے خیر دے۔

دوسرے عبادات و معاملات اور معاشرت وغیرہ انسانی اعمال کی صحیح صورتوں کی تعلیم اور حلال وحرام کا بیان ـــ اس شعبہ کی کفالت فقہائے امت نے اپنے ذمہ لی ہے اور اس میں انھوں نے امت کی پوری رہنمائی اور رہبری کی ہے۔

تیسرے اخلاص و احسان (یعنی ہر عمل خالص لوجہ اللہ اور اس دھیان کے ساتھ کرنا کہ میرا مالک مجھے اور میرے عمل کو دیکھ رہا ہے ـــ اور یہ تیسری چیز دین و شریعت کے مقاصد میں سب سے زیادہ دقیق اور عمیق ہے اور پورے نظام دینی میں اس کی حیثیت وہ ہے جو جسم میں روح کی، اور الفاظ کے مقابلہ میں معنی کی ـــ اور اس شعبہ کی ذمہ داری صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم نے لے لی ہے، وہ خود راہ یاب ہیں اور دوسروں کی راہنمائی کرتے ہیں خود سیراب ہیں اور دوسروں کو سیراب کرتے ہیں، وہ بڑے بانصیب اور انتہائی سعادت مند ہیں۔ (تفہیمات الٰہیہ ص ۱۲-۱۳ ملخصاً)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

الحمد لحضرۃ الجلالہ والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الرسالہ

"ساعتے با اولیاء" شخصیتوں کی سوانح حیات یا اُن کے مکمل تذکرہ و تاریخ پر مشتمل کتاب نہیں نہ یہ اُن کے حالات و کمالات اور افادات کا جامع اور کامل مرقع ہے یہ درحقیقت ان نقوش و تاثرات کا مجموعہ ہے جو اپنے مطالعاتی یادداشتوں، اخذ و مطالعہ سے مرتب ہونے والے کیفیات دل کو بھانے والے واقعات اور مصنف کے تاثرات سے تیار کیا گیا ہے۔ دورانِ تحریر، زندگی کے تجربات و واقعات اور قلبی احساسات و تاثرات اور خود اُن اولیاء کی زندگی کے واقعات اور اُن کے دلوں کے تاثرات و احساسات ایسے گھل مل گئے ہیں کہ ایک کو دوسرے سے جدا کرنا مشکل ہو گیا ہے۔

ہٰذا قارئین کو مجموعی طور پر اس کتاب میں زندگی کی مقصدیت، نشیب و فراز میں دینی لائحہ عمل، اخلاص و تقویٰ، بندگی و عبدیت، تعمیرِ انسانیت، آدم گری و آدم سازی، تعلیم و تربیت، عدل و انصاف، جہاد و انقلاب دل کی دھڑکین اور اقبال مرحوم کے الفاظ میں، "دنوں کی تپش اور راتوں کا گداز" ملے گا۔ جو بڑے ضخیم تذکروں اور پُر جلال تاریخوں میں نہیں ملتا اور یہی "ساعتے با اولیاء" کے سلسلۂ مضامین کی اصل قدر و قیمت ہے۔ اس کتاب میں تمام متعارف اولیاء کرام یا محبوب اور محترم شخصیتوں کا احاطہ نہیں کیا گیا کہ اس کے لئے تو دفتر بے پایاں چاہیئے اور نہ مصنف کا دائرہ محبت و عقیدت یا حلقہ اخذ و استفادہ صرف ان حضرات تک محدود ہے جن کے متعلق اس کتاب میں مضامین ہیں کتاب کے مطالعہ سے قارئین خود یہ اندازہ لگا سکیں گے کہ احقر کا یہ سلسلۂ تحریر بغیر کسی مربوط اور منظم طریقۂ کار کے

Marfat.com

اور بغیر کسی باضابطہ انتخاب کے محض حسنِ اتفاق اور وقتی کیفیت کے تحت وجود میں آتا رہا۔ بحر حال جو کچھ اب تک بن پڑا وہی نذر قارئین ہے۔

امت کے ناموروں اور ارباب فضل وکمال پر مستقل تصنیفات اور مضامین کی کوئی کمی نہیں، احقر انہیں شخصیتوں کے ذکر پر قانع ہے جن سے اسے بعض حالات اور وقتی کیفیات میں استفادہ کا موقع ملا اور پھر اسے محفوظ کیا جا سکا۔ ؎

هنيئًا لارباب الكمال كمالهم
وللعاشق المسكين مايتجرع

مضامین کی ترتیب اور شخصیتوں کی تقدیم وتاخیر میں ان کے زمانۂ وفات کا لحاظ رکھا گیا ہے تاکہ مضامین کی ترتیب تاریخی اور زمانی ہو۔ شخصیتوں کے علم وفضل اور ان کے مرتبہ اور مقام، درجات پر مبنی نہیں۔

پیش نظر کتاب کسی حیثیت سے بھی تذکرہ وسوانح کی مروجہ فہرست میں اضافہ کا دعویٰ نہیں کرتی۔ لیکن اس کے ذریعہ خالص انسانی زندگی، بشری فطرت کا رجحان، اسلامی سیرت و اخلاق اور ظاہری باطنی کمالات کے کچھ نمونے ضرور سامنے آجاتے ہیں، یقین ہے کہ اللہ پاک تو صاحبانِ تذکرہ وسوانح کی برکت سے اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرماویں گے۔ اللہ ہی کے فضل وکرم سے اس کتاب سے زبان وادب، مطالعہ زندگی، تذکرہ وافکار اور سیرت کی تشکیل میں بھرپور مدد ملے گی۔

عبدالقیوم حقانی
صدر ادارۃ العلم والتحقیق ورفیق مؤتمر المصنفین و
استاذ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک،
۲۹ محرم الحرام ۱۴۱۳ھ - ۳۱ جولائی ۱۹۹۲ء

Marfat.com

مقدّمہ

از

حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد حسینی مدظلہ خلیفہ مجاز شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رح

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هُوَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الَّذِیْ قَالَ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا وَرَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ مَعَهُ الَّذِیْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لِحَبِیْبِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَاحْشُرْنَا مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ. اٰمِیْن یَا اِلٰهَ الْعٰلَمِیْنَ اَمَّا بَعْدُ:-

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی سے پیدا فرمایا یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ تُرَابٍ (الحج ۵) جس کی تفسیر میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کُلُّکُمْ مِّنْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ

چونکہ مٹی کا تعلق کسی نہج پر بھی جس چیز کے ساتھ ہو گا اس کا اثر قبول کرے گی اس لیے کائنات کی اشرف المخلوقات (انسان) کی اصلاح اور فساد کا تعلق بھی ان خارجی اشیاء سے ہے جن کے ساتھ انسان کا تعلق کسی بھی نہج پر ہو گا۔

Marfat.com

...ہی حکمت ہے کہ :۔

"انسانیت کے سب سے بڑے خیر خواہ مصلح اعظم رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہر قسم کے تعلقات قائم کرنے سے پہلے اس امر کا ارشاد فرمایا ہے: المرء علی دین خلیلہ فلینظر من یخالل" (الحدیث)

اس تعلق کا دائرہ اگرچہ بڑا وسیع ہے، سالہا سال کے تعلقات سے لیکر ایک لمحہ کا تعلق بھی اسی زمرہ میں داخل ہے یعنی کبھی تو سالہا سال کے تعلقات اور بہت زیادہ قرب بھی کوئی علمی اور اخلاقی انقلاب نہیں لا سکتا اور کبھی کبھی ایک لمحہ کی دید و شنید سے علمی عملی اور اخلاقی انقلاب بپا ہو جاتا ہے۔ اسی فرق کو بعض عرفاء نے یوں فرمایا ہے سے

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

چونکہ جو طاعت صرف ظاہری طور پر ہو اس کے جواز یا عدم جواز سے قطع نظر عابد کے اعمال، اخلاقی اور روحانی اقدار پر اثر انداز نہیں ہو سکتی، لیکن جو عبادت بدن سے آگے بڑھ کر روح اور قلب پر نظر انداز ہو وہ ایک لمحہ کی بھی اس ظاہری عبادت اور اطاعت صرف بہتر ہی نہیں بلکہ حقیقی عبادت بن جاتی ہے۔

قرآن عزیز میں ظاہری رکوع اور سجود کے ساتھ خشوع کا بھی ہونا فلاح اور نجات کے لیے ضروری قرار دیتے ہوئے فرمایا: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ٥ (المومنون ۱)

رکوع اور سجود کا تعلق بدن سے ہے مگر خشوع کا تعلق دل اور روح سے ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ ظاہری عبادات مقصود نہیں یا بے اثر ہیں بلکہ عرض کرنے

Marfat.com

کا مقصد یہ ہے کہ عبادات کے مؤثر ہونے کا جو معیار قرآن عزیز نے مقرر فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ بدن سے گذر کر قلب اور رُوح پر اثر انداز ہو جائے، جیسا کہ قرآن عزیز نے فرمایا۔

اللہ نزّل احسن الحدیث کِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَی اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝

(الزمر ۲۳)

اللہ تعالیٰ نے سب سے بہتر بات اُتاری وہ ایسی کتاب ہے جس کی آیات آپس میں ملتی جُلتی ہیں اور اسے بار بار پڑھا جاتا ہے جس سے اللہ تعالےٰ سے ڈرنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں پھر اُن کی کھالیں اور دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف جُھک جاتے ہیں یہ اللہ تعالےٰ کی ہدایت ہے دیتا ہے جسے وہ چاہتا ہے اور جسے اللہ گمراہ چھوڑ دے اُسے راستہ پر لانے والا کوئی نہیں۔

اور دل کی تبدیلی ہی سے اِصلاحِ انسانیت ہو سکتی ہے۔ سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان فی الجسد لمضغة اذا صلحت صلح الجسد کلہ و اذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب۔

(الحدیث)

اِنسان کے بدن میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب وہ درست ہو سارا بدن درست رہتا ہے اور اگر وہ ناکارہ ہو جائے تو سارا بدن ناکارہ ہو جاتا ہے یاد رہے وہ اِنسان کا دِل ہے۔

اصلاحِ قلب کے لیے کوئی ایسی تجویز مفید نہیں ہو سکتی جس کا تعلق صرف بدن

Marfat.com

اور اس جسدِ خاکی سے ہو، ایسی تجویز اور محنت سے اس پیکرِ خاکی کو آسائش اور آسائش تو میسر ہو سکتی ہے مگر وہ پیکرِ خاکی جس کا اوّلین مصداق عفت اور امن و عافیت کے لحاظ سے مسجودِ ملائکہ بنایا گیا تھا اس کی اصلاح ناممکن ہے جس کا مشاہدہ آج تک بدنی اور جسمانی ترقی یافتہ دور میں ہو رہا ہے اور اس کا اعتراف خود ان ایجادات پر فخر کرنے والوں کو بھی ہے، جیسا کہ :-

مشہور سائنسدان سر چارلس مارسٹن نے کہا ہے، ترقی کے معنیٰ اگر راحت، سکونِ قلب اور امن میں متوازن اضافے کے ہیں تو ہم نے اپنے ایجادوں کے ذریعے کھو یا زیادہ ہے پایا کم ہے۔ (صدق ۱۵ر جولائی ۱۹۴۹ء)

اس کی مزید وضاحت میں ریورنڈ برین گرین پادری نے ۱۹۴۸ء میں نیویارک میں تقریر کرتے ہوئے کہا :-

"ہمارے پاس سائنس کے ماہرین تو بے شمار ہیں مگر اللہ والوں کی سخت کمی ہے۔"

سلطان الاعضاء اور رئیس الجسد (قلب) کی اصلاح کے لیے اس ہی طبقہ سے تعلقات استوار کرنے ضروری ہیں جو گروہ اور طبقہ اس کی تربیت کرنے کا اہل ہو، اس طبقہ کو عرفِ عام میں اولیاء کہا جاتا ہے جس کا استنباط ارشادِ ربانی سے کیا گیا ہے، اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (یونس ۶۲، ۶۳)

اور اسی کے ساتھ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ کا ارشاد بھی فرما کر ولایت کے معیار کو بھی واضح فرما دیا ہے۔ یعنی ایمان ویقین کے ساتھ تقویٰ کے تمام مدارج طے کرنے والے ہوں جس کی تقسیم خود قرآن عزیز ہی میں زبان کا تقویٰ، اعمالِ بدنی کا تقویٰ اور دل کا تقویٰ واضح فرمایا ہے۔ ایمان ویقین کے ساتھ

Marfat.com

تقویٰ کی شرط ولایت کے لیے ضروری ہے، کیونکہ ایمان و یقین کا تعلق عقیدہ کے ساتھ ہے جو عام لوگوں کی نظروں سے مخفی ہے اس لیے اس عقیدہ کی پختگی اور رسوخ کی علامت اعمال ہیں۔ عقیدہ اور عمل کو ہم آہنگ کرنے کے لیے اس علم کی ضرورت ہے جس کا منبع انوارِ وحی ہو، کیونکہ بقول سعدی شیرازیؒ ع

بے علم نتواں خدا را بشناخت

آج سے تقریباً دو صدی پہلے علم اور ولایت کا چولی دامن کا ساتھ تھا مگر بعد میں شریعت، طریقت اور پھر حقیقت کے خوشنما عنوانات سے عبادات سے گریز کا راہ اختیار کیا گیا اور چند مخصوص علامات کو ولایت کے لیے نشان بنایا حالانکہ قرآنِ عزیز نے عبادت ہی کو مقبولیت دربارِ خداوندی کا قوی سبب قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے :-

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ؗ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ۔ (البقرہ ۱۳۸)	اللہ کا رنگ ڈھونڈو اور اللہ کے رنگ سے بہتر کسی کا رنگ نہیں اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔

اس لیے قلبی اصلاح جس سے اعمال اور اخلاق کی اسی نہج پر تربیت ہو جس سے انسان صحیح معنوں میں خلیفۃ اللہ کا مصداق قرار دیا جاسکے وہ ان ہی اولیاء اللہ کے ساتھ تعلق استوار کرنے سے ہوسکتی ہے جن کے قدم شریعتِ مطہرہ کے متعین کردہ راستہ پر پوری طرح ثابت ہوں، ان کے اعمال بلکہ ان کی صرف زیارت ہی سے وہ انقلاب آسکتا ہے جو برسوں کی فنی تعلیم اور وسیع مطالعہ سے نہیں آسکتا۔ مفتیٔ یہودِ مدینہ عبداللہ بن سلام نے حضور کے چہرۂ انور پر صرف ایک نظر اخلاص کے ساتھ ڈالی تو رضی اللہ عنہ کی سندِ اعلیٰ سے مشرف ہو گئے۔ اس لیے تزکیۂ باطن اور انجلاءِ روح کے لیے اہل اللہ سے تعلق ضروری ہے، یہ تعلق اگر بدنی طور سے

Marfat.com

میسر ہو تو زیادہ بہتر ہے کہ دید و شنید دونوں سے اکتساب فیض کیا جا سکتا ہے ۔ یہی اکتساب فیض صحابۂ کرامؓ کے لیے وہ وجۂ فضیلت ہے کہ ان کے مقام رفیع کو اُمت میں سے کوئی بعد میں آنے والا نہیں پہنچ سکتا۔ مگر اہل اللہ کے اقوال اور ان کے طرزِ حیات اور اعمالِ لیل و نہار کو اگر طلب صادق کے ساتھ پڑھا جائے تو یہ بھی کبھی اُس بدنی اتصال سے بھی زیادہ مؤثر ہو سکتا ہے، جس میں طلب صادق نہ ہو اِسی فرق کو بعض عرفاء نے اپنے ایک یمنی مسترشد کو سمجھاتے ہوئے فرمایا ؎

چُوں بامنی در یمنی نزد منی

چُوں بے منی نزد منی در یمنی

اِس لیے اولیاء کرام کی علمی مجالس میں حضوری سے بھی طالب صادق مُستفید اور مُستفیض ہو سکتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ فاضل نوجوان مولانا عبدالقیوم حقانی حنفی نے اس پاکیزہ اور دورِ حاضر کے لیے ضروری موضوع پر قلم اٹھاتے ہوئے ساعتے با اولیاء کتاب کی تالیف فرمائی ۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مطالعہ سے ہم جیسے تہی دامنوں کو اپنی رحمتِ کاملہ سے عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنے نیک بندوں کا ساتھ نصیب فرماتے ہوئے تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ کی دُعاء کو شرفِ قبولیت سے نوازیں ۔ آمین

احقر قاضی محمد زاہد الحسینی حنفی

حال ایبٹ آباد

۲۴ / صفر ۱۴۱۳ھ / ۲۴ / اگست ۱۹۹۲ء

Marfat.com

ڈاکٹر عبدالحی عارفی مرحوم

صہبائے شوق

کب تک آخر یورشِ افکار کی باتیں کریں
آؤ اب کچھ دیر بزمِ یار کی باتیں کریں!

اپنے دل کو اپنی خلوت کا بنا کر ہم نشیں
چپکے چپکے حسن و عشقِ یار کی باتیں کریں

عشق کی رنگیں فضاؤں کے ترانے چھیڑ دیں
حسن کے پُرکیف جلوہ زار کی باتیں کریں

پیچ و تابِ غم کو دل سے محو کر دیں سر بسر
ہو کے بے خود چشمِ مستِ یار کی باتیں کریں

پہلے جان و دل میں بھر لیں مستیٔ صہبائے شوق
پھر کسی کی لذتِ گفتار کی باتیں کریں

تلملا کر دل کی ہر خوابیدہ حسرت جاگ اُٹھے
یوں کسی کی شوخیٔ رفتار کی باتیں کریں

اضطرابِ شوق میں رنگِ جنوں آنے لگا
کس طرح اب حسنِ عشوہ کار کی باتیں کریں؟

عارفی سوار خستگیٔ دل ہی جو چاہے کرے
ورنہ ہم اور اپنی جانِ زار کی باتیں کریں

Marfat.com

ساعتے با اولیاء
اپنے انداز کی البیلی کتاب

مولانا محمد عبدالمعبود (مصنف "تاریخ مدینہ منورہ و مکہ معظمہ)

ساعتے با اولیاء میں مولانا عبدالقیوم حقانی نے عقائد واصول میں جمہور اہلسنت کے مسلک کی پابندی اور سلف صالحین کی آراء وتحقیقات کے دائرہ ہی میں محدود رہنے کو ضروری سمجھا۔ فروعی اور فقہی مسائل میں اُن کا مسلک واصول یہ رہا کہ حتی الامکان اختلافی مسائل چھیڑنے اور ہر ایسے طرزِ عمل سے احتراز کیا جائے جس سے باہمی منافرت بڑھے، اُمت کا شیرازہ منتشر ہو۔ انہوں نے سلف صالحین سے حسنِ ظن رکھا، ان کے لیے ہمیشہ عذر تلاش کیا اور اسلام کی مصلحتِ اجتماعی کو ہر مصلحت پر ترجیح دی۔ ان کی "ساعتے با اولیاء" اور دیگر تمام تصنیفات، مقالات اور سینکڑوں تحریریں حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) کے علمی وفکری اور کلامی وفقہی مدرسہ فکر سے زیادہ قریب اور ہم آہنگ ہیں۔ اس لحاظ سے مولانا حقانی صاحب کا سلسلہ تالیف و تصنیف اور ان کا قائم کردہ "ادارۃ العلم والتحقیق" ایک محدود تعلیمی و اشاعتی مرکز اور تحقیقی ادارے سے زیادہ ایک جامع اور کثیر المقاصد دبستانِ فکر اور مکتبِ خیال ہے۔

ساعتے با اولیاء اپنے انداز کی البیلی کتاب ہے جس میں اسلامی تہذیب وثقافت کا شکوہ بھی ہے اور تواضع بھی، تحریر میں حلاوت اور فکر میں مروت ہے، تعلیم میں گہرائی وگیرائی اور رقت و صلابت ہے۔ ان کی یہ کاوش رواداری و استقامت اور علومِ شریعت وحکمت کی جامع ہے۔ ادب وشاعری، فقر ودرویشی اور نفاست وذوقِ سلیقہ کا وافر سامان لیے ہوئے، دلچسپیوں کے میدانی قلعے، کتب خانے مدرسے اور خانقاہیں اس کے جلوے میں ہیں، تحقیق وتصنیف کے حلقے، ذکر وفکر کی مجلسیں، ثقاہت وظرافت اور سخت جانی وسبک روحی اس پر مستزاد...... الخ

Marfat.com

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ

۵۰۵ھ ———— ۶۳۳ھ

اللہ والوں کی باتیں بھی تو اللہ والی ہوتی ہیں، تاثیر و انقلاب میں از دل خیزد بر دل ریزد کا مصداق۔ حضرت خواجہ معین الدینؒ کے ذکرِ خیر سے مجھے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی محفلِ علم و عرفان کی حاضری اور استفادہ کا شوق پیدا ہوا کہ یہی راستہ محبوبِ حقیقی کے قرب و وصال اور عطا و نوال کا راستہ ہے ؎

عمر بھر ڈھونڈتے رہنا ہے ہمیں تو اس کو
اس کے ملنے کا نہ ہو کوئی بھی امکاں پھر بھی

اجمالی تعارف حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ بہت بڑے ولی، سالک، مجاہدہ و ریاضت میں ممتاز، خلوت و عزلت کو پسند کرنے والے، اپنے چلوں میں کم خواب، کم خور، کم گو، ہمیشہ یادِ الٰہی میں رہنے والے اور باطنی حالات و مکاشفات میں بڑے بلند پایہ تھے ؎

کتنے نغمے ہیں کہ پردوں میں چھپا رکھے ہیں
آپ چھیڑیں تو یہ سازِ دلِ ناساز کبھی

مجھے تجسس رہا کہ حضرت کاکیؒ کو یہ عظیم مرتبہ، یہ مقامِ ولایت، یہ علم و معرفت کی رفعت، یہ محبوبیت اور یہ منتہائے عزت کیسے حاصل ہوئی؟ ایک فقیر و درویش اور نادار کے لیے فتوحات کے دروازے کیسے کھلے؟ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ نے "اخبار الاخیار" کے حوالے سے میرا ہاتھ پکڑ کر حضرت بختیار کاکیؒ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ انکی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور اس کے ساتھ ساتھ مجھے میرے سوال کا جواب

Marfat.com

بھی مل گیا۔

تین رات سے وہ تحفہ ہمیں نہیں ملا

شیخ عبدالحق محدّث دہلوی ؒ نے سنایا کہ حضرت بختیار کاکیؒ کا ہر رات تین ہزار مرتبہ دُرود شریف پڑھنے کا معمول تھا، جب اپنا یہ معمول پورا کر لیتے تب سوتے ــــ انہی ایام میں آپ کا نکاح ہُوا اور تین روز تک تین ہزار بار درود شریف پڑھنے کے معمول کو نہ نبھا سکے۔

اِدھر قدرے اشتغال یا غفلت ہوئی مگر اُدھر سے نظرِ عنایت و شفقت بیتاب تھی، ایک شخص جو حضرت بختیار کاکیؒ کے متعلقین سے تھا جس کا نام رئیس تھا، کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رئیس صاحب کے واسطے سے حضرت بختیار کاکیؒ کو پیغام بھیجا اور رئیس سے فرمایا کہ:۔

"بختیار کاکیؒ کو ہمارے سلام کے بعد کہنا کہ تم ہر رات جو تحفہ ہمیں بھیجا کرتے تھے تین رات سے وہ ہمیں نہیں ملا۔"

واہ رے قسمت! اُدھر سے کتنی فیاضی ہے، کتنی توجہ ہے، کتنی انتظار ہے، کیسی عنایتیں ہیں اور کتنا پیار ہے؟ ــــ

دیدۂ بے خواب انجم، سینۂ صد چاکِ گل
عشق بھی ہے مبتلائے دردِ پنہاں دیکھئے

ہو نام محمدؐ لب کیفی پہ الٰہی

خواب میں حضورؐ کا پیغام کوئی خواب نہیں، حقیقت ہے، حضورؐ کا ارشاد ہے مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ حَقًّا فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ (ترجمہ) "جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے گویا فی الواقعہ حقیقت میں دیکھا اس لیے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔"

اس حدیث کے پیشِ نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھری شکایت کہ "تین رات سے وہ (تحفہ) ہمیں نہیں ملا" محض عقیدت نہیں بلکہ ایک حقیقتِ شریعت ہے جس کا انکار حقیقت کا انکار ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت کے ساتھ اس نظرِ عنایت پر مجھے کیفی مرحوم کی یاد آنے لگی، مرحوم نے کتنا پیارا نقشہ

Marfat.com

کھینچا ہے ؎

تم بحرِ کرم، ابرِ سخا، منبعِ احسان تم مظہرِ اوصافِ خدائے دو جہاں ہو
تم سارے زمانے کے لیے آیۂ رحمت تم درسِ اخوت ہو محبت کا بیاں ہو
تم خستہ دلوں کے لیے سرمایۂ تسکین تم مرہمِ زخمِ دلِ آشفتہ سراں ہو

ہو نامِ محمد لبِ کیفی یہ الٰہی
جب طائرِ جاں گلشنِ ہستی سے رواں ہو

یہ تو ارماں، دلِ حزیں نکلا

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے میں نے عرض کیا حضرت! اتنی عظیم شخصیت اور اللہ کے ولی سے ملاقات کرادی، دل کی کیفیت بدلنے لگی اور باطنی کیفیات میں نیا رنگ جمنے لگا، فرمانے لگے، موصوف بڑے اللہ والے تھے، انہیں ہمہ دم خدا اور رسولؐ سے قلبی کیفیات اور رابطۂ دل کا رشتہ تھا۔ ایک مرتبہ شیخ علی سکریؒ کے مکان پر صحبتِ احباب گرم تھی حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ بھی وہاں موجود تھے۔ اسی محفل میں ایک صاحب نے حضرت شیخ احمد جامؒ کا یہ شعر پڑھا ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

(تسلیم و رضا کے خنجر کے شہیدوں کو ہر گھڑی غیب سے ایک نئی زندگی عطا ہوتی ہے)

حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ نے سُنا تو اُن پر ایک حال، ایک کیف، ایک شورش اور وجد و جذب طاری ہوا اور چار شبانہ روز اسی ایک شعر، اس کے معنیٰ، مصداق، مراد اور اس کے بھرپور معنوی ربط سے عالمِ تحیر میں مبتلا رہے اور پھر اسی تحیر و تجسس اور اسی بے چینی و اضطراب میں اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی ؎

بارِ ہوش و خرد اُٹھا نہ سکا عشق کس درجہ نازنین نکلا
موت آ ہی گئی زہے قسمت یہ تو ارماں، دلِ حزیں نکلا

Marfat.com

میر حسن دہلوی نے اسی فارسی کے مندرجہ بالا شعری زمین کی غزل میں اس قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے سے

جان بریں یک بیت دادہ است آں بزرگ
آرے ایں گوہر زکانے دیگر است

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

اسی ایک شعر پر اس بزرگ نے جان دے دی یقیناً یہ موتی کسی دوسری کان کا ہے۔

دنیا، موت کے بغیر

حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ سے متعلق جوں جوں معرفت اور معلومات میں اضافہ ہُوا تو ان سے راہ و رسم بڑھانے کا جذبہ اور بڑھتا گیا، حضرت قطب الدینؒ کی کتاب "دلیل العارفین" تک بھی رسائی حاصل کر لی، حضرت خواجہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ :۔

"جمعرات کے روز اجمیر کی جامع مسجد میں مجھے اپنے شیخ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہُوا، مجلس میں درویش، طالبانِ طریقت، سالکینِ معرفت اور عزیزانِ اہلِ صُفّہ حاضر تھے، ملک الموت کے بارے میں بات چیت ہوئی تو حضرتِ شیخؒ نے فرمایا :موت کے بغیر دُنیا کی ذرہ برابر قیمت نہیں، لوگوں نے دریافت کیا حضرت یہ کیسے ؟ ارشاد فرمایا، اس لیے کہ موت ایک پُل ہے جسے عبور کر کے حبیب، حبیب سے ملتا ہے۔"

اللہ والے اس راہ پر چلنے کو معرفت کا عروج اور عشق کا منتہا سمجھتے ہیں کہ اسی راستے سے محبوب کے دامنِ عشق و محبت میں پناہ ملتی ہے اور قرب و وصال کی ہوائیں چلتی ہیں سے

چھوڑ دو کارِ محبت کے دریچے سارے
میرے محبوب کے دامن کی ہوا آتی ہے

چار چیزیں، نفس کا جوہر

حضرت بختیار کاکیؒ اپنے شیخ کی بارگاہ میں حاضری کی روئیداد سنا رہے تھے، میرے دل میں داعیہ پیدا ہُوا کہ

Marfat.com

جو کچھ انہوں نے اپنے شیخ سے حاصل کیا اور اب عملی زندگی میں جس راہ پر ان کو ڈھالا گیا ہے اس کا خلاصہ سُنا دیا جائے تو کیا ہی بہتر ہو! چنانچہ ارشاد فرمایا :-

"شیخ نے مجھے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا چار چیزیں نفس کا جوہر ہیں۔
اوّل درویشی میں تونگری کرنا، دوم بھوک میں سیر نظر آنا، سوم غم میں مسرور معلوم ہونا، چہارم دشمن سے بھی دوستی کا معاملہ کرنا"

آخر پر ایک اہم وصیت فرمائی کہ :-

"جہاں بھی جانا کسی کا دل نہ دکھانا اور جہاں بھی جانا مردوں کی طرح رہنا"

Marfat.com

علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزیؒ

(۵۰۸ھ ——— ۵۹۷ھ)

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزیؒ اپنے وقت کے امام، عظیم مصنف، صاحبِ دل بزرگ اور وحدت و اصلاحِ انقلابِ اُمت کے عظیم داعی تھے۔ اپنے اکابر اساتذہ کی تعلیم و تربیت اور ترغیب سے بارہا امام ابن الجوزیؒ سے کتابی ملاقاتیں ہوتی رہیں، استفادہ کا شرف اور ان سے مطالعاتی تلمذ کی سعادت بھی حاصل ہوتی رہی، اور اب کی بار جو حاضری ہوئی اور کتابی ملاقات و استفادہ کا موقع ملا تو دل میں یہ داعیہ رہا کہ موصوف کے افادات علمی اور عارفانہ ارشادات اور ہدایات کو ضبط کیا جاتا رہے تو سُستی اور کاہلی کے بعض حالات یا قبض و تکاسل کی کیفیات میں مطالعہ و استفادہ، انبساط و انشراح کا ذریعہ بنے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اِن افادات سے اپنے احباب و مخلصین اور عامۃ المسلمین کو بھی نفع پہنچایا جا سکے، کہ خود موصوف نے امام احمد بن حنبلؒ کا یہ ارشاد نقل فرمایا :-

"امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو سچے قصے بیان کرنے کی ضرورت ہے"۔

موصوف کی مشہور عربی تصنیف "کتاب القصاص والمذکرین" فیاضِ ازل نے بہم پہنچا دی اور اس قطعی اور یقینی واسطہ سے ہمیں موصوف کے علوم و معارف اور فیوضات سے بہرہ مند ہونے کا موقع مل گیا۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے

گفتگو کا موضوع قصاص اور واعظین تھے، راہنمایانِ قوم، پھر موجودہ دور میں تو خطابت عروج پر ہے راگ و ترنم، ادب و سلاست، اشعار، جوش و جذبہ اور خطیبوں کی حرکات و سکنات، تو بہ معاذ اللہ خطابت کے سحر سے لوگ راتیں جاگتے ہیں اور نقد ثمرہ یا عمل کی انگیخت یہاں تک حاصل ہوتی ہے کہ صبح کی نماز میں نہ تو خطیب صاحب نظر آتے ہیں اور نہ سامعین کو اس کا

Marfat.com

احساس باقی رہتا ہے۔ لاہوری قلندر نے ایسے حالات میں بڑا مفید تجزیہ کیا تھا ہے

لُبھاتا ہے دل کو کلامِ خطیب — مگر لذتِ شوق سے بے نصیب
کلام اس کا منطق سے سُلجھا ہُوا — لُغت کے بکھیڑوں میں اُلجھا ہُوا
وہ صوفی کہ تھا خدمتِ حق میں مرد — محبت میں یکتا حمیت میں مرد
عجم کے خیالات میں کھو گیا — یہ سالک مقامات میں کھو گیا

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
محبت نہیں خاک کا ڈھیر ہے

جب وعظ و نصیحت میں اُجرت پر نظر ہو

امام ابن الجوزیؒ کی روح بھڑک اٹھی، بیقرار ہو کر احقاقِ حق کر دیا ارشاد فرمایا، جناب! کیوں ورطۂ حیرت میں پڑتے ہو حضرت ابو سلیمان الدارمیؒ فرمایا کرتے تھے: "وہ شخص کیسے لذاتِ دنیا ترک کرے گا جس کو ایک طرف تم خطباء اور واعظینِ قوم، درہم اور دینار کے چھوڑنے کی نصیحت کرتے ہو اور جب وہی شخص تمہیں درہم اور دینار پیش کرتا ہے تو تم جھٹ اس سے لے لیتے ہو۔"

عمر بن ذر سے ان کے بیٹے نے کہا یہ کیا بات ہے کہ دیگر مقررین اور واعظین جب تقریر کرتے ہیں تو کوئی بھی نہیں روتا اور جب آپ خطاب فرماتے ہیں تو ہر طرف سے گریہ و بکا سُنا جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا "میرے بیٹے! اجرت لیکر نوحہ کرنیوالی عورت اس دُکھی ماں کی طرح تو نوحہ نہیں کر سکتی جو خود اپنے مرے ہوئے بچے پر نوحہ کناں ہو۔"

حضرت عمر فاروقؓ کی درخواست پر حضرت کعبؓ کا وعظ

وعظ کہنا اور کہلانا نہ تو جرم ہے اور نہ مذموم فعل، حضرات صحابۂ کرامؓ وعظ کہا بھی کرتے تھے اور سُنا بھی کرتے تھے خلافتِ راشدہ کے نقشِ ثانی امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ بھی اپنے لیے وعظ سننے کا اہتمام کیا کرتے تھے اور ناصحین کے سامنے احتیاجِ وعظ کا اظہار کیا کرتے تھے۔

امام ابن الجوزیؒ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عمر فاروقؓ حضرت کعبؓ سے وعظ کہنے

Marfat.com

کی استدعا کیا کرتے تھے، خود حضرت کعبؓ کی روایت ہے کہ میں ایک بار امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ آپ نے مجھ سے فرمایا اے کعبؓ! ہمیں اللہ تعالٰے کا خوف دلائیے۔ میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! کیا آپ کے پاس کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے؟ فرمایا بالکل ہے، لیکن آپ ہمیں ضرور ڈرائیے میں نے عرض کیا یا امیر المومنین! ایک آدمی کے بس میں جتنا ہو سکے اتنا نیک عمل کرے۔ (رہا قیامت کا دن تو وہ سخت دن ہوگا) اگر آپ کے پاس قیامت کے روز ستّر انبیاء کرام کے برابر بھی عمل ہوں تو وہ بھی کم پڑ جائیں گے، حضرت عمرؓ نے تھوڑی دیر سر جھکا یا۔ پھر فرمایا اے کعبؓ! مزید کچھ ارشاد فرمائیے، میں نے عرض کیا یا امیر المومنین! اگر جہنم میں سے ایک سوراخ بیل کے نتھنے کے برابر بھی (دنیا کے) مشرق میں کھول دیا جائے اور ایک شخص (دنیا کے) مغرب میں ہو تو اس کا دماغ (جہنم کی گرمی سے) کھولنے لگے اور اس کی حرارت سے بہہ پڑے۔ حضرت عمرؓ نے کچھ دیر کے لیے سر جھکا لیا، پھر سر اٹھا کر فرمایا اے کعبؓ! کچھ اور بیان فرمائیے! میں نے عرض کیا قیامت کے روز جہنم سے ایک ایسی آواز آئے گی کہ ہر مقرب فرشتہ اور برگزیدہ پیغمبر گھٹنوں کے بل گر جائے گا اور کہے گا رَبِّ نَفْسِیْ رَبِّ نَفْسِیْ لَا اَسْئَلُكَ الْیَوْمَ اِلَّا نَفْسِیْ (اے رب میری جان بچا، اے رب میری جان بچا! میں آج تجھ سے سوائے اپنی جان کے بچاؤ کے کچھ نہیں مانگتا) — حضرت عمرؓ نے تھوڑی دیر کے لیے اپنا سر جھکا لیا، میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! کیا آپ کتاب اللہ میں یہ نہیں پاتے؟

یَوْمَ تَاْتِیْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۝ (النحل ۱۱۱)	جس روز ہر شخص اپنی طرف سے معذرت میں جھگڑنے آئے گا اور ہر متنفس کو (اس کے عمل کا صلہ) پورا دیا جائے گا جو اس نے کیا تھا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے

(وعظ کہنے والے حضرت کعبؓ اور سننے اور سنانے

83956

Marfat.com

کا مطالبہ کرنے والے امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ! پھر جو کچھ کہا جارہا تھا یا کہنے اور سننے کا مطالبہ کیا جارہا تھا اور جو کچھ سنا جارہا تھا، یہی اُن کا قال بھی تھا اور یہی ان کا حال بھی تھا۔ مَیں کچھ ایسے ہی تصورات میں ڈوب گیا اور پھر اپنے حال کا موازنہ کرنے لگا، آج جو ہمارا حال ہے اس کی تو کوئی مثال ہی نہیں، جماعتوں کی بہتات ہے، تنظیموں کی کثرت ہے، گفتار کے سب غازی ہیں، لٹریچر کی فراوانی ہے۔ طباعت کے نئے نئے طریقے اور تیز تر مشینیں آگئی ہیں، ہر طرف وعظ و نصیحت کا شور ہے، سامعین کی بھی کوئی کمی نہیں مگر نتیجہ بہتر ہونے کے بجائے بدتر ہوتا چلا جارہا ہے کہ ع

واعظِ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی

جو کچھ کہا جارہا ہے صرف کہنے ہی کے لیے کہا جارہا ہے، اصلاحِ باطن عمل اور انقلاب محض تک بندی کی کڑیاں ہیں، ان کی حقیقت کے لیے تو جذبِ اندروں چاہیے اور وہ عنقا ہے

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے ۔۔۔ مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے
صفیں کج، دل پریشاں، سجدے بے ذوق ۔۔۔ کہ جذبِ اندروں باقی نہیں ہے

واعظِ بے عمل

مَیں اپنی کیفیت اور قلبِ حزیں کا یہی سوزِ دروں حضرت ابن الجوزیؒ کی خدمت میں عرض کرنے والا ہی تھا کہ انہوں نے زخم پر مرہم کا پہلے سے اہتمام کر رکھا تھا۔ بخاری اور مسلم کے حوالے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی بیان فرمایا کہ :۔

حضرت اُسامہؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا آپؐ نے فرمایا کہ ایک شخص قیامت کے روز لایا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور آگ میں جاتے ہی اس کی آنتیں باہر نکل پڑیں گی، وہ ایسے گھومے گا جیسے گدھا اپنی چکی کے گرد گھومتا ہے، اہلِ دوزخ اس کے پاس اکٹھے ہو کر اسے کہیں گے اے فلاں! تمہارا کیا معاملہ ہے؟ کیا تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کیا کرتا تھا، نیکی کا حکم دیتا تھا اور برائی سے روکتا تھا؟ وہ جواب دے گا، میں تمہیں تو نیکی کا حکم دیتا تھا مگر خود نیکی نہیں

Marfat.com

تا تھا اور نہیں تو برائی سے روکتا تھا مگر خود اس کا مرتکب ہُوا کرتا تھا۔

پھر امام ابن الجوزیؒ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حضرت حسن بصریؒ کو ایک کتاب سے پڑھتے ہوئے سنا کہ "اے فرزندِ آدم! تُو لوگوں کو میری طرف دعوت دیتا ہے مگر خود مجھ سے بھاگتا ہے۔ لوگوں کو میری یاد دلاتا ہے مگر خود مجھے بھلاتا ہے، روزی تجھے میں دیتا ہوں اور تُو میرے سوا دوسرے کی بندگی کرتا ہے۔"

میں تجھ سے ہوں یارب طلب گار تیرا

یا بار الٰہ! تو ہی ستر پوشی فرما، ہم کیسے کیسے خواہشات اور لمبی امیدوں کے گڑھوں میں مارے مارے پھر رہے ہیں، اے ستّار و رحیم! تیرے کرم اور عنایت کے بغیر ہمارا چارہ ہی نہیں، الٰہی! آخرت کی ہولناکیوں سے بچا، اپنی معیّت عطا فرما، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ دعا میں عرض کیا کرتے تھے ؎

کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ چاہتا ہے
میں تجھ سے ہوں یارب طلب گار تیرا

امام ابن الجوزیؒ نے اس موقع پر حضرت ابوموسیٰؓ کا یہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ لوگو! روؤ! خوب روؤ! اگر تم نہ روؤ تو باہم ایک دوسرے کو رلاؤ، اہلِ دوزخ آنسو بہائیں گے حتیٰ کہ جب آنسو ختم ہو جائیں گے تو پھر اس قدر خون روئیں گے کہ اگر تم اس میں کشتیاں چھوڑ دو تو چل پڑیں۔

پختہ عمارتیں، لمبی آرزوئیں مگر موت قریب تر

ریڈیو، ٹیلیویژن، سینما گھروں، اخبارات و نشریات کے فحش پروگرام، دولت کی کثرت، عام لوگوں کی عیش و عشرت کسی کو آخرت کی سوچنے کا کب موقع دیتے ہیں حالانکہ حشر سب کے سامنے ہیں۔ جن لوگوں نے مضبوط اور بلند و بالا عمارتیں تعمیر کیں اُن کی عمارتیں قبریں بن گئیں آرزوئیں دھوکہ ثابت ہوئیں اور ان کا جمع کردہ مال تباہی سے دوچار ہُوا۔ کچھ اس قسم کے خیالات تھے، امام ابن الجوزیؒ کی رُوح پرفتوح متوجہ ہوئی اور حضرت ابوالدرداءؓ کا یہ ارشاد نقل فرمایا کہ:۔

Marfat.com

تَبْنُوْنَ شَدِيْدًا وَتَأْمَلُوْنَ بَعِيْدًا وَتَمُوْتُوْنَ قَرِيْبًا۔

تم لوگ عمارتیں بڑی پختہ بناتے ہو، آرزو میں بڑی لمبی کرتے ہو اور مر بہت جلدی جاتے ہو۔

دورانِ وعظ حضرت ابوہریرہؓ کے پسندیدہ اشعار

حضرات صحابۂ کرامؓ کے مواعظ حسنہ کا تذکرہ چل پڑا تو امام ابن الجوزیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کے وعظ کے وہ اشعار سنا دیئے جو ہمیشہ ان کا معمول تھا اور تقریباً ہر وعظ میں کھڑے ہو کر وہ پڑھا کرتے تھے کہ لوگو! تمہارے بھائی ابن رواحہؓ نے کوئی غلط نہیں کہا تھا ۔

وَفِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ يَتْلُوْا كِتَابَهُ ۔۔۔ إِذَا انْشَقَّ مَعْرُوْفٌ مِّنَ اللَّيْلِ سَاطِعٌ
يَبِيْتُ يُجَافِيْ جَنْبَهُ عَنْ فِرَاشِهِ ۔۔۔ إِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْكَافِرِيْنَ الْمَضَاجِعُ
أَرَانَا الْهُدٰى بَعْدَ الْعَمٰى فَقُلُوْبُنَا ۔۔۔ بِهِ مُوْقِنَاتٌ أَنَّ مَا قَالَ وَاقِعٌ

(ترجمہ) ”ہم میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں جو اللہ کی کتاب کی تلاوت فرماتے ہیں جن کی نیکی رات (کی تاریکی) سے نکل کر صاف چمک رہی ہے وہ اس حال میں رات گذارتے ہیں کہ ان کا پہلو بستر سے جدا رہتا ہے جبکہ کافروں کے بچھوتے (ان کے دیر تک سونے کی وجہ سے) کافروں کو بوجھ سمجھنے لگتے ہیں۔ ہم نے گمراہی کے بعد ہدایت پائی ہمارے دل قوی یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ آپؐ نے فرمایا حق ہے“۔

گناہ سے بھی بڑھ کر گناہ

امام ابن الجوزیؒ نے اپنی اس کتاب کے نویں باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں چند معروف و ممتاز حضرات کے تذکرہ اور انکے مواعظ کے اختتام پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا تذکرہ فرمایا اور ان کی تقاریر اور مواعظ، ایک اقتباس پڑھ کر سنایا میرے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے، قارئین بھی ضرور محظوظ ہوں گے۔ یعنی عمل کے ارادہ سے ہم سب اسے دل کے کانوں سے سن لیں تو انشاء اللہ آخرت سنور جائے گی۔

فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ اے گنہگار و خطاکار انسان!

Marfat.com

اپنے انجام بد سے بے فکر و مطمئن نہ ہو، گناہ کے ارتکاب کے بعد تمہارا گناہ کے متعلق رویہّ بڑی اہمیّت کا حامل ہوتا ہے۔ دراصل گناہ کرتے وقت اردگرد کے لوگوں سے تمہاری شرم و حیا میں کمی گناہ سے بھی بڑھ کر معصیت ہے۔ تمہارا ہنسنا جبکہ تم اس حقیقت سے بے خبر ہو کہ تمہارا ربّ تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہے گناہ سے بھی بڑھ کر گناہ ہے، اور جب تم گناہ کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو اس پر تمہاری مسرت و شادمانی گناہ سے بھی بڑھ کر گناہ ہے، گناہ نہ کر سکنے پر تمہارا کبیدہ خاطر ہونا یہ بھی گناہ کرنے سے بڑا گناہ ہے، اگر تم مصروفِ گناہ ہو اور دروازے کا پردہ ہوا سے ہلنے لگے، اس وقت تمہارا اللہ تعالےٰ کے دیکھ لینے سے زیادہ اس پردہ کی حرکت سے ڈرنا اور دل پر گھبراہٹ کا طاری ہونا تمہارے ارتکابِ جُرم سے بھی بڑا جرم ہے۔

خلق میں عزّت اور محبّت خالق سے تعلق پر موقوف ہے

مَیں نے عرض کرنا چاہا کہ آج محبّتیں نہیں رہیں، بڑوں کی شفقتیں اور چھوٹوں کی اطاعتیں قصّہ پارینہ بن گئی ہیں۔ کچھ لوگ تو اس جنون میں رہتے ہیں کہ ہماری مانی جائے، لوگ ہم سے محبّت کریں، امام ابن الجوزیؒ نے ارشاد فرمایا کہ یوسف بن الحسین نے بہت بجا فرمایا تھا کہ:۔

"جتنا تم اللہ سے ڈرو گے اتنا ہی لوگ تم سے ڈریں گے اور جتنا تم اللہ سے محبّت کرو گے اتنا ہی مخلوق تم سے محبت کرے گی جب تم امرِ الٰہی کے بجا لانے میں مشغول رہو گے تو لوگ تمہارے کام میں مصروف ہو جائیں گے۔"

خدا کرے کہ ملے شیخ کو بھی یہ توفیق

مجھے پھر سابقہ مضمون کا تصوّر لے ڈوبا، اپنی بدحالی پر رونا آیا، خدا اخلاص نصیب کرے اور پردے رکھے تو اور بات ہے ورنہ دامن میں معصیت اور غفلت کے سوا دھرا کیا ہے۔ امام ابن الجوزیؒ کی کتاب "القصاص والمذکرینؒ" نے تو ہلا کے رکھ دیا ہے۔ صالحین کے تو قلوب نورِ ایمان سے معمور ہوتے ہیں۔ ہمیں علم سے نسبت یا دارالعلوم سے تعلق خدمت کے اعتبار سے اپنے اوپر قیاس کرکے وعظ و تبلیغ کی دعوت دینے اور جلسوں کا اہتمام

Marfat.com

کرتے ہیں، اور ابن الجوزیؒ کے ارشادات سے تو کیفیت ہی بدل جا رہی ہے، زبان پر بار بار لاہوری قلندر کے الفاظ ورد بنتے چلے جا رہے ہیں ؎

مریدِ سادہ نے رو رو کے کر لی توبہ
خدا کرے کہ ملے شیخ کو بھی یہ توفیق

امام ابن الجوزیؒ نے ارشاد فرمایا ہاں! ایک مرتبہ ایسا واقعہ ابو عثمان الحیریؒ کے ساتھ بھی پیش آیا تھا، منبر پر تشریف فرما ہوئے تو خاصی دیر تک خاموش بیٹھے رہے آخر ایک آدمی نے انہیں پکار کر کہا کہ حضرت! کیا آپ اپنی خاموشی میں بھی کچھ فرما رہے ہیں، اس پر ابو عثمان الحیریؒ نے یہ شعر کہنا شروع کیا ؎

وَغَیْرُ تَقِیٍّ یَأْمُرُ النَّاسَ بِالتُّقٰی
طَبِیْبٌ یُدَاوِی وَالطَّبِیْبُ عَلِیْلٌ

(ترجمہ) "ایک غیر متقی شخص لوگوں کو تقویٰ کی نصیحت کرتا ہے اور حیرت ہے کہ طبیب جو خود بیمار ہے دوا دیتا ہے"

اس پر ہر طرف سے چیخ و پکار اور رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔

موت "فنا" نہیں "انتقال" ہے

جنہیں خوفِ خدا ہو، جنہیں فکرِ آخرت ہو، جنہیں آخرت کے محاسبے کا اندیشہ ہو انہیں رونا آ ہی جاتا ہے، اسلیئے کہ فنا تو ہے ہی نہیں، وفات تو انتقال ہے، آگے پھر خلود ہی خلود ہے۔ امام ابن الجوزیؒ ہمارے ان تصورات کو بھانپ گئے اور حضرت بلال بن سعد کا گرانقدر ارشاد نقل کر کے سامنے رکھدیا، آپ فرمایا کرتے:۔

یا اھل الخلود! یا اھل البقاء! انکم لم تخلقوا للفناء وانما خلقتم للبقاء وانما تنقلون من دار الی دار کما نقلتم من الاصلاب الی الارحام ومن الارحام	اے اہل خلود و بقاء! تم فنا کی گھاٹ اترنے کے لیے نہیں پیدا کیے گئے ہو، تم تو بقا کے لیے تخلیق کیے گئے ہو، تم ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیے جاتے ہو جس طرح تم پشتہائے آباء سے رحم ہائے مادریں

Marfat.com

الى الدنيا ومن الدنيا الى القبور ومن القبور الى الموقف ومن الموقف الى الخلود فى الجنة او فى النار ۔

اور رحموں سے دنیا میں منتقل کیے گئے دنیا سے قبروں میں اور قبروں سے میدان حشر میں، حشر سے جنت سرمدی میں ابدی میں منتقل کیے جاؤ گے۔

کتابت حدیث اور علمی انہماک

امام ابن الجوزیؒ کے یہ گرانقدر ارشادات سے تو ان کی علمی عظمت نے دل میں اعتراف اور امتنان کی کیفیات پیدا کر دیں مرحوم دعوت واصلاح کا ایک عظیم نمونہ تھے، اپنے زمانہ کے یکتائے روزگار مفسر، محدث، مؤرخ، ناقد اور خطیب تھے تحصیل علم حدیث اور کتابت حدیث میں انہماک کا یہ حال تھا کہ انہوں نے انتقال کے وقت وصیت کی تھی کہ ان کے غسل کا پانی اس کترن اور برادہ سے گرم کیا جائے جو حدیث لکھنے کے لیے قلم بنانے میں جمع ہو گیا تھا چنانچہ وہ اتنا تھا کہ پانی گرم ہو گیا اور وہ بچ رہا۔

شوقِ مطالعہ اور ثمرات

اب حضرت ابن الجوزیؒ کی محبت اور ان سے مزید استفادہ کے اشتیاق نے ہمیں ان کے علمی خیالات اور ذاتی تاثرات کے کشکول "صید الخاطر" تک پہنچا دیا، جرأت کر کے دریافت کیا حضرت! آپ کا شوق اور ذوقِ علم و شوقِ مطالعہ کیا رہا تو ارشاد فرمایا۔

"میں اپنا حال عرض کرتا ہوں، میری طبیعت کتابوں کے مطالعہ سے کسی طرح بھی سیر نہیں ہوتی، جب کوئی کتاب نظر پڑ جاتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی دفینہ ہاتھ آ گیا، اگر میں کہوں کہ میں نے بیس ہزار کتابوں کا مطالعہ کیا ہے تو بہت زیادہ معلوم ہوگا اور یہ طالب علمی کا ذکر ہے کہ مجھے ان کتابوں سے سلف کے حالات، اخلاق، انکی عالی ہمتی، قوتِ حافظہ، ذوقِ عبادت اور علوم نادرہ کا ایسا اندازہ ہوا جو ان کتابوں کے مطالعہ کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنے زمانے کے لوگوں کی سطح پست معلوم ہونے لگی اور اس وقت کے طلبۂ علم کی کم ہمتی منکشف ہو گئی۔ یہ اور شوقِ تحصیل علم اور مقصد میں جنون کی برکتیں تھیں کہ ہزار سے زائد کتابیں تصنیف

Marfat.com

یں، علم حدیث میں تو ایسا بلند پایہ رکھتے تھے کہ دعوی سے کہتے تھے کہ "میں ہر
ث کے متعلق یہ کہہ سکتا ہوں کہ صحیح ہے، حسن ہے یا محال ہے۔" ادب و انشاء اور
ت میں تو ان کی نظیر نہیں تھی۔

...ف صالحین کے حالات اور مؤثر حکایات

امام ابن الجوزیؒ اصلاحِ انقلابِ اُمت کے داعی اور بہت بڑے مبلغ تھے، تاریخ اور سلف صالحین

...قعات پر ان کی نظر بہت گہری تھی اور واقعہ بھی یہ ہے کہ قلب کی اصلاح اور ذوق و
...یدا کرنے کیلئے مؤثر واقعات، سلف صالحین کے حالات کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔
...س سلسلہ میں امام ابن الجوزیؒ کی رائے معلوم کرنا چاہی تو "صید الخاطر" کا دریچہ کھلا اور
...وح پکار اٹھی:۔

...میں نے دیکھا کہ فقہ اور سماع حدیث میں انہماک و مشغولیت قلب میں صلاحیت پیدا کرنے
...کافی نہیں اسکی تدبیر یہی ہے کہ اسکے ساتھ مؤثر واقعات اور سلف صالحین کے حالات کا
...بھی شامل کیا جائے، حرام و حلال کا خالی علم قلب میں رقت پیدا کرنے کیلئے کچھ زیادہ سود مند نہیں
...میں رقت پیدا ہوتی ہے مؤثر احادیث و حکایات سے اور سلف صالحین کے حالات سے
...کران نقول و روایات کا جو مقصود ہے وہ ان کو حاصل تھا، احکام پر ان کا عمل شکل اور
...نہ تھا بلکہ اُن کو ان کا اصلی ذوق اور لب لباب حاصل تھا اور یہ جو میں تم سے کہہ رہا
...ہ عملی تجربہ اور خود آزمائش کرلنے کے بعد ہی میں نے دیکھا ہے کہ عموماً محدثین اور
...حدیث کی ساری توجہ اونچی سندِ حدیث اور کثرتِ مرویات کی طرف ہوتی ہے، اسی طرح عام
...ی تمامتر توجہ جدلیات اور حریف کو زیر کرنے والے علم کی طرف ہوتی ہے، بھلا ان
...کے ساتھ قلب میں کیا گداز اور رقت پیدا ہو سکتی ہے۔ سلف کی ایک جماعت کسی نیک
...ں شخص سے محض اس کے طور طریقہ کو دیکھنے کیلئے ملنے جاتی تھی علم کے استفادہ کیلئے نہیں،
...ہ یہ طور و طریقہ اس علم کا اصلی پھل تھا، اس نکتہ کو اچھی طرح سمجھ لو اور فقہ و حدیث کی
...میں سلف صالحین اور زہادِ اُمت کی سیرت کا مطالعہ ضرور شامل کرو تاکہ اس سے
...ے دل میں رقت پیدا ہو۔

Marfat.com

حضرت خواجہ معین الدّین حسن الحسینی سنجری رح

۵۲۷ھ ——————
——————— ۶۳۳ھ

سلفِ صالحین اور ائمہ مجتہدین کے حالات، سوانح اور ان کی دینی واسلامی خدمات اور ذوقِ عبادت وانابت کی کیفیّات کے پڑھنے کا جو کچھ وقت ملتا رہا اور استفادہ کے جو لمحات میّسر ہوتے رہے پھر اپنے ظرف اور ذہن واستعداد کے مطابق جو تخیّل یا فکری اور ذہنی پختگی جس بات پر حاصل ہوتی رہی وہ یہی کہ

سلف صالحین سلف صالحین کا باطن یقین سے معمور ہے، اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی سے بھرپور اور اپنی بےبسی وبےچارگی اور مالک الملک کی قدرت وجلال کے مشاہدے سے پُرنور ہے، یہ یقین ومشاہدہ جب باطن میں پیدا ہوجاتا ہے تب الفاظ اور اعمال سے ظاہر ہوتا ہے۔

سلف صالحین کی علمی اور مطالعاتی صحبتیں اور ان کے واقعات بتلاتے ہیں کہ ان کو یقین ومشاہدہ کی عظیم دولت حاصل تھی اور اس نے ان کے اندر ایک افتقار واضطرار اور ایک انابت وعبودیت کی کیفیت پیدا کردی تھی ؂

بزمِ ہستی سے ہمیں اور تو کیا لینا ہے
ہاں مگر دل کے تڑپنے کا مزا لینا ہے

تین باتیں "اخبار الاخیار" کے واسطے سے آج حضرت خواجہ معین الدین حسن الحسینی سنجری رح کی خدمت میں حاضری اور کتابی ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی تو یہ یقین مزید پختہ ہوگیا، موصوف احقر کے تجسس، اشتیاق اور ذوقِ استفادہ کو تاڑ گئے اور یہی بتانا چاہتے تھے کہ نورِ باطن کب حاصل ہوتا ہے؟ سلف صالحین کو یہ علمی، دینی اور روحانی

Marfat.com

عظمتیں کیونکر حاصل ہوتی رہیں؟ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ:۔

"میں نے خواجہ عثمان ہارونیؒ کی زبان سے سُنا ہے فرماتے تھے کہ جس شخص میں یہ تین باتیں ہوں تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہے۔ اوّل سمندروں جیسی سخاوت، دوم آفتاب جیسی شفقت، سوم زمین جیسی تواضع۔"

بدبختی کی علامت

احقر کے دل میں یہ خیال بھی آیا کہ آج عام معاشرتی زندگی میں اچھے بھلے دیندار لوگ بھی علی الاعلان کذب، چغلی، بدگوئی، بدنظری، بدسماعی میں مُبتلا ہیں اور بعض تو علی الاعلان کبائر کا ارتکاب بھی کرتے ہیں مگر بایں ہمہ خود کو مقبول بارگاہِ الٰہی بھی تصور کرتے ہیں یا کم از کم اس کی توقع ضرور رکھتے ہیں، حضرت خواجہ نے ارشاد فرمایا:۔

"بدبختی کی علامت یہ ہے کہ گناہ کرتا رہے پھر بھی مقبول بارگاہِ الٰہی ہونے کا اُمیدوار ہو۔"

نماز

آج عملی زندگی میں دینیات، دینی فکر، دینی ذہن، اسلامی معاملات اور اسلامی معاشرت متروک ہو چکی ہے، صرف نماز باقی رہ گئی تھی مگر مسلمانوں نے اسے بھی طاقِ نسیاں پر دے مارا ہے۔

بہت سے فقیر، بہت سے پیرزادے اور بہت سے صاحبزادے تارک الصلوٰۃ ہو کر بھی مرجع خلائق ہیں اور منبع رُشد و ہدایت ہونے کے زعم باطل میں مبتلا ہیں، حضرت خواجہؒ نے ارشاد فرمایا:۔

"لوگ منزل گاہ قرب کے نزدیک صرف اس وقت جا سکتے ہیں جب نماز میں مکمل فرمانبرداری کریں کیونکہ مومن کی معراج بھی نماز ہے ؎

جذب وجنوں کا راستہ نکلا قریب کا
کیفی حرم کی راہ طوالت کی راہ تھی

یہ ایک حقیقتِ واقعہ ہے کہ عبادت کا ذوق اور اس میں انہماک اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ انسان کو اس کی لذّت اور اس کا حقیقی ذائقہ نہ نصیب ہو

Marfat.com

اور وہ اس کے درد کی دوا، قلب کی غذا اور روح کی قوت نہ بن جائے اور اس کو مقام
جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ اور ارحنا یا بلال سے مناسبت نہ بخشی جائے۔
اہل قلوب اور اہلِ ذوق کی طاقت اور نشاط، ذکر و عبادت سے قائم ہے اگر
اس میں فرق واقع ہو تو ان کو قوت جواب دے جاتی ہے اور ان کو محسوس ہوتا ہے
کہ فاقہ ہوا ہے

جب تک ہمارے دل پہ کسی کی نگاہ تھی
غم تھا بھی کچھ تو لذتِ غم بے پناہ تھی

Marfat.com

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

(۶۶۱ھ ——— ۷۲۸ھ)

یہاں کے اپنے ماحول کو دیکھا۔ جن علماء، سکالروں اور دانشور حضرات کو درس و تدریس، ریسرچ و تحقیق، تصنیف و تالیف اور مطالعہ و استفادہ کے مواقع میسر آجاتے ہیں تو وہ اسی کو مقصود بالذات سمجھ کر اس طرح منہمک ہو جاتے ہیں گویا گوہرِ مقصود ان کے ہاتھ لگ گیا، مقصدِ زندگی اور غرض تخلیق کی تکمیل ہو گئی۔

تدریس و تصنیف کے ساتھ تزکیۂ باطن کا اہتمام

جبکہ علماءِ امت، سلف صالحین، ائمہ متبوعین اور مشائخ و مجتہدین کے سوانح اور کارہائے حیات میں علمی مشاغل، تدریسی خدمات، تبلیغی مساعی، جہادی کارناموں، رزقِ حلال کے لیے انتھک مشقت اور ریسرچ و تحقیق، بحث و تدقیق اور تصنیف و تالیف کے کثیر اور بے پناہ مشاغل کے ساتھ ساتھ ذکر و شغل، تزکیۂ باطن، معرفت و سلوک اور مراقبہ و نسبت مع اللہ کے بلند درجات پر فائز ہوتے تھے۔

اسی تصور اور تخیل نے مجھے کئی روز سے بے چین کر رکھا تھا کہ اپنا شغل بھی تو یہی ہے۔ مرکز علم دارالعلوم حقانیہ میں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ جامع مسجد دارالعلوم کی خطابت، ماہنامہ "الحق" اور پندرہ روزہ "ترجمانِ دیوبند" کی ادارت، تصنیف و تالیف اور ریسرچ و تحقیق اس پر مستزاد ——— دل میں یہ تڑپ رہی کہ اپنے کام میں خلوص و للّٰہیت اور اخلاص و رضائے الٰہی شامل ہو جائے تو اس میں برکتیں ہوں گی اور آخرت میں بھی وہی کام، کام آتے ہیں جن میں خلوص اور سچائی کی سپرٹ شریک ہوتی ہے ؎

میرے غم کی قدر و قیمت کوئی میرے دل سے پوچھے
یہ چراغ وہ ہے جس سے میرے گھر میں ہے اُجالا

Marfat.com

اس تخیل اور جستجوئے حقیقت اور اشتیاق ذوقِ عمل نے مجھے امام رازیؒ، ابن کثیرؒ، قرطبیؒ، ابن عبدالہادیؒ، علامہ ابن قیمؒ، حافظ ابن رجبؒ، علامہ زمخشریؒ، امام ابن تیمیہؒ، مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے علمی و مطالعاتی اور کتابی ملاقات و استفادہ کی انگیخت کی۔

نصرتِ غیبی اور عنایت وہی کام کر گئی

حسنِ اتفاق کہیے یا تقدیر کی رہبری کہ ابھی اپنی جگہ سے اٹھا نہیں تھا بلکہ ملاقات کے لیے رختِ سفر کا اہتمام بھی نہیں کیا تھا کہ نصرتِ غیبی اور عنایت وہی کام کر گئی۔ جب اخلاص کے ساتھ قدم اٹھایا جائے، جب طلبِ صادق کے ساتھ نیکی کا عزم کر لیا جائے تو فیاضِ ازل خود دستگیری فرماتے ہیں ؎

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے کوئی راہ روِ منزل ہی نہیں

تکوینی ہدایت نے یاوری کی، توجہ بدلی اور نظر اٹھائی تو شیخ الاسلام تقی الدین امام ابنِ تیمیہؒ سے ملاقات ہو گئی ؎

احسان ہے دل پر ترا اے دردِ محبت
تو نے مرا گرتا ہوا گھر تھام لیا ہے

امام ابنِ تیمیہؒ اور تفسیر قرآن

امام ابنِ تیمیہؒ عظیم محقق، مصنف، مجاہد اور بحر العلوم تھے، تفسیر ان کا خاص اور محبوب موضوع تھا اور ان کو اس سے خاص دلچسپی تھی۔ الکوکب الدریہ کے حوالے سے خود امام ابنِ تیمیہؒ نے ارشاد فرمایا —— کہ میں نے تفسیر قرآن میں چھوٹی بڑی سَو سے زائد کتابوں کا مطالعہ کیا —— تفسیرِ قرآن سے ان کو فطری مناسبت تھی۔ قرآنِ مجید کی تلاوت، تدبر اور مطالعہ کی کثرت سے اللہ تعالیٰ نے اُن پر علومِ قرآن کا خاص افاضہ فرمایا تھا۔ احقر کے دل میں یہ طالب علمانہ سوال بار بار اٹھتا رہا کہ تفسیرِ قرآن کے متعلق مقامات اور علوم و معارف کے بند عقدے تو محض مطالعہ یا کثرتِ کتب بینی سے حل نہیں ہوتے، آخر وجہ کیا تھی جو امام ابن تیمیہؒ کیلئے یہ مرحلہ آسان رہا؟

Marfat.com

صاحب کتاب کی طرف رجوع

موصوف نے خود جواب مرحمت فرمایا اور ہماری تسلی ہو گئی۔ ارشاد فرمایا کہ میں کتابوں کے علاوہ خود صاحب کتاب کی طرف رجوع کیا کرتا تھا اور اس سے ہی فہم قرآن اور شرح صدر کی دولت مانگا کرتا تھا۔ میں نے اپنی طالب علمی اور تدبر فی القرآن کے زمانے میں ہر موڑ اور ہر مرحلے پر اپنے پروردگار سے ربط جوڑے رکھا ہے

خیالِ عارض و گیسوئے یار کریں گے علاج کش مکش روزگار کریں گے

جب حل متعلقات کے لیے سربسجود ہوتے

اپنی طالب علمی اور اپنے تدبر فی القرآن کے طریقہ کے متعلق ارشاد فرمایا:۔

ربما طالعت علی الآیۃ الواحدۃ نحو مائۃ تفسیر ثم اسأل اللہ الفهم واقول یا معلم آدم وابراهیم علمنی وکنت اذهب الی المساجد المهجورۃ ونحوها وامرغ وجهی فی التراب واسئل اللہ تعالیٰ واقول یا معلم ابراهیم فهمنی۔

بعض اوقات ایک ایک آیت کے لیے میں نے سو سو تفسیروں کا مطالعہ کیا ہے مطالعہ کے بعد میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ مجھے اس آیت کا فہم عنایت ہو۔ میں عرض کیا کرتا کہ اے آدمؑ و ابراہیمؑ کے معلم میری تعلیم فرما میں سنسان اور غیر آباد مسجدوں اور مقامات کی طرف چلا جاتا اور اپنی پیشانی خاک پر ملتا اور کہتا اے ابراہیمؑ کو تعلیم دینے والے! مجھے سمجھ عطا فرما۔

عالی ظرف

مجھے یہ سُنکر بڑی حیرت ہوئی کہ آج لوگ اپنے ذہن، اپنی ذکاوت اور اپنے علم و مطالعہ یا ڈگریوں کے پشتارہ کو حرف آخر قرار دے کر چند سیکھے ہوئے الفاظ پر ریجھتے ہیں مگر امام ابن تیمیہؒ نے بہت کچھ سیکھ کر، ایک ایک آیت پر سو سو تفسیروں کے مطالعہ و استفادہ کے باوجود بھی اپنی جبین نیاز بارگاہِ صمدیت میں جھکا دیتے کہ بارِ الہٰا! علم کی وہی تعبیر اور آیت کا وہی مفہوم عنایت فرما جو تیری مرضی کا ہو ؎

ذرا پی کر بہک جانا کم ظرفوں کا شیوہ ہے جو عالی ظرف ہیں جتنی پئیں کب بہکتے ہیں

Marfat.com

ذوقِ تلاوتِ قرآن

بدقسمتی سے اگر ایک طرف سائنسی اور مادی ترقی عروج پر ہے تو دوسری طرف اہلِ اسلام کے زوال و انحطاط کا دور ہے جب سے نشریات اور سمع و بصر کے جدید آلات ایجاد ہوئے ہیں علم و مطالعہ، بحث و تحقیق، شوقِ مطالعہ اور ذوقِ کُتب بینی تو کجا، تلاوتِ قرآن کا اہتمام بھی باقی نہ رہا۔ امام ابن تیمیہؒ سے تلاوتِ قرآن سے متعلق جب استفسار ہُوا تو اُن کی عملی زندگی کا یہ باب بھی، روشن ممتاز اور سب سے فائق تھا۔

شیخ الاسلام تقی الدّین ابن تیمیہؒ کے بھائی زین الدّین عبدالرحمٰنؒ نے بتایا کہ جب امام ابن تیمیہؒ جیل میں تھے تو زندگی کے آخری دنوں اور وفات کے قریبی ایام میں انہوں نے قرآن مجید کے اسّی ۸۰ دور ختم کرنے کے بعد جب نیا دور شروع کیا اور سُورۂ قمر کی اس آیت پر پہنچے:۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ۝ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ ۝ (آیت ۵۴، ۵۵)

پرہیزگار لوگ باغوں میں اور نہروں میں ہوں گے۔

ایک عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے پاس

تو بجائے میرے، عبداللہ بن مُحبؒ اور عبداللہ الزرعیؒ کے ساتھ دور شروع کیا، یہ دونوں نہایت صالح شخص تھے اور آپس میں حقیقی بھائی تھے، شیخؒ کو اُن کی قرأت بہت پسند تھی، ابھی یہ دَور ختم نہیں ہونے پایا تھا کہ زندگی کے دن پورے ہو گئے ؎

ان سے نظریں ملیں، جہاں بدلا
اب نگاہوں کا اور عالم ہے

قرآن حکیم، دل کی دھڑکن

قرآن حکیم امام ابن تیمیہؒ کے دل کی دھڑکن تھا، جیل میں بھی وہ جو کچھ لکھتے رہے اس کا زیادہ تر حصہ تفسیر قرآن سے متعلق تھا ــــ امام ابن تیمیہؒ جہاد، سیاسی جھمیلوں، ہجوم خلق کے کثیر مشاغل سے عرصہ دراز کے بعد یکسو کر کے جب جیل میں بھیج دیئے گئے تو اس سے اُن کو سکون کے لمحات اور یکسوئی کی دولت حاصل ہوئی اسی کیفیت پر نازاں تھے اور اسی کو غنیمت اور فرصتِ لمحات قرار دیتے تھے، ارشاد فرمایا:۔

فیہ خیر کثیر و مصلحۃ | میرے محبوس ہونے میں (تکوینی طور پر) بہت زیادہ خیر

Marfat.com

کبیرۃ - اور قدرت کی بڑی مصلحت پوشیدہ ہے۔

امام ابن تیمیہؒ نے اس خلوت و انقطاع کی پوری قدر کی۔ تصنیف و تالیف، ذوقِ علم تحقیق و تجسس اور کثرتِ سواد کے ساتھ ساتھ عبادت اور کثرتِ تلاوت قرآن حکیم ان کا خاص مشغلہ تھا، پورے انہماک اور ذوق و شوق کے ساتھ عبادت اور تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قبولیت بھی ایسی مرحمت فرمائی تھی کہ آپ جیلخانہ میں جو کچھ لکھتے تھے لوگ اس کو ہاتھوں ہاتھ لے لیتے تھے اور یوں وہ ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جایا کرتا تھا۔

جب کاغذ اور قلم و دوات چھین لیے گئے ایک مرتبہ موصوف نے قاضی عبداللہ الاخنائی کی کسی خاص مسئلہ میں مدلّل اور مبرہن تردید کی، قاضی صاحب موصوف سلطان کے مقربین سے تھے۔ چنانچہ قاضی صاحب کی شکایت پر سلطان نے فرمان جاری کیا کہ ابن تیمیہؒ کے پاس جتنی کتابیں کاغذ و قلم و دوات ہے سب چھین لیا جائے اور ان کے پاس کوئی ایسا سامان نہ رہے جس کی مدد سے وہ تصنیف و تالیف کر سکیں۔

وہ شیشے وہ پیمانے جو زینتِ محفل تھے
کچھ ٹوٹ چکے ساقی، کچھ ٹوٹ چلے ساقی

حکومتی کارندوں نے ۷۲۸ھ کی ۹ جمادی الاخریٰ کو حسب شاہی فرمان کی تعمیل میں لکھنے پڑھنے کا سارا سامان بحق سرکار ضبط کر لیا اور تمام مسودات اور اوراق جیل سے اٹھا کر سرکاری محفوظ خانوں میں لے جائے گئے تو یہ کتابوں کی ۶۰ جلدیں اور ۱۴ کاغذات کے شیرازے تھے۔ مگر امام ابن تیمیہؒ نے اس پر کوئی ماتم، کوئی آہ و زاری اور جزع و فزع کا اظہار نہیں کیا اور نہ حکومت سے کوئی شکایت کی۔

کوئلہ سے لکھتے رہے ان سے جب قلم دوات چھین لیے گئے، کاغذات اور مسودات ضبط کر لیے گئے تو انہوں نے منتشر اوراق پر کوئلے سے لکھنا شروع کیا۔ بعد میں ان کے متعدد رسائل اور تحریریں کوئلہ سے لکھی ہوئی ملیں اور عرصہ تک اسی حالت

Marfat.com

میں محفوظ رہیں، اس مجبوری اور بے سروسامانی کی حالت میں وہ شاکر، راضی برضا معلوم ہوتے ہیں، امام ابن تیمیہؒ کو اس کا بھی احساس ہے کہ اُن کو ایسے حالات میں میدانِ جہاد کی فضیلت حاصل ہے اور صورتحال میں کوئی تغیر واقع نہیں ہُوا ہے

یہ بھی سچ ہے کہ تلاطم میں گھری ہے کشتی
یہ بھی سچ ہے کہ بس اب دور کنارا بھی نہیں
یہ بھی سچ ہے کہ حوادث نے دبائے رکھا
یہ بھی سچ ہے کہ حوادث سے میں ہارا بھی نہیں

پیکرِ تسلیم و رضا احقر نے کتابی اور اپنی مطالعاتی ملاقات میں عرض کیا حضرت! جیلخانہ کے مظالم اور قلم دوات تک چھین لینے کا ستم! ایسے حالات میں کیا نقصان ہوتا اگر حکمران سے صلح کرلی جاتی؟ ارشاد فرمایا :۔

"اللہ تعالیٰ بندہ کے لیے جو کچھ فرمائے اُسی میں خیر اور رحمت اور حکمت ہے۔ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ۔ بے شک وہی قوی غالب اور علیم و حکیم ہے، انسان کو صرف اپنے گناہوں سے نقصان پہنچتا ہے۔ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ یعنی تجھے جو بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو تجھے برائی پہنچے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے ــ اس لیے بندہ کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر حال میں شکر اور اس کی حمد کرے ــــ ارشاد فرمایا ــ حکمرانوں کا بڑے سے بڑا الزام یہ ہے کہ انسان (جو دوسرے انسانوں کی طرح خدا کا ایک بندہ ہے) کی حکم عدولی کی گئی۔ مخلوق خواہ حاکمِ وقت ہو یا سلطانِ دوراں جب اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کی مخالفت کرے گا تو اُس کی بات کبھی نہیں مانی جائے گی بلکہ باتفاقِ مسلمین اللہ اور رسولؐ کی مخالفت کی حالت میں اس کی اطاعت جائز نہیں" ــــــ

حضرت شیخ الاسلام کے ان ارشادات سے اُن کی ایمانی کیفیت، حمد و شکر اور تسلیم و رضا کی شان جھلکتی نظر آتی ہے ؎

دردِ غم نے تو تڑپنے کو دیا ہے لیکن
ہم اگر درد کو بھی زیست کا عنوان کرلیں

Marfat.com

حدیث دانی

امام ابن تیمیہؒ سے ملاقات میں ان کا حافظہ اور قوتِ استحضار اور ذکاوت و ذہانت نمایاں تھی۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے تفسیر، حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، علم الخلاف، علم کلام، تاریخ، سیر و آثار، علم رجال، لغت و نحو کے ذخیرہ پر عبور عطا فرمایا تھا۔ اُن کے معاصر حافظ ذہبیؒ کا ارشاد ہے کہ:۔

یصدق علیہ ان یقال کل حدیث لایعرفہ ابن تیمیہ فلیس بحدیث۔	ان کے متعلق یہ کہنا درست ہوگا کہ جس حدیث کو ابنِ تیمیہؒ نہیں جانتے وہ حدیث ہی نہیں ہے۔

گناہ کے ساتھ حافظہ نہیں رہتا

یہ تو مسلّم حقیقت کہ گناہوں کے ساتھ حافظہ محفوظ نہیں رہتا۔ امام شافعیؒ کے مشہور اشعار ہیں کہ ؎

شکوت الیٰ وکیع سوءِ حفظی
فاوصانی الیٰ ترک المعاصی
واخبرنی بان العلم نور
ونور اللہ لا یعطیٰ لعاصی

میں نے امام وکیع سے حافظے کی کمزوری کا ذکر کیا تو انہوں نے مجھے ترک معصیت کی وصیت کی اور انہوں نے یہ کہا کہ بے شک علم ایک نور ہے اور اللہ کا نور گنہگاروں کو نہیں دیا جاتا۔

علم کا دریا اور اسلام کا کتبخانہ

امام ابنِ تیمیہؒ کو باری تعالیٰ نے خوفِ خدا اور تقویٰ کی دولت ودیعت فرمائی تھی جس کی بدولت ان کے شوقِ مطالعہ، ذوقِ علم اور سب سے بڑھ کر توفیقِ خداوندی نے انہیں اسلامی علوم، رائج الوقت فنون اور مضامین پر ایسا تبحر اور جامعیت کی شان پیدا کر لینے کے مواقع میسر کر دیئے کہ وہ علم کا دریا اور اسلام کا بولتا ہوا کتب خانہ قرار پائے۔ ۔۔۔ھ میں جب مصر میں علامہ ابن دقیق العیدؒ کی امام ابنِ تیمیہؒ سے ملاقات ہوئی تو موصوف نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

Marfat.com

العلوم كلها بين عينيه يأخذ منها ما يريد ويدع ما يريد۔ | تمام علوم اس شخص کی آنکھوں کے سامنے ہیں جو چاہتا ہے لے لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے چھوڑ دیتا ہے۔

تاریخ دانی تاریخ اُن کا خاص فن تھا، امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ جیسے مؤرخ اور نقاد کا بیان ہے کہ:۔

ومعرفته بالتاريخ والسير فعجب عجيب۔ | اُن کی تاریخ سے واقفیت حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے۔

ان کی تاریخی عظمت، فنِ تاریخ میں خصوصی امتیاز، وسعتِ نظر مسلّم اور حاضر دماغی معروف تھی۔ احقر کو تجسس تھا کہ اس سلسلہ کا کوئی دلچسپ واقعہ کسی عینی شاہد سے سُن لیا جائے اور محفوظ کر کے عامۃ المسلمین تک پہنچا دیا جائے، لوگ اس کے پس منظر میں تقویٰ وطہارت اور پاکیزۂ زندگی اختیار کرنے اور علم کی حفاظت واستحکام کا اہتمام کریں گے کہ تقویٰ سے علم کو جِلا اور حافظہ کو استحکام حاصل ہوتا ہے، کہ اچانک موصوف کے معروف تلمیذ علامہ ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ کا خیال آیا، جھٹ سے توجہ بدلی اور "زاد المعاد" کے راستے اُن کی رُوح سے ملاقات ہوگئی ؎

چمن میں حسنِ گل ولالہ دیکھنے والو!
گلوں میں عکسِ رُخِ باغباں بھی ہوتا ہے

تاریخ دانی کا ایک دلچسپ واقعہ چنانچہ علامہ ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:۔

"ایک اسلامی ملک میں (غالباً شام یا عراق میں) یہودیوں نے ایک قدیم دستاویز پیش کی، جو دیکھنے میں بہت قدیم تحریر اور کاغذ معلوم ہوتا تھا۔ اس میں درج تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں کو جزیہ معاف فرما دیا تھا۔ اس دستاویز پر حضرت علیؓ، سعد بن معاذؓ اور صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے دستخط تھے۔ بعض ناواقف جن کی نظر تاریخ وسیرت اور اس عہد کے حالات پر وسیع اور گہری نہ تھی،

Marfat.com

دھوکہ میں آگئے اور ان کو اس کی صحت کا یقین ہو گیا، انہوں نے اس پر عمل کرنے اور یہودیوں سے جزیہ ساقط کرنے کا فیصلہ کر دیا۔

جب یہ دستاویز شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کے سامنے آئی تو انہوں نے اس کو بالکل ناقابلِ اعتبار اور جعلی قرار دیا، اور اس کے جعلی اور مصنوعی ہونے کے ثبوت میں دس دلیلیں پیش کیں۔ ان میں سے ایک دلیل یہ تھی کہ اس پر حضرت سعد بن معاذؓ کے دستخط ہیں حالانکہ جنگ خیبر سے پہلے ان کی وفات ہو چکی ہے۔ اور دوسری یہ کہ اس میں ذکر ہے کہ یہودیوں سے جزیہ ساقط کر دیا گیا ہے، حالانکہ جزیہ کا حکم اُس وقت تک آیا ہی نہ تھا اور نہ صحابہ کرامؓ اس سے واقف تھے، اس کا حکم تو خیبر کے تین سال بعد تبوک کے سال نازل ہوا ہے۔ تیسرے یہ کہ اس میں تذکرہ ہے کہ یہودیوں سے بیگار نہیں لیا جائے گا، یہ ایک مہمل بات ہے۔ اس لیے کہ کیا یہودی کیا غیر یہودی کسی سے بیگار لینے کا دستور نہیں تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اس ظلم اور زبردستی سے بالکل پاک تھے، وہ کسی سے بیگار نہیں لیتے تھے، یہ تو جابر بادشاہوں کی ایجاد ہے جو اس وقت تک چل رہی ہے۔ چوتھی دلیل یہ ہے کہ اہلِ علم، اہلِ مغازی و سیر، محدثین اور فقہاء و مفسرین میں سے کسی نے اس دستاویز کا ذکر نہیں کیا ہے اور نہ سلف کے زمانے میں وہ کبھی نکالی گئی۔ بہر حال یہ دستاویز بالکل بناوٹی اور بے اصل ہے اور جعلی ہونے کی داخلی شہادتیں موجود ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی اس تحقیق سے یہ طلسم ٹوٹ گیا اور اس جعل کی قلعی کھل گئی۔

ذہانت اور تبحر علمی کا ایک واقعہ

دراصل امام ابن تیمیہؒ کے دل کی دُنیا خدا کی یاد سے آباد تھی، باطن اُس کے ذکر سے پُر بہار تھا، معاصی اور بغاوت سے ان کو نفرت تھی تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں علم، ذہانت، قوتِ حافظہ اور ذکاوت کی وافر دولت ودیعت فرمائی تھی۔ ان کے تبحر علمی اور ذہانت کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ ان کے ایک معاصر شیخ صالح تاج الدین بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حاضر ہوا ___ ایک یہودی نے تقدیر کا مسئلہ پوچھا تھا اور اپنا سوال و اعتراض آٹھ شعروں میں لکھ کر بھیجا تھا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے تھوڑی دیر تامل کیا [illegible]

Marfat.com

جواب لکھنا شروع کیا ہم حاضرینِ مجلس یہ سمجھتے رہے کہ وہ اس کا جواب نثر میں دے رہے ہیں جب وہ فارغ ہوئے تو کسی نے کاغذ اٹھا کر دیکھا اور ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب ہم کو یہ معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی قافیہ ور دیف میں شیخ الاسلامؒ نے ۱۸۴ اشعار میں برجستہ اس کا جواب دیا تھا۔ اور اس جواب میں اتنے علوم آ گئے تھے کہ اگر ان کی شرح و تفصیل کیجائے تو دو ضخیم جلدیں تیار ہو جائیں"۔ —— (الکواکب الدریہ)

اس قدر حافظہ، جودتِ ذہن، تبحرِ علمی اور جامعیت کے پیشِ نظر اُن کے معاصرین اور متاخرین نے بغیر کسی لگی لپٹی کے انہیں نادرۂ روزگار، سرآمد محققین، آخر المجتہدین اور آیۃ من آیات اللہ قرار دیا ہے۔

جوہرِ اصلی جو انسان کو اقران میں ممتاز کر دیتا ہے

اس رفعت و عظمتِ مرتبت کے پس منظر میں امام ابن تیمیہؒ کا اخلاص تھا اور یہی وہ جوہرِ اصلی ہے جو انسان کو اقران میں ممتاز کر دیتا ہے۔ احقر نے دو تین ہفتوں سے اپنی رُوحانی تسکین اور مطالعاتی اشتیاق کا ہدف حضرت شیخ الاسلام کو بنائے رکھا، اُن سے اور اُن کے اقران سے خوب علمی و مطالعاتی ملاقاتیں رہیں اور استفادہ کے بہترین مواقع میسر آتے رہے۔

مَیں نے دیکھا کہ امام ابنِ تیمیہؒ ہمہ تن علم کے لیے وقف اور علم میں فنا تھے۔ ان کے رُفقاء، معاصرین اور ہم زمانہ علماء پر بھی نظر پڑتی رہی جو اپنے زمانہ کے مخلص فضلاء اور بحرالعلوم تھے مگر اس سب کچھ کے باوجود کچھ حکومتی عہدوں پر فائز رہے، بعض نے کوئی دینی منصب یا انتظامی ذمہ داری قبول کر رکھی تھی، بعض عطیہ ہائے سُلطانی یا خلعتِ ہائے شاہانہ سے سرفراز رہے اور کچھ ایسے بھی تھے جو ساری عمر حکومت کے وظیفہ خوار رہے۔

امام ابنِ تیمیہؒ کو دیکھا تو وہ ساری عمر اِن آلائشوں سے اپنا دامن بچاتے رہے، انہوں نے ہمیشہ علمِ دین کا اشتغال رکھا، افتاء اور درس و تدریس میں اپنی صلاحیتیں کھپا دیں۔ وعظ و ارشاد، تصنیف و تالیف اور تحقیق و تدقیق کے سوا کسی مشغلہ سے انہوں نے اپنا تعلق نہیں جوڑا ؎

نہ خوشی یاد رہی مجھ کو نہ غم یاد رہا   ہاں تیرا سلسلۂ حسن کرم یاد رہا

Marfat.com

امام ابن تیمیہؒ کے شب وروز

احقر نے جب "الکوکب الدریہ" کے حوالے سے جب اُن کے ایک معاصر سے اُن کے شب وروز کا مشغلہ اور اخلاص وانہماک کا دریافت کیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا :۔

ماخالط النّاس فی بیع ولاشراء ولا معاملة ولا تجارة ولامشارکة ولا مزارعة ولاعمارة ولاکان ناظرًا اومباشرًا لمال وقف ولم یقبل جرایة ولاصلة لنفسه من سلطان ولا امیر ولاتاجر ولاکان مدخرًا دینارًا و لادرهمًا ولامتاعًا ولاطعامًا وانما کانت بضاعته مدة حیاته و میراثه بعد وفاته رضی الله عنه العلم، اقتداءً بسید المرسلین، فانهٗ قال، العلماء ورثة الانبیاء وان الانبیاءُ لم یورثوا دینارًا ولا درهمًا ولکن ورثوا العلم فمن اخذ به اخذ بحظٍ وافر۔

انہوں نے لوگوں کے ساتھ بیع وشراء، معاملہ تجارت، شرکت، زراعت، عمارت وغیرہ کسی قسم کا تعلق نہیں رکھا نہ کبھی کسی مالی وقت کے نگران یا متولی رہے نہ کبھی انہوں نے حکومت کا وظیفہ یا کسی سلطان، حاکم یا تاجر کی پیشکش قبول کی نہ کبھی انہوں نے دینار درہم یا سامان یا خوراک جمع کی، اُن کا سرمایہ اور ان کی پونجی جب تک وہ زندہ رہے اور جب انتقال کیا تو اُن کی میراث ہی علم تھا اور یہ سُنّتِ نبویؐ ہے کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے "علماء وارثین انبیاء ہیں، انبیاء نے دینار ودرہم کبھی میراث میں نہیں چھوڑے" انہوں نے علم کی میراث چھوڑی جس کو یہ میراث ملی وہ بڑا خوش نصیب ہے۔

زندگی بھر صرف ایک ہی مشغلہ رہا

امام ابن تیمیہؒ کے مشاغل وافکار، علم ودین کے انہماک اور مصروف زندگی نے ان کو اس کی بھی مُہلت نہ دی کہ وہ اپنے قلبی توجہات، فکر[illegible]ت اور علم و انشغال میں کچھ حصہ اپنی بیوی یا بچوں کو دے سکیں، اس لیے وہ نکاح کی فرصت بھی نہ پا سکے، انہوں نے ساری عمر تجرّد اور طالب علمانہ ومجاہدانہ زندگی میں گذار دی۔ "الکوکب الدریہ" کے حوالے سے بہت سے معتبر لوگوں کا یہ بیان بھی نقل کیا گیا ہے کہ :۔

Marfat.com

انہ کان قد قطع جل وقتہ وزمانہ فی العبادۃ حتی انہ لم یجعل لنفسہ شاغلۃ لشغلہ عن اللہ ومایزاولہ لامن اھل ولامن مال۔

انہوں نے اپنا سارا وقت اور پورا زمانہ عبادت میں مصروف کر رکھا تھا، یہاں تک کہ انہوں نے اپنی ذات کے لیے کوئی دوسرا مشغلہ ہی اختیار نہیں کیا جو ان کو اللہ تعالیٰ سے مشغول کرے اور جس میں وہ منہمک ہوں نہ گھر والے نہ مال۔

علم ان کی غذا تھا

آج ہم اپنے دینی مدارس، درسِ نظامی کے اساتذہ، دارالافتاؤں کے مفتی، جامعات کے شیخ الحدیث اور شیخ التفسیر کو دیکھتے ہیں تو بظاہر عمومی رجحان یہی محسوس ہوتا ہے کہ علم یا خدمتِ علم یا علمی مشغلہ مدرسین اور مفتیوں کے لیے ایک ضرورت، وقتی مشغلہ اور خدمت کی حیثیت رکھتے ہیں مگر امام ابنِ تیمیہؒ کے لیے وہ غذا اور اوڑھنا بچھونا بن گیا تھا اور ان کی فطرت کا جزءِ لاینفک بن گیا تھا۔ یہی بات جب شیخ سراج الدین ابوحفص البزارؒ کے سامنے آئی تو انہوں نے بھی اس کی شہادت دی اور ارشاد فرمایا:۔

وکان العلم کانہ قد اختلط بلحمہ ودمہ وسایرہ فانہ لم یکن مستعاراً بل کان لہ شعاراً ودثاراً۔

(الکوکب الدریۃ)

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ علم ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گیا ہے اور گوشت پوست بن گیا ہے، علم ان کے لیے کوئی عارضی اور وقتی مانگے کی چیز نہیں تھی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔

اخلاص کا ثمرہ

یہ سب کچھ ان کے اخلاص و للہیت کا ثمرہ ہے کہ انہوں نے ۶۷ سال کی مصروف اور پُراز حوادث واقعات اور تلاطم خیز زندگی میں تصنیفات و تحقیقات اور علمی آثار کا ایک ایسا ذخیرہ چھوڑا جو اہلِ علم کی ایک پوری جماعت کے لیے سرمایۂ فخر بن سکتا ہے۔ اپنے علمی اشتغال و والہیت اور خلوص و للہیت کی برکت سے وہ ایک نئے دور کے بانی اور ایک عہد آفرین شخصیت قرار پائے۔

دورِ حاضر کے بعض نام لیوایان ابنِ تیمیہؒ کی گفتگو، درسی تقاریر، عوامی خطاب یا تحریری مناظرے دیکھئے تو اس سے عام لوگ یہ قیاس بھی کر لیتے ہیں کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ محض

Marfat.com

ایک متکلم ومناظر اور محدث وفقیہ (جدلی) تھے، وہ ایک نہایت ذہین وذکی، وسیع العلم، قوی الحجۃ اور ایک عالم ظاہر سے زیادہ کچھ اور نہیں تھے۔ ان کے متاخر متبعین ومنتسبین کو دیکھ کر یہی متبادر ہوتا ہے کہ انہیں ایک محدثِ خشک اور عالم ظاہر بین سے زیادہ کوئی اور مقام حاصل نہ ہو سکا۔

وہ ایک عارف باللہ تھے

مگر مجھے بحمداللہ ابن تیمیہؒ سے علمی ورُوحانی اور کتابی ملاقاتوں میں وہ اپنے اخلاق واذواق، عادات وشمائل اور اشغال واعمال میں ایک محقق عارف باللہ اور اہل اللہ ہی نظر آئے، وہ ولایت کی منازل پر فائز اور اُس کے مقاصد سے بہرہ مند تھے۔ گو انہوں نے باضابطہ مروجہ سلوک ومعرفت کے راستے طے نہ کیے ہوں مگر پھر بھی ذوق ومعرفت، ایمانِ حقیقی، یقین واخلاص واستقامت اور تزکیۂ باطن، تہذیبِ اخلاق، کامل اتباعِ سُنت اور فنانی الشریعت جیسے اہم اور حقیقی مقاصد سے انہیں حصہ وافر ملا تھا۔ ان کے بے تکلف حالات واذواق، اخلاق وعادات اور کیفیات دیکھ کر اس بات کی شہادت دی جاسکتی تھی کہ وہ عارفین ومحققین اور مقبولین وکاملین میں سے تھے۔

غلبۂ عبدیت اور ذوقِ استغفار

مجھے شوق تھا کہ ابن تیمیہؒ کو عملی زندگی میں دیکھوں۔ اُن کی نماز، اُن کی دُعا، اُن کا ذکر اور اُن کی انابت الی اللہ کی کیفیات کا مشاہدہ کروں، شاید اپنی اور اپنے قارئین کی زندگی سُدھر سکے۔ امام ذہبیؒ نے میرا ہاتھ پکڑا اور "الکوکب الدریۃ" کے حوالے سے امام ابن تیمیہؒ کے پاس لے گئے، امام عالی مقام نے ارشاد فرمایا۔

انہ لیقف خاطری فی المسئلۃ اوی الشئی اوالحالۃ التی تشکل علی فاستغفر اللہ تعالیٰ الف مرۃ اواکثر اواقل حتیٰ ینشرح الصدر وینجلی اشکال ما اشکل۔	کسی وقت کسی مسئلہ میں میری طبیعت بند ہو جاتی یا کسی حالت یا کسی معاملہ میں مجھے اشکال پیش آجاتا ہے تو میں ایک ہزار بار استغفار کرتا ہوں یا اس سے کم یا زیادہ یہاں تک کہ بدلی چھٹ جاتی ہے اور اشکال رفع ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

دست بہ کار، دل بہ یار

میں نے جرأت کر کے عرض کیا حضرت! آج تو عام لوگ بلکہ مذہبی لوگ بھی جب جلسہ کرتے ہیں تو ذکر اذکار یا "دست بہ کار دل بہ یار" کی کیفیت تو کجا، فرض نماز تک چھوڑ دیتے ہیں، کیا آپ کو بھی ایسی کیفیات پیش آتی ہیں؟ ارشاد فرمایا: اس کیفیت میں جلوت، مجمع، بازار، شور و شغب، کوئی چیز مانع نہیں ہوتی:-

واکون اذ ذاک من السوق او المسجد او الدرب او المدرسة لا یمنعنی ذٰلک من الذکر والاستغفار الیٰ ان انال مطلوبی۔

(الکواکب الدریۃ)

ایسی حالت میں میں کبھی بازار میں، کبھی مسجد میں یا گلی یا مدرسہ میں ہوتا ہوں لیکن ذکر و استغفار میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آتی اور برابر مشغول رہتا ہوں یہاں تک کہ مطلوب حاصل ہو جاتا ہے۔

امام ابن تیمیہؒ کو دیکھا تو مجھے کیفی مرحوم یاد آگئے، فرماتے ہیں ؎

نہیں آساں ہر خواہش غم جاناں پہ تج دینا
مگر میرے دل پر غم نے یہ منزل بھی سر کی ہے

کشکول گدائی

امام ابن تیمیہؒ کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ انہیں ہر دم اور ہر وقت اپنی بے بسی و بے چارگی، تہی دستی و بے بضاعتی کا ایسا احساس پیدا ہو گیا تھا کہ وہ عام مسائل اور استنباط و استخراج احکام میں بھی کشکولِ گدائی لے کر آستانۂ شاہی پر کھڑے ہو جاتے تھے اور خدائی کا صدقہ اور رحمت کی بھیک مانگتے تھے اور اُن کے رُوئیں رُوئیں سے گویا یہ صدا نکلتی تھی ؎

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو   شیئاً للّٰہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیلِ ما   آفریں بر دست و بر بازوئے ما

حقیقی علم

یہ تو میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ آج جن لوگوں کو قدرے علمی شغل میسر آجائے، کچھ لکھنے لکھانے، بحث و تحقیق کے مواقع میسر آجائیں یا کوئی درس و تدریس کی خدمت کا موقع مل جائے تو تہجد و نوافل جاتے رہتے ہیں، تلاوتِ قرآن متروک ہو جاتی ہے، اذکار و اذکار کے مشاغل اور مراقبہ بیکار اور فارغ لوگوں کا کام بتایا جاتا ہے اور جب کچھ تنبیہ کی جائے تو

Marfat.com

کہتے ہیں ہمارا ایک مسئلہ پر غور و فکر ایک ہزار رکعت کی عبادت سے افضل ہے ___ مگر جن کو حقیقی علم کا کچھ حصہ مرحمت ہوتا ہے تو ان کو عبادت و ریاضت کی دولت بیدار سے بھی حصۂ وافر مل جاتا ہے۔

امام ابنِ تیمیہؒ کا ناشتہ

ان کو خلوت و مناجات اور نوافل و عبادات کیلئے بیتابی رہتی ہے۔ ایسے اہل اللہ اور اہلِ ذوق کی طاقت اور نشاط ذکر و عبادت سے قائم ہوتی ہے اور اگر کبھی اس میں فرق آجائے تو ان کی قوت جواب دے جاتی ہے اور ان کو محسوس ہوتا ہے کہ جیسے فاقہ سے ہوں میں نے جب "الرد الوافر" کے حوالے سے علامہ ابن قیمؒ سے امام ابن تیمیہؒ کی زندگی کا یہ باب معلوم کرنا چاہا تو انہوں نے ارشاد فرمایا۔

وکان اذا صلی الفجر یجلس فی مکانه حتی یتعالی النهار جدًا یقُولُ هٰذه غدوتی لولم اتغد هٰذه الغدوة سقطت قوای۔

نماز فجر کے بعد اپنی جگہ بیٹھے رہتے یہاں تک کہ دن اچھی طرح سے چڑھ آتا، کوئی پوچھتا تو فرماتے کہ یہ میرا ناشتہ ہے اگر میں یہ ناشتہ نہ کروں تو میری قوت میں سقوط ہو جائے اور میرے قُوای کام نہ کریں۔

ؔ دیکھے بہت ہم نے بھی پُر کیف مناظر
لیکن تیرے کوچہ کی فضا اور ہی کچھ ہے
یہ نغمۂ عشرت سے ہم آہنگ نہ ہو گا
سازِ دل فطرت کی نوا اور ہی کچھ ہے

سخاوت و ایثار

سوانح احقر کا پسندیدہ مطالعاتی موضوع ہے۔ ابتدائے شعور سے اب تک خدا کا فضل ہے بہت سے سوانح سے مطالعہ و استفادہ حاصل کیا ہے، سب میں یہ چیز قدرِ مشترک پائی ہے کہ شرح صدر کی دولت اور ایمان و یقین کی حقیقت جس کو بھی نصیب ہوئی ہے سخاوت و ایثار بطورِ نتیجہ اس کا ترجیحی عمل رہا ہے جس کو بھی اس حقیقی دولت کا حصہ ملتا ہے سخاوت و ایثار اس کا شعار بن جاتا ہے۔ اس لحاظ سے جب امام ابنِ تیمیہؒ کو دیکھنا ہو اور اُن کے اس پہلو سے اپنی عملی زندگی کو سنوارنا چاہا

Marfat.com

تو الحافظ ابن فضل اللہ العمری ؒ جو کہ اُن کے معاصر ہیں، نے موصوف کا حال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :۔

کانت تاتیہ القناطیر المقنطرۃ مِنَ الذَّھَبِ والفضۃ والخیل والانعام والحرث فیھب ذٰلک باجمعہ ویضعہ عند اھل الحاجۃ فی موضعہ لا یاخذ منہ شیئًا الّا یھبہ ولا یحفظہ الا لیذھبہ۔

ان کے پاس ڈھیروں سونا چاندی اعلیٰ اصیل گھوڑے، جانور، املاک و اموال آتے وہ سب کا سب اٹھا کر دوسروں کو دے دیتے یا اہلِ ضرورت کے پاس رکھوا دیتے اور صرف دینے کے لیے لیتے اور صرف عطا کرنے کے لیے اُٹھا رکھتے۔

ان کی عملی زندگی اور جود و سخا کا کچھ اور ہی عالم تھا، اگر دینے کے لیے کچھ نہ ہوتا تو اپنا کپڑا اتار کر دے دیتے۔

کان یتصدق حتی اذا لم یجد شیئًا نزع ثیابہ فیصل بہ الفقراء۔

وہ صدقہ کرتے تھے اور جب کچھ پاس نہ ہوتا تو اپنا کوئی کپڑا ہی اٹھا کر دے دیتے اور اہلِ حاجت کی کار برآری کرتے۔

دشمن سے حسن سلوک

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ سے جوں جوں ہمارا ربط و تعلق خاطر اور مطالعاتی استفادہ بڑھتا گیا وہ مزید نکھرتے اور واضح ہو کر سامنے آتے گئے ـــــ اب کے بار جب اُن کے "ایثار و قربانی" کے حالات و کیفیات سُنے تو حیرت کی انتہاء نہ رہی۔ یوں تو ایثار کے متعدد پہلو ہیں مگر سب سے زیادہ نازک ترین مقام یہ ہے کہ آدمی اپنے دشمنوں اور حریفوں کے ساتھ فراخدلی بلکہ عفو و احسان اور اس سے آگے بڑھ کر دعا و خیر خواہی کے ساتھ پیش آئے۔ عام طور پر یہی دیکھا اور سمجھا ہے کہ یہ مقام ان ہی لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو انانیّت اور حظوظِ نفس سے بہت آگے بڑھ چکے ہوں۔ جب موصوف کے تلمیذِ رشید امام ابن قیمؒ سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بڑی صفائی کے ساتھ بغیر کسی مبالغہ کے ارشاد فرمایا کہ:۔

امام ابن تیمیہؒ اپنے دشمنوں کے لیے بھی خصوصیت سے دعائے خیر کا اہتمام کیا کرتے تھے

Marfat.com

خود اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہوئے یہ شہادت دیتے ہیں کہ میں ایک روز ان کے سب سے بڑے حریف اور ایک ایسے صاحب کی وفات کی خبر لیکر آیا جو عداوت اور ان کو ایذاء پہنچانے میں سب سے آگے تھے، انہوں نے مجھے جھڑک دیا اور منہ پھیر لیا، اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون ط پڑھا۔ پھر فوراً اُس آدمی کے مکان پر گئے، ان کی تعزیت کی اور پسماندگان سے فرمایا مجھے ان کی جگہ پر سمجھنا، جس چیز کی تم کو ضرورت ہوگی میں تمہاری اس میں مدد کروں گا۔ اسی طرح اُن سے ایسی ملاطفت اور دلجوئی کی باتیں کیں جن سے وہ نہایت مسرور ہوئے اور ان کو بڑی دعائیں دیں، اور ان کو اس پر سخت استعجاب ہوا۔

ہر کہ مارا رنج دادہ راحتش بسیار بود ارباب علم و دانش اور اہلِ دل حضرات اس پر متفق ہیں کہ عفو و احسان، اعداء و مخالفین کے ساتھ شفقت و مرحمت کا مقام عالی ایثار سے بہت بلند اور آگے کا مقام ہے۔ یہ وہ مقام ہے جو صدیقین اور خواص کو ملتا ہے۔ امام ابن تیمیہؒ اس مقام پر فائز تھے، گویا زبانِ حال سے وہ یہ کہتے تھے جو اسی مقام کے کسی صاحبِ حال شاعر نے فارسی میں کہا ہے ؎

ہر کہ مارا یار نبود ایزد اورا یار بود
ہر کہ مارا رنج داد راحتش بسیار بود
ہر کہ اندر راہ ما خارے نہد از دشمنی
ہر گلے کز باغ عمرش بشگفد بے خار باد

ہزار کرامتوں سے بلند ہزار فضیلتوں سے بالاتر اختر کا قلب حزیں جسے سوسائٹی کی بے مہری، قانون کی سنگدلی اور زندگی کی محرومیوں نے پتھر کی طرح سخت کر دیا تھا، اب شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہؒ کے قرب و استفادہ کی دلنوازیوں سے بے اختیار پگھلنے لگا، ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ روح کو اُن کی نگاہِ محبت نے خرید لیا ہے ——— اور یہ کوئی اچنبھے اور تعجب کی بات نہیں اللہ والوں کی مجالس کی تاثیر ہی یہی ہوتی ہے ——— اللہ والوں کو بھی یہ مقام آسانی سے نہیں ملتے تب وہ ان مراتبِ عُلیا سے نوازے جاتے ہیں جب وہ بے نفسی وللّٰہیت اور ہضمِ نفس اور انکارِ ذات کے

Marfat.com

درجۂ عُلیا پر پہنچ جاتے ہیں۔ فروتنی و بے نفسی اہل اللہ کی خاص صفت اور ایسا مرتبۂ کمال ہے جو ہزار کراموں سے بلند اور ہزار فضیلتوں سے بالاتر ہے ــــــ ہمیں تو اب کے بار امام ابن تیمیہؒ نے اپنا ایسا گرویدہ بنا لیا کہ جب سے اُن کی محفل میں آئے دُوسری طرف نظر اُٹھتی ہی نہیں، اُن سے استفادہ اور اُن کے مطالعہ نے بس اُن ہی کا بنا دیا ہے ؎

کم نہیں ہے آبِ حیواں سے محبت کی شراب
دل یہ مٹے پینیا رہا اور نوجوان بنتا رہا

تجدیدِ اسلام

اور ایسا کیوں نہ ہو کہ شیخ الاسلامؒ نے بھی مرجع بننے کے بعد راجع الی اللہ بننے کو زندگی کا ہدف بنائے رکھا۔ یہی وجہ تھی کہ اُن کی زبان پر یہ کلمات بغیر کسی تصنع یا بناوٹ کے ہر وقت جاری رہتے۔ مالی شیٔ ولا منی شیٔ ولا فی شیٔ اور جب کوئی اُنکے سامنے اُن کے منہ پر اُن کی تعریف کرتا تو امام عالیمقام ارشاد فرماتے :-

واللہ! انی الان اجدد اسلامی کل وقت ما اسلمت بعد اسلاماً جیدًا۔	خدا کی قسم میں ابھی تک برابر اپنے اسلام کی تجدید کرتا رہتا ہوں اور ابھی تک نہیں کہہ سکتا کہ کامل طور پر مسلمان ہوں۔

بے نفسی و عبدیت

اپنے اکابر اساتذۂ کرام اور مشائخ حدیث سے بارہا یہ سُنا ہے کہ بے نفسی اور عبودیت کے اس درجہ پر پہنچکر آدمی کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وہ اپنا نہ کسی پر کوئی حق سمجھتا ہے نہ اس کا کوئی مطالبہ کرتا ہے نہ اس کو کسی سے شکایت ہوتی ہے، نہ اپنے نفس کا انتقام لیتا ہے۔ یہی بات جب ہم نے "مدارج السالکین" اور امام ابن قیمؒ کے واسطے سے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ سے دریافت کی تو انہوں نے ارشاد فرمایا :-

العارف لایریٰ لہٗ علیٰ احد حقًا ولا یشھد لہٗ علیٰ غیرہ فضلاً ولذٰلک لا یعاقب ولا یطالب ولا یضارب۔	عارف اپنا کسی پر کوئی حق نہیں سمجھتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ اس کو کسی پر کوئی فضیلت حاصل ہے اس لیے نہ وہ کسی کی شکایت کرتا ہے نہ مطالبہ کرتا ہے اور نہ مار پیٹ کرتا ہے۔

Marfat.com

حضرت امام ابن تیمیہؒ کے شب و روز کے احوال، کیفیات اور اذواق سے جو کچھ سمجھا تھا اُن کے اس ارشاد سے بھی یہی ذہن میں آیا کہ موصوف اپنے اس ارشادِ حدیث دیگراں میں بھی اپنا حال بیان کر رہے ہیں ؎

ملیں گے حُسن کو موجود ہر جگہ ہم بھی
وہ جس مقام سے چاہے ہمیں پکارے تو

زندگی میں جنّت کی بہاریں

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی زندگی دنیا میں بھی قابلِ رشک اور مثلِ بہارِ جنّت تھی۔ موصوف کو ایمان و یقین اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحیح تعلق و انابت کا بلند مرتبہ حاصل تھا مخلوق سے آزادی اور قلبی بے تعلقی کے بعد انسان کو جو سکینت اور سرور حاصل ہوتا ہے تو بس زندگی ہی میں گویا جنّت کا مزہ آنے لگتا ہے۔ میں اسی تصور میں تھا اور اس تخیل سے اپنی اجیرن زندگی کو راہِ عمل کے سنگِ میل کی طرف مائل کر رہا تھا کہ خود امام ابن تیمیہؒ کی روح نے دستگیری کی اور ارشاد فرمایا۔ ہاں ہاں! واقعہ بھی تو یہی ہے جو تم خیال کر رہے ہو۔

ان فی الدنیا جنۃ من لم یدخلھا لم یدخل جنۃ الاٰخرۃ۔	دُنیا میں مومن کے لیے ایک ایسی جنّت ہے کہ جو اس میں یہاں داخل نہیں آخرت کی جنّت سے بھی محروم رہے گا۔

امام ابن تیمیہؒ ایک مرتبہ اپنے اعداء و مخالفین کی ایذا رسانیوں سے ردِّ عمل کے طور پر جوش میں آکر بے اختیار پکار اُٹھے۔

مایصنع اعدائی بی کان جنتی و بُستانی فی صدری ان رحت فھی معی لا تفارقنی۔	میرے دشمن میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں میری جنت اور میرا باغ میرے سینے میں ہے جہاں جاؤں گا وہ میرے ساتھ ہے۔

؎ دل میں اِک جذبۂ بیتاب اگر ہے موجود
منزلِ یار کو دو گام میں جا لینا ہے

قرآنِ حکیم کا جامع اور دلنشیں طرزِ استدلال

کل کی طرح آج بھی درسِ نظامی میں فلسفہ و منطق اور علمِ کلام کی معتدبہ کتب

Marfat.com

شامل نصاب ہیں۔ وفاق المدارس العربیہ نے بھی اپنے نصاب تعلیم میں بعض کتابوں کو درجۂ تکملہ میں اور بعض کو ریگولر نظامِ تعلیم میں جُوں کا تُوں رکھا ہُوا ہے۔ سرحد اور بلوچستان کے بعض دور دراز علاقوں میں اب بھی صورتحال یہ ہے کہ قرآن و سنّت کے متبحر عالم دین پر منطق و فلسفہ جاننے والے کو بڑا عالم سمجھا جاتا ہے اگرچہ وہ ناظرہ قرآن بھی نہ پڑھ سکے اور قرأت و تجوید کی ابجد سے بھی واقف نہ ہو ــــ میرا اپنا ذہن بھی یہی ہے اور یہی کچھ اساتذۂ کرام سے سیکھا ہے کہ مقاصدِ شریعت، حقائقِ غیبیہ اور حقائقِ دینیہ کے لیے سب سے بہتر، طاقتور اور دلنشین اسلوب وطرزِ استدلال قرآن کا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی خدمت میں حاضری و استفادہ اور مطالعاتی ملاقات میں یہ عقدہ بھی حل ہو گیا، چنانچہ انہوں نے ارشاد فرمایا۔

ــــ "اہلِ کلام اور اہلِ فلسفہ نے مطالبِ الٰہیہ پر جو دلائلِ عقلی قائم کیے ہیں اُن کے مقابلہ میں قرآن مجید کے دلائل کہیں زیادہ مکمّل اور بلیغ و مؤثر ہیں، پھر اس کے ساتھ وہ ان بڑے بڑے مغالطوں سے بھی پاک و صاف ہیں جو ان فلاسفہ و متکلمین کے دلائل میں پائے جاتے ہیں" ــــ "نیز اسی محفل میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ قرآن مجید میں جو عقلی اور برہانی قیاسات اور ربوبیّت، الٰہیت، وحدانیت، خدا کے علم و قدرت، امکانِ معاد وغیرہ جیسے مطالب عالیہ اور معارفِ الٰہیہ کے جو دلائل مذکور ہیں وہ شریف ترین علوم و معارف ہیں جن سے نفوسِ انسانی کی تکمیل ہوتی ہے" ــــ

صحابۂ کرامؓ کامل ترین خلائق تھے

سلسلۂ کلام جاری تھا، موضوع متعیّن ہو چکا تھا، حضرت شیخ الاسلام خصوصی جُود و سخا اور توجّہ و عنایت کے موڈ میں تھے۔ اسی مناسبت سے احقر نے حضرات صحابۂ کرامؓ اور منطق و فلسفہ اور علمِ کلام سے اُن کی ناشناسائی کا استفسار کیا اور اپنے اس یقین کا اظہار کیا کہ حضرات صحابۂ کرامؓ کو جو نبوت کے فیضیافتہ تھے، جو معرفت و علوم حاصل ہوئے وہ تو بڑے مکمل اور گہرے ہیں اور ان میں تکلّف کا نام و نشان نہیں ہے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ موج میں آگئے بڑے وجد اور جذب و ذوق سے فرمایا کہ صحابہؓ تو صحابہؓ تھے اور متاخرین جو فلسفہ اور علم کلام

Marfat.com

سے متاثر تھے، دونوں میں بڑا فرق ہے، زمین اور آسمان کا فرق ہے۔

"صحابہ کرامؓ باوجود اس کے کہ علمِ نافع اور عملِ صالح کے اعتبار سے کامل ترین خلائق تھے؛ تکلفات سے بالکل پاک و بری تھے کسی صحابیؓ کی زبان سے ایک یا دو لفظ حکمت و معارف کے نکل جاتے ہیں اور ان دو لفظوں کے اثر و برکت سے پوری کی پوری قوم کو ہدایت نصیب ہو جاتی ہے، یہ اس اُمت پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس کے مقابلے میں دوسرے لوگ صفحے کے صفحے ان تکلفات و شطحات سے بھر دیتے ہیں جو محض غیر ضروری مباحث اور نو ایجاد آراء و نظریات ہیں۔"

شیخ الاسلامؒ کا نظریۂ منطق

بات منطق کی چل نکلی تو احقر نے منطق کے بارے میں بھی اُن کی قطعی رائے اور فیصلہ معلوم کرنا چاہا اور "الرد علی المنطقیین" کے حوالے سے جب استفسار کیا تو ارشاد فرمایا۔

انی کنت دائماً اعلم المنطق الیونانی لا یحتاج الیہ الذکی ولا ینتفع بہ اللبید۔

میرا ہمیشہ سے یہ خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو فطری ذکاوت عطا فرمائی ہے اُس کو تو اس یونانی منطق کی ضرورت نہیں اور جو اس ذکاوت سے محروم ہے اس کو اس منطق سے کچھ بڑا فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

صحابہ کرامؓ کی برکتیں

مملکتِ عزیز پاکستان میں ایک ٹولہ عدوانِ صحابہ کا بھی رہتا ہے۔ جب سے ایران میں خمینی انقلاب آیا ہے تب سے یہ لوگ جری ہو گئے ہیں۔ گذشتہ سال حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ کو شہید کر دیا گیا، اس سال کے آغاز میں مولانا ایثار القاسمیؒ کو شہید کر دیا گیا، اور اب اہل السنۃ والجماعۃ کے کئی راہنماؤں کو قتل کر دیئے جانے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ یہاں پر صحابہ کرامؓ کا مشن آگے نہ بڑھے، صحابہ کرامؓ کی عظمت باقی نہ رہے۔ کچھ اس قسم کا استفسار لے کر جب امام ابن تیمیہؒ سے استفادہ کی درخواست کی تو ارشاد فرمایا۔

Marfat.com

"اس وقت سے لیکر قیامت تک مسلمانوں کے پاس جو کچھ خیر ہے مثلاً ایمان و اسلام، قرآن، علوم و معارف، عبادات، دخولِ جنت، جہنم سے نجات، کفار پر غلبہ، اللہ کے نام کی بلندی، یہ سب صحابہ کرامؓ کی برکت ہے جنہوں نے دین کی تبلیغ کی اور اللہ کے راستہ میں جہاد کیا۔ جو مومن بھی ایمان لایا اللہ پر اس پر صحابہ کرامؓ کا احسان قیامت تک رہے گا، اور شیعہ وغیرہ کو بھی جو کچھ خیر حاصل ہے وہ صحابہ کرامؓ کی برکت ہے اور صحابہ کرامؓ کی خیر خلفاء راشدین کے تابع ہے اس لیے کہ وہ دین و دنیا کی ہر خیر کے ذمہ دار اور سرچشمہ تھے۔"

امام ابن تیمیہؒ نے جو کچھ فرمایا درست اور بجا فرمایا۔ اور ظاہر ہے کہ اس وقت مسلمانوں کے پاس علم و دین کا جو کچھ سرمایہ ہے، خیر و برکت کا جو کچھ ذخیرہ ہے، شعائر اسلام کی بلندی، اسلام کی اشاعت، عمل خیر کے جو کچھ محرکات اور جو کچھ توفیق خیر ہے، اور اگر سچ پوچھئے تو عالم انسانیت میں اس وقت جو کچھ صلاح و خیر نظر آ رہی ہے وہ سب صحابہ کرامؓ کی جانفشانیوں، اخلاص، علو ہمت، ایثار اور قربانیوں کا نتیجہ اور ان کے نفوس قدسیہ کی برکت اور نورانیت ہے۔

Marfat.com

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ

۴۵۰ھ ـــــــــــ ۵۰۵ھ

آج صبح سے یہ خیال آ رہا تھا کہ موجودہ ترقی یافتہ دور میں لٹریچر، مطالعہ، اخبارات و رسائل اور تبلیغ و اشاعت دین میں بھی جدید ذرائع کے استعمال کے باوجود عالم اسلام میں باطل پرست تحریکیں اپنے اسلام دشمن پروگرام میں بڑی حد تک کامیاب ہو رہی ہیں جس کے سبب خود مسلمانوں میں دینی شعور کی کمی، حرارتِ ایمانی کا ضعف، غیرتِ اسلامی کا فقدان اور روحِ جہاد کی کمیابی عام ہو گئی ہے۔ نفع طلبی اور مادہ پرستی کے سیلاب نے عالم اسلام کے جزیرے کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ بلادِ عرب و عجم میں گھوم پھر کر دیکھا جائے تو ابولہب کے نمائندے ہر جگہ نظر آئیں گے لیکن روحِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار لوگ کبریتِ احمر اور عنقا سے بھی زیادہ کمیاب بلکہ نایاب ہیں ؎

در عجم گردیدم و ہم در عرب
مصطفےٰ نایاب ارزاں بولہب

علمی و دینی اور اسلامی قیادت کا فقدان

کرۂ ارض پر چشمِ تصور سے مسلمانوں کی زندگی میں اس زوال و اضمحلال کو دیدۂ عبرت نگاہ سے دیکھ رہا تھا اور روح خون کے آنسو رو رہی تھی کہ اچانک حجۃ الاسلام امام غزالیؒ سے "کیمیائے سعادت" کے حوالہ سے علمی و روحانی اور کتابی دریچہ سے ملاقات ہو گئی، زبانِ حال سے ارشاد فرمانے لگے کہ کیا سوچ رہے ہو؟ عالم اسلام کی زبوں حالی؟ یہ سب کچھ اپنے ہی اعمال کی شامت ہے۔ صحیح قیادت، اسلامی اور علمی قیادت کا فقدان ہے۔ مسلمان ریاستوں کے حکمران "قیادت" کا دعویٰ کرتے ہیں، اسلام کی عظمت کے گیت گاتے ہیں، بڑے پیار سے اسلام کا نام لیتے ہیں مگر اسلام کا کام نہیں کرتے۔ جسم کھتے ہیں

Marfat.com

مگر دھڑکتا ہُوا دل نہیں رکھتے۔ ارشاد فرمایا۔

"حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہا اللہ کی ایک لونڈی تھی وہ ایک دن سو کر جو اُٹھی تو کہنے لگی امیرالمؤمنین! آج مَیں نے عجیب و غریب خواب دیکھا ہے، آپ نے فرمایا جلدی بیان کرو۔ کہنے لگی مَیں نے دیکھا دوزخ کو کہ وہ بھڑک رہی ہے اس پر پلصراط رکھا گیا ہے اور فرشتے خلفاء کو لائے، پہلے خلیفہ عبدالملک بن مروان کو دیکھا کہ اسے فرشتے لائے اور حکم دیا کہ اس پر چلو، وہ تھوڑی دیر چلا اور گر پڑا۔ آپ نے فرمایا جلدی بیان کرو پھر کیا ہُوا؟ کہنے لگی اس کے بعد اس کے بیٹے ولید کو لایا گیا اُس کا بھی وہی حال ہُوا، پھر سلیمان بن عبدالملک کو لایا گیا وہ بھی اسی حال سے دوچار ہُوا، پھر آپ کو لایا گیا.... کنیز نے اتنا کہا تھا کہ آپ نعرہ مار کر بیہوش ہو کر گر پڑے، کنیز چیختی رہی کہ بخدا مَیں نے آپ کو سلامتی کے ساتھ پار اُترتے دیکھا، وہ غریب شور مچاتی رہی مگر آپ کا بُرا حال تھا۔"

اے لاالٰہ کے وارث میں نے یہ واقعہ سُنا تو حیرت کی انتہا نہ رہی اور یقین ہو گیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دور جو مثالی تھا اس کی وجہ صحیح قیادت تھی وہ صحیح معنوں میں اسلامی توحید کے وارث تھے، ان کے پاس خلوص تھا جس سے ان کا کلام ساحر بن جاتا تھا جو دلوں کو موہ لیتے تھے اور عمل عمل قاہر بن جاتا تھا جس سے وہ سرکشوں کو مُسخر کر لیتے تھے، ان کی نگاہ مردافگن اور صاعقہ فن تھی، اس کے برعکس آج کی قیادت میں نہ وہ کدح ہے اور نہ وہ جذب و کشش، لاہوری قلندرؒ فرماتے ہیں ؎

اے لاالٰہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں
گفتار دلبرانہ کردار قاہرانہ
تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے
کھو گیا ہے تیرا جذب قلندرانہ

مقام مراقبہ جب میں نے یہ عرض کرنا چاہا کہ قومی سطح پر ایک ایسی قیادت جو ملّت کی

ڈولتی ہوئی کشتی کو کنارے لگا دے' ایک بڑا تصور ہے! یہاں تو ایک خاندان، ایک محلہ، ایک تنظیم کی قیادت یا امام کے لیے اپنے مقتدیوں کی قیادت بھی وہ ثمرات اور نتائج نہیں دے رہی جو خدا اور رسولؐ کو مطلوب ہیں۔ تو ارشاد فرمایا "محاسبۂ آخرت کی فکر اور معیتِ پروردگار کا مراقبہ کرنا چاہیئے، اسے اصطلاح صوفیا میں "مقام مراقبہ" کہتے ہیں جس کا معنیٰ ہے پاسبانی اور نگہبانی کرنا، جس طرح کوئی شخص اپنی جمع پونجی اپنے شریک کار کے سپرد کر کے شرائط طے کر لیتے ہیں اور اس سے غافل نہیں رہتے' اس کے تمام معاملات پر نظر رکھتے ہیں۔ اسی طرح ہر گھڑی نفس پر نظر رکھنا بھی ضروری ہے، اس سے غافل رہے گا تو کاہلی اور شہوت کی وجہ سے پھر اپنی طبعی کج روی پر اتر آئے گا اور سرکشی کرنے لگے گا۔

اصل مراقبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو میرے افکار و خیالات کی پوری پوری خبر ہے، مخلوق تو محض ظاہری طور پر دیکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن دونوں کو دیکھتے ہیں جس شخص پر یہ بات غالب آگئی اس کا ظاہر و باطن ادب سے آراستہ ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی (سورۃ العلق ۱۴)	کیا بندہ یہ نہیں جانتا کہ حق تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔

مقام مشاہدہ احقر کا خیال تھا کہ مقام مراقبہ سے مقام مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا مقام مشاہدہ ایک تمثیل سے مزید واضح ہو جائے گا۔

"ایک پیر صاحب کا کوئی مرید تھا، پیر صاحب دوسرے مریدوں سے زیادہ اسکی رعایت کرتے تھے، دوسرے مرید اسے محسوس کرتے، پیر صاحب نے ہر مرید کو ایک ایک چڑیا دے کر فرمایا کہ اسے ایسی جگہ ذبح کر کے لاؤ جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو، ہر مرید خالی جگہ پا کر اسے ذبح کر کے لایا مگر وہ محبوب مرید اسی طرح زندہ چڑیا واپس لایا اور عرض کیا حضرت! مجھے کوئی ایسی جگہ نہیں ملی جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو' اسلیئے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ دیکھتے ہیں چنانچہ پیر صاحب نے فرمایا کہ اس واقعہ سے اس شخص کا مرتبہ معلوم کر لو کہ یہ ہمیشہ مشاہدے میں رہتا ہے"۔

جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ سلف صالحین

Marfat.com

کے دور میں ایک نگاہ پاکباز اور ایک گفتۂ حق سے منظورین و مخاطبین کی کایا پلٹ جاتی تھی، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اقوال و احوال میں دلِ زندہ کی قوت و حیات مضطرب رہتی تھی، ان کی رگوں میں زندگی اور تازگی کا گرم گرم خون متحرک رہتا تھا وہ بڑے درد اور روحانی کرب کے ساتھ اپنے ذوقِ نظر کو نظارہ میں الجھانے کے بجائے حقیقت تک پہنچانے میں کوشاں رہتے تھے، وہ اپنی روحانی قوت سے ماحول کو گرماتے اور لوگوں کے دلوں تک راہ پاتے، وہ جانتے تھے کہ نسیم صبح اور بادِ صبا اگر چمن کے لیے پیامِ بہار نہ لائیں تو اُنکی مسیحا نفسی کس کام کی؟ ؎

اے اہلِ نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن　　جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا

مقصودِ ہنر سوزِ حیاتِ ابدی ہے　　یہ ایک نفس یا دو نفس مثلِ شرر کیا

جس سے دلِ دریا متلاطم نہیں ہوتا　　اے قطرۂ نیساں وہ صدف وہ گوہر کیا

بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں
جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا

حقیقتِ ذوقِ نظر

لاہوری قلندر کے اشعار سے ذہن علم و فن کی طرف منتقل ہوا، اپنے اکابر اساتذہ سے بارہا یہ سنا تھا اور ان کی یہ بات اپنے دل و دماغ میں پتھر کی لکیر بن چکی ہے کہ علم و فن اور شعر و ادب کا ملکہ اور ذوقِ سلیم اللہ تعالیٰ کا عظیم عطیہ اور ناقابلِ تسخیر ہتھیار ہے جس سے افکار و معاشرت میں انقلاب لایا جا سکتا ہے، ہمارے اسلاف نے علم و فن اور شعر و ادب سے فاسد ماحول کے خلاف دلوں میں غضب و انتقام اور طبیعتوں میں اضطراب پیدا کر دیا تھا، غلط نظریات کی جڑیں کاٹ کر صالح اور صحتمند افکار کی آبیاری کی تھی، اخلاص تھا یا خدا کی ذات پر اعتماد اور عشق و محبت کا کرشمہ، کہ ان کی زبان اور قلم میں وہ تاثیر اور قوتِ تسخیر تھی جو عصائے موسیٰ، یدِ بیضا اور دمِ عیسیٰ میں تھی، انہوں نے دلبری اور قاہری کے ساتھ عالمِ انسانیت میں احیاءِ سنت کا کردار ادا کیا ——
ان کی زبان اور قلم سرمایہ داروں کی فرمائش، کسی لالچ، کسی سطحی جذبہ کی تسکین یا دل کی تسلی یا محض ذوقِ جمال کی تشفی کے لیے نہیں استعمال ہوئے۔ وہ فطرت کی حقیقت

Marfat.com

احساسِ جمال اور حسن کی کیفیات کے منکر نہیں تھے مگر وہ بلندی سے سوچتے اور حقائق سے بولتے تھے۔ امام غزالیؒ نے ہمارے اس خیال کی بھرپور تائید فرمائی اور اسی مناسبت سے ایک دو مختصر واقعات ارشاد فرمائے کہ

بے فائدہ فکر ونظر کا محاسبہ

حضرت حسان بن ابی سنان رضی اللہ عنہ نے ایک خوشنما منظر جو دیکھا تو پوچھا یہ کس کی تخلیق ہے؟ بس اتنا سا سوال تھا کہ فوراً اپنے نفس سے مخاطب ہوئے اور کہنے لگے کہ "جس چیز سے تجھے کوئی سروکار نہیں اس کا حال کیوں پوچھتا ہے؟ بخدا! سال بھر کے روزے رکھ کر تجھے سزا دوں گا"۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے باغ میں نماز ادا فرما رہے تھے کہ ایک خوبصورت چڑیا وہاں پھڑپھڑائی، اس کی حرکت اور خوبصورتی کا جو خیال آیا تو نماز میں غفلت سی ہوگئی اور رکعتوں کی تعداد بھول گئے، تو سارا باغ صدقہ کر دیا۔

سطحی لذت پسندی

مشہور حنفی فقیہ اور ولی کبیر حضرت امام داؤد طائیؒ سے ایک شخص نے یہ دریافت کیا حضرت! آپ کے کمرے کی چھت کا یہ شہتیر کب سے ٹوٹا ہوا ہے؟ ارشاد فرمایا تیس برس سے یہاں رہتا ہوں مگر میں نے چھت کی طرف کبھی نظر اٹھا کر نہیں دیکھا کہ بے فائدہ کسی چیز کی طرف دیکھنے کو بزرگوں نے مکروہ لکھا ہے۔

امام غزالیؒ کے یہ ارشادات سنے تو رونگٹے کھڑے ہوگئے کہ اسلاف کیا تھے اور ہم کیا ہیں! ان کا ذوقِ نظارہ، ان کا ذوقِ جمال، ان کا ذوقِ فکر و تدبر، ان کا ذوقِ علم و فن، ان کا ذوقِ شعر و ادب کس بلندی پر تھا، اس کی روح اسلامیت اور ان کا پیغام صالح عمل تھا اور آج کا ذوقِ علم و فن، ذوقِ شعر و ادب، ذوقِ صحافت یا خطابت کس پستی پر ہے — جب تجزیہ اور تصوراتی تقابل کی کیفیت سے دوچار ہوتا ہوں تو شرم سے جھک [illegible] آج اقتدار پر نہیں بلکہ عام معاشرت، تہذیب و تمدن اور فکر و ذہن پر بھی [illegible] صحافت کا قلم، نشریات کا کیمرہ، خطابت کی زبان اور سیاستدان کا [illegible] اسی کا کلمہ پڑھتا ہے [illegible] ان۔

Marfat.com

جہاں عالم کی ابتداء اور انتہا بھی عورت ہی تک پہنچتی ہے' اس سطحی لذت پسندی اور ہوس مشربی کی طرف اقبال مرحوم نے گو شاعر کو ہدف بنا کر کھلے لفظوں میں اشارہ کیا تھا مگر کیا یہ بات صرف شاعر تک محدود ہے بعض قلم وادب اور صحافت ونشریات تک محدود ہے نہیں، نہیں! پوری قوم کو اس گناہِ بے لذت کے موذی مرض نے گھیرے میں لے لیا ہے اور اب صرف شاعر نہیں، بے ادبی معاف! پوری قوم سے

عشق و مستی کا جنازہ ہے تخیل ان کا　　ان کے اندیشۂ تاریک میں قوموں کا مزار

موت کی نقش گری انکے صنم خانوں میں　　زندگی سے ہنر ان برہمنوں کا بیزار

چشمِ آدم سے چھپاتے ہیں مقاماتِ بلند　　کرتے ہیں روح کو خوابیدہ بدن کو بیدار

ہند کے شاعر صورت گر و افسانہ نویس

آہ بے چاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

یقین کامل اور حب صادق کی ضرورت

احقر "کیمیائے سعادت" کے واسطے سے امام غزالیؒ کی درگاہِ فیض ورحمت میں پہنچا تھا، کچھ ارشادات جو میری سمجھ کے تھے محفوظ کر لیے، اب رخصت چاہی تو آخری پیغام بھی محفوظ کر لیا، ارشاد فرمایا:۔

بندے کی مثال عاشق کی سی ہے کہ اسے معشوق کے سوا اور کسی کا دھیان نہیں ہوتا اگر دھیان کہیں اور چلا جائے تو گویا اس کا عشق خام اور ناقص ہے' اسلیے کہ عشق کامل وہی ہے جس نے معشوق کے سوا عاشق کے دل میں اور کسی چیز کی گنجائش ہی نہیں رکھی، عاشق صادق کو ہمہ دم معشوق کے حسن وجمال کا خیال ہوتا ہے یا اسکے اخلاق وافعال کا سے

ہر چہ آید در دلم غیر از تو نیست

یا تو ئی یا بوئے تو یا خوئے تو

آخر اتنی واضح بات کون ہے جو نہ سمجھ سکے، پورے اسلامی کتب خانہ اور اسلامی ہدایات و تعلیمات کی روح اور خلاصہ بھی یہی ہے کہ زندگی اگر عشق ومحبت اور یقین ومعرفت کے جذبہ سے خالی ہے پھر وہ زندگی زندگی نہیں بلکہ موت ہے پھر ایسی زندگی کیا؟ جس میں طبیعتیں مردہ وافسردہ

Marfat.com

ہوں۔ علم و معرفت اور عشق و محبت کے سرچشمے خشک ہوں اور زندگی اور نور ایمان کے شعلے بجھ چکے ہوں ـــــ ایسی حالت میں میرے شیخ و مربی محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رح بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر ایسے حالات میں یقینِ کامل اور حبِّ صادق ہی حیاتِ انسانی میں جلا پیدا کرتی ہے، انسانی زندگی نورِ معرفت اور رنگِ ایمان سے معمور ہو جاتی ہے[1]

حتیٰ کہ یہی محبت اور سچا عشق اگر پانی، مٹی اور اینٹ پتھر میں داخل ہو جائے تو اس کو بھی زندۂ جاوید بنا دیتی ہے۔ اسلام کی تاریخ میں اس کی روشن مثالیں مسجدِ قرطبہ، قصرِ زہرا اور تاج محل ہیں حقیقت یہ ہے کہ عشق و محبت اور یقین و معرفت کے بغیر شعر و ادب، علم و فن، مطالعہ و تحریر، تبلیغ و تقریر، مُردہ و افسردہ اور ناقص و ناتمام ہیں ؎

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
عشق ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر

---

[1] صحبتے با اہلِ حق

Marfat.com

شیخ عبدالرحمٰن جامیؒ

۸۱۷ھ ـــــــ ۸۹۸ھ

اللہ والے جب پاتے ہیں تو ایثار کرتے ہیں

یکم نومبر : کل سے دارالعلوم کے اکابر اساتذہ اور طلبہ تبلیغی اجتماع (رائیونڈ) کے لیے روانہ ہو چکے تھے، مکین نہ ہو تو مکان کی رونقیں بھی کم ہو جاتی ہیں۔ صبح کی نماز پڑھ کر جب گھر آیا تو طبیعت قدرے اداس تھی۔ جی میں آیا کہ مولانا عبدالرحمٰن جامی مرحوم کی مجلس "نفحات الانس" میں چلتے ہیں وہ جب اللہ والوں کی شیریں حکایات اور لذیذ واقعات سنائیں گے تو جی بہلے گا اور ایمانی حلاوت بھی نصیب ہوگی، جب حاضرِ مجلس ہوا تو ارشاد فرما رہے تھے۔

"حضرت شفیق بن ابراہیم بلخیؒ بہت بڑے عارف، زاہد، متوکل اور پاکباز انسان تھے، ابراہیم ادہمؒ کے رفیق رہے ہیں، حاتم اصمؒ کے شیوخ سے ہیں، فقہ و حدیث میں کافی دستگاہ رکھتے تھے، امام زفرؒ کے شاگرد تھے، ساری زندگی توکل کے راستہ پر چلتے رہے۔"

ایک روز جب ابراہیم ادہمؒ سے آپ کی ملاقات ہوئی تو اُن سے دریافت کیا کہ آپ معاش کیسے کرتے ہیں؟ ابراہیمؒ نے فرمایا، ہم جب پاتے ہیں تو اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور جب نہیں پاتے تو صبر کرتے ہیں۔

شفیقؒ نے فرمایا، خراسان کے کتے ایسا ہی کرتے ہیں۔ ابراہیمؒ نے کہا "تو پھر آپ کیا کرتے ہیں؟" فرمایا "جب ہم پاتے ہیں تو ایثار کرتے ہیں یعنی ضرورتمندوں کو دیدیتے ہیں اور جب نہیں پاتے تو شکر کرتے ہیں۔" ابراہیم ادہمؒ نے حضرت شفیقؒ کے سر کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ "تو اُستاد ہے۔"

ابھی دل میں آیا ہی تھا کہ حضرت شفیقؒ اور اللہ والوں نے جو توکل اختیار کیا ہے

Marfat.com

شیخ جامیؒ سے اس کی حقیقت بھی دریافت کرلوں کہ ازخود فرمانے لگے کہ :۔

حضرت شفیقؒ نے توکل کی حقیقت بیان کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ توکل یہ ہے کہ تیرا دل اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر مطمئن ہو' مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا جتنی بھی زمین پر چلنے والی مخلوق ہے سب کا رزق اللہ پر ہے"۔

کامیاب زندگی کا ایک زرّیں اصول

ابھی شیخ جامیؒ کی تقریر جاری تھی کہ میں نے جسارت کرکے سوال کر ڈالا کہ آج فسق وفجور الحاد وزندقہ، بے دینی اور بے حیائی کے اس دور میں سوسائٹی میں زندگی دشوار ہوگئی ہے، ماحول خراب ہوگیا ہے، سارا معاشرہ متعفن ہے، جبکہ ماحول سے کٹ کر زندگی گذارنا، جب دینداری میں پختگی نہ ہو کئی مفاسد کا ذریعہ بن سکتا ہے، ارشاد فرمایا کہ حضرت شفیقؒ نے آپ کی اس اُلجھن کو بھی سلجھایا ہے، فرماتے ہیں :۔

اَصْحَبِ النَّاسَ كَمَا تَصْحَبُ النَّارَ خُذْ مَنْفَعَتَهَا وَاحْذَرْهَا اَنْ تُحْرِقَكَ۔

معاشرہ میں لوگوں کے ساتھ ایسا رہ جیسے تو آگ کے پاس ہوتا ہے اس کا نفع حاصل کر اور اس سے ڈرتا رہ کہ وہ تجھے جلا نہ دے۔

اللہ جب ناراض ہوتے ہیں

آج جو مجموعی طور پر اُمت افتراق وانتشار کا شکار ہے، ہر صبح جب طلوع ہوتی ہے تو ایک نیا فتنہ ساتھ لاتی ہے معلوم ہوتا ہے اللہ پاک ناراض ہوگیا ہے، کچھ اس قسم کی بات تھی جو بے ربط سے ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں عرض کردی، حضرت شیخ جامیؒ فرمانے لگے :۔

"جی ہاں! حضرت ابوتراب (المتوفی ۲۴۵ھ) جو علم وزہد، توکل اور ریاضت میں خراسان کے اجلہ مشائخ سے تھے، فرمایا کرتے : "جب کسی قوم سے حق تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں تو اس کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ اللہ کے سچے دوستوں کے عیب نکالنے، ان کے کمالات کو نہ ماننے، ان کی کمزوریوں کو دیکھنے اور ان کی بُرائی بیان کرنے میں زبان دراز ہوجاتی ہے۔

Marfat.com

اگر حضرت شبلیؒ اللہ اللہ نہ کرتے تو بغداد جلا دیا جاتا

شیخ جامیؒ کی مجلس میں علوم و معارف، بیانِ حقائق، اسرار و رموز اور معرفت و عرفان کے انوار تھے، آپ کی صحبت میں دل نورِ یقین سے معمور اور طبیعت مسرور تھی، بہت سی باتیں ایسی بھی تھیں جو میری سمجھ سے بالاتر تھیں تاہم سماعت فائدہ سے خالی نہ تھی۔ ابو حاتم عطارؒ کا ذکرِ خیر چھڑا تو ارشاد فرمایا:۔

ایک زمانہ میں بغداد کو خوب سجایا گیا اور زیب و زینت سے آراستہ کیا گیا مگر اس میں فسق و فجور، بے دینی، اللہ کی نافرمانی اور بداعمالیوں کا زور تھا، حضرت شبلیؒ زندہ تھے کہ رات کو خواب میں ابو حاتم عطارؒ کی زیارت ہوئی، ابو حاتمؒ نے فرمایا کہ اے شبلیؒ! اگر یہ نہ ہوتا کہ تو بغداد میں اللہ اللہ کر رہا ہے تو ہم سارے بغداد کو جلا دیتے، صبح جب شبلیؒ لوگوں سے ملے تو اپنے بے تکلف ساتھیوں سے خواب کا سارا واقعہ سنا دیا۔ لوگوں نے کہا حضرت! ہم بھی تو اللہ اللہ کرتے ہیں"۔

شبلیؒ نے فرمایا "تم کہتے ہو اَللّٰہُ نَفْسًا بِنَفْسٍ، اور میں کہتا ہوں اَللّٰہُ حَقًّا بِحَقٍّ، یعنی تم اللہ اللہ کہتے ہو لیکن نفس سے کہتے ہو اور نفس کے ساتھ کہتے ہو اور میں اللہ اللہ کہتا ہوں لیکن حق سے کہتا ہوں اور حق کے ساتھ کہتا ہوں، خالق ارض و سما کا ارشاد ہے:۔

قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ۔ (انعام ۹۱)	تو کہہ اللہ پھر ماسوائے حق جس قدر بھی ہیں سب کو چھوڑ دے۔

حضرت شبلیؒ کا مقصد یہ تھا اور مخاطبین کو یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ جب اللہ کی یاد کرنی ہو تو اللہ کہنا تب مقبول اور خدا کی بارگاہ میں منظور ہے جب ماسوائے اللہ کے سب سے تعلقات توڑ دیئے اور ہر چیز کی دوستی دل سے نکال دینے کے بعد ہو تب کہا جائے گا کہ اس کا اللہ کہنا حق سے ہے اور حق کے ساتھ ہے۔

اسی سلسلۂ کلام میں شیخ جامیؒ نے حضرت شبلیؒ کا ایک اور عارفانہ جملہ نقل فرمایا:۔

وَحَقِیْقَۃُ الْحَقِّ شَیْءٌ لَیْسَ لَہٗ مَنْ	"الحق" کی حقیقت ایسی چیز ہے جس کو

Marfat.com

یَعْرِفُہٗ اِلَّا الْمُجَرَّدُ فِیْہِ حَقٌّ تَجْرِیْدِہٖ۔	وہی شخص جان سکتا ہے جو تجرید کامل کے ساتھ مجرد ہو چکا ہو۔

عارفوں کی بات کا صحیح مقصد تو عارف ہی جان سکتے ہیں یا وہ جو اس راستے کے شناور ہوں، اس وقت جو احقر کی سمجھ میں آیا وہ قارئین کے سامنے پیش کر کے اپنی اصلاح کراؤں گا۔ اس سے حضرت شبلیؒ کا مقصد یہ تھا کہ حق تعالیٰ کی معرفت، اس کی عظمت کا ادراک اور حقیقی تقرب وہی حاصل کر سکتا ہے جو اس کے غیر سے خالی ہو چکا ہو ایسا شخص جو زبان پر "احد احد" پکارتا ہے اور دل اس کا ہزار سے وابستہ ہے "الحق" کی حقیقت کی بُو بھی نہیں پا سکتا، اسی حقیقت کو لاہوری قلندر نے ایک سجدہ سے تعبیر کیا ہے ؎

وہ ایک سجدہ جسے تُو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

رُوحانی انقلاب کا آسان نُسخہ

شیخ جامیؒ کی مجلس جاری تھی، فیضانِ علم تھا کہ لُٹایا جا رہا تھا، شیخ شبلیؒ کے عارفانہ کلام سے ابھی ذہن شناسا ہو رہا تھا، مجھے تو حیرت ہی حیرت تھی کہ کبھی اس کُوچہ سے گذر بھی نہ ہُوا تھا، بارِ الٰہا! یہ تیرے عارف بندے بھی نرالی شان رکھتے ہیں، جو قال ہے وہی حال ہے، بولتے ایسے ہیں گویا دلوں میں بات اُتارتے چلے جاتے ہیں کہ شیخ الاسلام کہیف الانام ناصر السنۃ قامع البدعۃ عبداللہ بن محمد الانصاریؒ کی رُوح پکار اُٹھی، شیخ جامیؒ ان ہی کی ترجمانی کرنے لگے، جب سُنا تو وہ بھی حضرت شبلیؒ کے عارفانہ کلام کی وضاحت کر رہے تھے، فرما رہے تھے کہ ساری مخلوق اور اللہ کے سارے بندے کہتے ہیں کہ اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے — مگر اس کے باوجود ہزاروں دروازوں سے چمٹے ہوئے ہیں لو لگائے ہوئے ہیں، لیکن جب اللہ والے کہتے ہیں کہ "اللہ ایک ہے"، تو وہ اپنے نشان سے بھی بھاگتے ہیں ؎

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ
وَکُلُّ نَعِیْمٍ لَا مَحَالَۃَ زَائِلٌ

Marfat.com

سُنو! اللہ کے سوا ہر چیز فریب، دھوکہ، باطل اور فانی ہے۔ دنیا کی ساری نعمتیں، راحتیں جو اس کے ماسوا ہیں سب مٹ جائیں گی اور فی الحقیقت فنا ہو جائیں گی۔

احقر سمجھ رہا تھا کہ اس مبارک مجلس میں جو باتیں ہوئیں اسے صرف علمی عیاشی کے طور پر اگر محفوظ رکھ لیا جائے تو قیامت کے روز ہمارے خلاف حجت ہوں گی اور اگر عمل میں لایا جائے تو ہمارے حق میں حُجت ہوں گی۔ اب سوچ رہا تھا کہ عمل کرنے کا کوئی آسان نسخہ بھی اسی محفل سے ساتھ لیتے چلوں کہ اچانک شیخ جامیؒ نے رخصت کرتے ہوئے ابو حازم عطاؒ کا ایک گرانقدر قیمتی ارشادِ گرامی بطورِ ہدیہ عنایت فرمایا، احقر نے زادِ سفر سمجھ کر پلے باندھا صرف میرے نہیں تمام اہلِ اسلام کے لیے نافع ہے لیجیے آپ بھی حاصل کریں اور دل کی گرہ میں مضبوط باندھ لیں۔

ارشاد فرمایا کہ ابو حازم عطاؒ فرمایا کرتے: اَلسِّیَاحَۃُ بِالْقُلُوْبِ، ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا "سفر در وطن" ہے، یہ تو اہلِ قلب کو حاصل ہے جو سیر دل کے ساتھ ہوتی ہے کہ انسان صفتِ ذمیمہ سے صفتِ حمیدہ کو منتقل ہو جائے اس حالت کو "سفر در باطن" سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کی طرف لوگ کم توجہ کرتے ہیں، عند اللہ یہی محمود ہے جس نے بھی دل کی دنیا بدل دی اس کے لیے عمل کرنا آسان ہو جائے گا۔

اِدھر دیکھا تو چند مقدس روحیں خواجہ مجذوب کی لَے میں فرطِ مسرت سے کچھ گنگنا رہی تھیں جب کان لگایا تو یہ آواز آرہی تھی ؎

چھوڑ دو افکارِ باطل، چھوڑ دو اغیارِ دل
سج رہا ہے شاہِ خوباں کے لیے دربارِ دل

○

Marfat.com

حضرت مجدد الف ثانیؒ

(سنہ ۹۷۱ھ ـــــ سنہ ۱۰۳۴ھ)

موجودہ حالات میں کئی روز سے امتِ مسلمہ کی زبوں حالی، اضطراب، پریشانی، انتشار اور تنزل و انحطاط اور آئے دن کفر کی یلغار اور اہلِ اسلام کی مغلوبیت اور شکست و ریخت کے روح فرسا مناظر نے چین اور سکھ چھین لیا ہے، اسی موضوع پر سوچنے اور فکر و اندیشہ نے دوسرے کسی بھی کام کا نہ چھوڑا۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے

بھارت میں انتہا پسند ہندو جنونیوں نے مسلمانوں کی تاریخی بابری مسجد پر ہلّہ بول کر اسے شہید کرنا شروع کر دیا ہے اور مسجد کے میناروں پر اپنے جھنڈے لہرا دیئے ہیں۔ دوسری طرف اسپین میں مشرقِ وسطیٰ امن کانفرنس میں مسلمانوں کی غلامی کا مزید منصوبہ بنایا جا رہا ہے۔ تیسری طرف پاکستان میں آئے ہوئے بھارتی سیکرٹری خارجہ نے بھی اعلان کیا ہے کہ کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ ہے، تحریکِ آزادیٔ کشمیر کو کچلا جا رہا ہے، افغان مجاہدین کو تاراج کیا جا رہا ہے، مگر مسلمان بھی تو مسلمان نہیں رہا، خاک کا ڈھیر بن چکا ہے ؎

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں خاک کا ڈھیر ہے

بے علمی اور جہالت کی یلغار

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مال و دولت کی فراوانی، عہدوں اور منصبوں کی طمع اور ان میں مسابقت کے جذبے نے اُمت میں تضاد پیدا کر دیا ہے۔ دنیا داروں اور دنیا پرستوں کا ایک بڑا گروہ دینی اور اخلاقی تعلیمات و اصول کو بالائے طاق رکھ کر حصولِ جاہ و منصب اور لذت و تمتع کے لیے ہر طرح کی

Marfat.com

بدعنوانی اور بے راہ روی اختیار کرنے لگا ہے۔ سلاطین و حکّام کا استبداد، ان کی مطلق العنانی، جبر و تعدی، احکامِ شریعت سے چشم پوشی اور کھلی ہوئی نفس پرستی نے دینی اقدار اور اسلامی اخلاق کو تیج دیا ہے، رسمیّت اور ظاہر پرستی اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے، معاشرہ اخلاقی و ذہنی انحطاط اور علمی حلقے سخت ترین جمود کا شکار ہو چکے ہیں۔

اور جب نظامِ تعلیم کا جائزہ لیا جائے تو وہ بھی بے روح، حقیقت پسندی سے دُور اور ذہنی طبیعتوں کو تسکین و تسلّی دینے کی صلاحیت سے محروم ہو چکا ہے۔ جب اس کے پس منظر اور اسباب پر سوچا تو یہی بات سامنے آئی کہ کتاب و سنّت کی تعلیم سے غفلت اور حدیثِ رسولؐ سے ناواقفیت ہی اس کا اہم سبب اور قوی محرک ہے۔

قیادت کا فقدان سب سے بڑی تباہ کن اور باعثِ ادبار و نکبت بات یہ ہے کہ کسی ایسی بڑی اور دینی شخصیت کا فقدان ہے، جو ذہنی و باطنی دونوں حیثیتوں سے عام سطح سے بلند، طاقتور و دلآویز ہو اور مؤثر نیز طاقتور روحانیت کی مالک ہو، جو ذہن کی بے چینی، روح کی بے تابی کو دُور اور معاشرہ کے تنِ مُردہ میں ایک نئی روح پھونک سکے اور اسلام کی ابدیت، شریعتِ محمدی کی صداقت اور کمال و ترقی کے وسیع امکانات پر نیا یقین اور اعتماد پیدا کر سکے۔

اس تخیّل نے مجھے ایسی شخصیت کی تلاش، تجسس اور اس سے بھرپور استفادہ کے اشتیاق میں بے تاب کر دیا جس کی نظرِ کیمیا اثر سے حالات بدل جائیں، جس کی پہلی ہی صحبت میں ذوق و شوق اور اہلِ معرفت کی روحانی کیفیات کی برکات حاصل ہو جائیں۔ دوسرے ہزارے (الف ثانی) کے مجدد شیخ احمد سرہندیؒ کی طرف ذہن گیا اور یقین ہوا کہ اگر ان کی مجلس میں حاضری نصیب ہو جاتی ہے تو یقیناً فوز و فلاح کا باعث ہو گی اور ان کی پہلی ہی توجہ و تلقین سے صوفیاء کی اصطلاح میں قلب جاری ہو جائے گا۔

پھل دیکھ کر درخت یاد آیا شیخ احمد سرہندیؒ کا مقام اور عظمتِ شان تو ابتداء سے شعور سے ذہن پر حاوی تھی، آج خیال آیا کہ اوّلاً اسی چشمۂ فیض سے کسبِ علم اور کسبِ فیض کر لیا جائے جس سے خود حضرت مجددؒ سیراب ہوئے ہیں

Marfat.com

تاریخ کے اوراق پلٹے، برِصغیر کا باب کھلا، علمِ تصوف کے گلشن پر بہار میں جب حضرت مجددؒ پر نظر پڑی تو پھل دیکھ کر درخت یاد آیا، شاگرد سے استاذ کی طرف ذہن منتقل ہُوا، اس طرح حضرت مجددؒ ہی کے واسطہ سے مجھے شیخ عبدالباقی دہلویؒ المعروف بہ خواجہ باقی باللہ سے شرفِ زیارت و ملاقات کی سعادت حاصل ہو گئی۔

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کا وجود دنیا کیلئے باعثِ برکت و زینت تھا، آپ کی حیاتِ طیبہ مقصدِ آفرینش و غایتِ خلق کا مظہر تھی، آپ کی زبان حقیقت ترجمان اور آپ کی ذات خلاصۂ عرفان تھی، علم و معرفت میں اللہ کی کھلی نشانی اور ولایت و روحانیت کے منارۂ روحانی۔

آپ کے سوانح کی وساطت سے جب حاضرِ خدمت ہونے کا موقع ملا تو آپ کو اعلیٰ درجے کا صاحبِ وجد و ذوق اور نہایت متواضع و منکسر المزاج پایا۔ اہلِ محفل بہت تھے، حاضرین کا ہجوم رہتا تھا مگر آپ اغیار اور نامحرموں سے اپنے احوالِ رفیعہ کو چھپانے کی کوشش کرتے تھے اور اپنے کو مقامِ ارشاد کا مستحق نہیں سمجھتے تھے۔ اِدّعا سے آپ کو نفرت تھی، اپنے احباب کو قیامِ تعظیمی سے منع کرنے اور اپنے کو انہی جیسا سمجھتے تھے، اگر کوئی آپ کے پاس باطنی استفادے کے لیے حاضر ہوتا تو آپ اس سے فرماتے کہ میرے پاس تو کچھ نہیں اس لیے آپ کسی اور بزرگ سے رجوع کریں اور اگر آپ کو کوئی شخصیت مل جائے تو مجھے بھی خبر کر دیں۔

حضرت خواجہؒ کی توجّہ و نظرِ عنایت

مجھے یوں بارہا آپ کی مطالعاتی ملاقات کا موقع ملتا رہا مگر اب کے بار کی تو حالت ہی جُدا تھی، آپ کی عجیب و غریب کیفیتِ رُوحانی اور قوتِ تاثیر مشاہدہ میں آئی جس پر آپ کی نظر پڑتی اُس کے حالات بدل جاتے۔ مجھے بھی آج کی پہلی ہی صحبت میں وہ ذوق و شوق اور اہلِ معرفت کی رُوحانی کیفیّات کا اگرچہ اصلی جوہر تو حاصل نہ ہوسکا مگر اتنا ضرور محسوس ہو رہا تھا کہ وجد و ذوق اور معرفت و قربت کا راستہ یہی ہے۔ بعض طالبینِ صادقین تو ایسے بھی دیکھے کہ حضرتؒ کی نظر پڑی اور توجہ کے پہلے ہی مرحلہ میں ان کا

Marfat.com

قلب جاری ہو گیا۔

بلّی پر شفقت

پھر آپ کا فیض اور مخلوق پر شفقت سب کے لیے عام تھی۔ اس میں کافر و مسلم، انسان اور غیر انسان تک کا امتیاز نہ تھا۔ ایک دفعہ سخت جاڑے کی رات میں آپ کسی کام سے بستر سے اُٹھ گئے اور جب واپس ہوئے تو اپنے لحاف میں ایک بلّی کو سوتا دیکھ کر اُسے جگانے اور ہٹانے کے بجائے صبح تک بیٹھے رہے۔

جس زمانے میں آپ نے لاہور میں قیام کیا تو انہی دنوں لاہور میں سخت قحط پڑا، اس عرصہ میں آپ نے کچھ نہیں کھایا، آپ کے پاس جو کھانا آتا اُسے محتاجوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔

معذور سے ہمدردی

ایک دفعہ لاہور سے دہلی جاتے ہوئے راستہ میں ایک معذور شخص کو دیکھ کر سواری سے اُتر پڑے اور اسے سوار کر کے اور پہچاننے والوں سے بچنے کے لیے چہرہ چھپائے ہوئے اس کی منزلِ مقصود تک پیدل گئے پھر بعد میں سوار ہو گئے۔

ہندوستان کا خوبصورت طوطی

اب مجھے تجسس ہوا اور یہ بڑھتا گیا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کیسے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فیضیاب ہو کر ممتاز ہو گئے ـــ تو سوانحی حالات کے مطالعہ اور کتابی ملاقات میں یہ راز بھی راز نہ رہا۔

حضرت خواجہ باقی باللہ نے جب ہندوستان آنے کا ارادہ کیا تو استخارہ کیا تھا استخارہ کے بعد معلوم ہوا کہ ایک خوبصورت طوطی جو بہت میٹھی باتیں کرتا ہے ان کے ہاتھ پر آ کر بیٹھ گیا، وہ اپنا لعابِ دہن اُس کے منہ میں ڈالتے ہیں اور وہ اپنے منقار سے انکے منہ میں شکر دے رہا ہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ نے اپنے پیر و مُرشد حضرت خواجہ امکنگیؒ سے یہ واقعہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ "طوطی ہندوستان کا جانور ہے، ہندوستان میں تمہاری تربیت سے کوئی ایسا شخص تیار ہو گا جس سے ایک عالم منوّر ہو جائے گا اور تم کو بھی اس سے حصّہ ملے گا۔"

Marfat.com

خواب کی تعبیر

چنانچہ یہی ہوا کہ جب حضرت مجددؒ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں چند روز اپنے ہاں بطور مہمان رہنے کا کہا۔ چند روز کی صحبت و قربت نے حضرت مجددؒ کو تڑپا دیا اور انہوں نے بیعت کی درخواست کر دی جسے بلا تامّل قبول فرما لیا گیا۔ حضرت خواجہؒ نے انہیں خلوت میں لے جا کر خصوصیت سے توجہ اور ذکرِ قلبی کی تلقین کی۔ حضرت مجددؒ کو اللہ تعالیٰ نے طلب صادق سے نوازا تھا، ان کے اندر پہلے سے خود خضرِ رفیق اور چشمۂ حیوان کی طلب موجود تھی، لہٰذا ایسی حلاوت اور لذت محسوس ہوئی جو یوماً فیوماً بلکہ آناً فاناً ترقی کرتی رہی۔ حضرت خواجہ باقی باللہ نے جب حضرت مجددؒ کے حالات دیکھے اور ان کی برق رفتار ترقی اور استعداد قبول کو دیکھا تو یہی سمجھا کہ "یہی وہ طوطیٔ خوش نوا ہے جو خواب میں دکھایا گیا تھا اور اسی کی خوش نوائی اور خوش ادائی سے ہندوستان کے چمن بلکہ چمنِ اسلام میں بہار آئے گی ع

جہانے را دگرگوں کرد یک مردِ خود آگاہے

بہرحال دو ڈھائی ماہ کی مدتِ قیام میں حضرت مجددؒ نے اپنے شیخ سے جو توجہات اور کمالات، روحانی کیفیات اور ترقیات حاصل کیں اُن کا بیان کرنا اور الفاظ کے محدود سانچے میں ڈھالنا نہ تو ہمارے بس کی بات ہے اور نہ ہی ممکن ہے۔

اکنوں کرا دماغ کہ پُرسد ز باغباں

بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد

روحانی توجہات کا نقد ثمرہ

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی توجہات و عنایات اور روحانی تاثیرات کا نقد ثمرہ حضرت مجدد الف ثانیؒ تھے جن کے اخلاص، للّٰہیت، بے لوثی، بے غرضی اور عُلوِ مقام کی ایک دُنیا معترف ہے، جہاں دُنیا کی شوکت اور حشمت کو خس و خاشاک کے برابر بھی نہیں سمجھا جاتا تھا اسی تصوّر نے مجھے حضرت مجددؒ کے قلعہ گوالیار کی نظربندی اور جہانگیر کے عتاب اور بعد میں اطاعت وفاداری اور حکمران کی گرویدگی اور اصلاح و انقلاب کے مراحل اور تاریخی مناظر بھی دکھائے۔

Marfat.com

جہانگیر کے دربار میں حاضری جب جہانگیر کی طلب پر حضرت مجددؒ اپنے حاضر الوقت پانچ مریدوں کو ہمراہ لیکر شاہی دربار میں پہنچے اور خلافِ شرع شاہی آداب بجا نہ لائے تو ایک ناخدا ترس درباری نے بادشاہ کو متوجہ کیا اور کہا جہاں پناہ! اس شیخ نے آدابِ سلطنت کی رعایت نہیں کی اور تعظیمی سجدہ سے انکار کر دیا ہے، بادشاہ نے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے آج تک خدا اور رسولؐ کے بتائے ہوئے آداب و احکام کی پابندی کی ہے اس کے علاوہ مجھے اور کوئی آداب نہیں آتے۔ بادشاہ اشتعال میں آیا اور ناراض ہو کر کہا کہ مجھے سجدہ کرو۔ آپ نے فرمایا میں نے سوائے خدا کے نہ کسی کو سجدہ کیا ہے اور نہ کروں گا، بادشاہ اس پر ناراض ہوا اور گوالیار کے قلعہ میں نظر بند کرنے کا حکم دیا۔

جبکہ اس واقعہ سے قبل شاہجہان (جو حضرت سے عقیدت اور خلوص رکھتا تھا) نے علامہ افضل خان اور خواجہ عبدالرحمٰن مفتی کو کتبِ فقہ اور اس پیغام کے ساتھ حضرت مجددؒ کے پاس بھیجا تھا کہ سجدۂ تحیہ کی سلاطین کے لیے گنجائش ہے اگر آپ سجدہ کر لیں تو میں اس بات کا ضامن اور ذمہ دار ہوں کہ آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ آپ نے فرمایا یہ محض رخصت ہے اور عزیمت یہی ہے کہ غیر اللہ کا سجدہ نہ کیا جائے ؎

مجھ سے بجز خدا کے کسی حضور میں
اپنا سرِ نیاز جھکایا نہ جائے گا

گوالیار کے قلعہ میں احقر نے اپنی اس مطالعاتی حاضری اور کتابی زیارت و ملاقات میں یہ بھی جاننا چاہا کہ "زندانِ گوالیار" میں حضرت مجددؒ کے مشاغل اور معمولات کیا تھے؟ بہت قریب سے گویا مشاہدۃً معلوم ہوا کہ ان کے لیے گوالیار کی نظر بندی بہت سی حکمتوں اور دینی مصالح پر مبنی تھی اور ترقیاتِ باطنی و ازدیادِ مقبولیت و محبوبیت کا موجب۔ یہاں اس یوسف زندانی نے یوسف کنعانی کی طرح اپنے رفقاء زنداں میں تبلیغ و ارشاد کا کام پوری سرگرمی سے شروع کر دیا ۔۔۔ خود حضرت مجددؒ سے جب احقر نے یہی پوچھنا چاہا کہ زندان میں کیا کیا کیفیتیں رہیں تو اُن کی روح پکار اٹھی۔

Marfat.com

——— " اگر محض فضلِ خداوندی سے فیوض و وارداتِ الٰہی کا تسلسل اور اس کے غیر متناہی انعامات و عطیات کا پے در پے ظہور اس محنت کدہ میں مجھ جیسے شکستہ بال و پَر کے شاملِ حال نہ ہوتا تو قریب تھا کہ معاملہ یاس و نا اُمیدی کی حد تک پہنچ جاتا اور رشتۂ امید شکستہ ہو جاتا حمد ہے اُس خداوندی کی جس نے مجھ کو عین بلا میں عافیت عطا فرمائی اور ظلم و جفا میں عزت بخشی، مشقت و تکلیف میں مجھ پر احسان کیا اور راحت و مصیبت میں شکر کی توفیق دی اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کرنے والوں اور اولیاء کرام کے نقشِ قدم پر چلنے والوں اور علماء و صلحاء سے محبت رکھنے والوں میں داخل فرمایا ——— "

اتباعِ سُنّت کی برکات

شیخ احمد سرہندیؒ کی ذات جامع صفات، جامع جہات اور جامع حیثیات ہے، ان کو عظمت کا بلند ترین مقام ملا، اُن کو علم کی عظیم منزلت ملی، اُن کا فیض پھیلا اور مقبول درگاہِ الٰہی ہو گئے۔ وجہ کیا تھی، اُن کے دور کے ذہین ترین افراد تو اور بھی موجود تھے، ابوالفضل اور فیضی کی ذہانت اور فطانت کی کیا کوئی مثال پیش کی جا سکتی ہے؟ احقر کو تجسس تھا اور اور اس سوال کے جواب میں اضطراب سا، کہ حضرت مجددؒ نے از خود جواب ارشاد فرمایا تو میری تشفی ہو گئی اور وہی لائحہ عمل اختیار کرنے کی انگیخت بھی ہوئی جو حضرت مجددؒ نے اپنایا تھا۔ خدا کرے کہ میرے قارئین بھی اسے سمجھ سکیں اور اسی ڈگر پر چل سکیں، ارشاد فرمایا اور بار بار باصرار فرمایا کہ :-

——— " ہمارا عمل اور کوشش بھی کیا چیز ہے جو کچھ بھی ہے وہ سب فضلِ خداوندی ہے، لیکن اگر اس کا کوئی ذریعہ کہا جا سکتا ہے تو وہ سید الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہے جس پر مدار کار سمجھتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی عطا فرمایا ہے اسی پیروی اور اتباع کی راہ سے عطا فرمایا ہے جو کچھ نصیب نہیں ہوا وہ محض اس وجہ سے کہ بحکم بشریت اتباعِ کامل میں نقص و فتور ہونے کی وجہ سے ——— "

اتباعِ سنّت کا اہتمام

یہ جو ان کا قال تھا یہی ان کا حال تھا، جو کچھ کہتے تھے وہی کرتے تھے، عملی زندگی میں ایک مثال دیکھی تو حیرت کی

Marfat.com

انتہا نہ رہی، کس قدر متبع سُنت لوگ تھے ۔ ـــــ "ایک روز اپنے مُرید صالح خلافی سے فرمایا کہ ہماری تھیلی سے تھوڑی سی لونگیں لے آؤ! وہ گئے اور چھ لونگیں لے آئے، آپ نے دیکھ کر ناگواری سے فرمایا کہ ہمارے صوفی کو ابھی تک یہ خبر نہیں کہ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ وتر یحب الوتر، رعایتِ وتر مستحب ہے ـــــ"

ایک روز ارشاد فرمایا کہ کشف میں ایسا نظر آتا ہے کہ سارا عالم بدعات کے گرداب ظلمانی میں ڈوب گیا ہے اور اس میں سُنت کا نور کرمک شب تاب (جگنو) کی طرح چمک رہا ہے۔

اصل کارنامہ

یوں تو حضرت مجددؒ کو الف ثانی کا مجدد قرار دینے کی بہت سی توجیہات کی گئی ہیں مگر درحقیقت ان کا اصل کارنامہ جس کے جلو میں ان کے سارے تجدیدی کارنامے چلتے پھرتے نظر آتے ہیں اور اُن کی تجدید کا اصل سرچشمہ جس سے ان کی تمام انقلابی اور اصلاحی کاموں کے چشمے پھوٹتے ہیں اور دریا بن کر سارے عالم اسلام میں رواں دواں ہو جاتے ہیں، وہ نبوتِ محمدیؐ اور اس کی ابدیت اور ضرورت پر امت میں اعتقاد و اعتماد بحال کرنے اور مستحکم کرنے کا وہ تجدیدی اور انقلابی کارنامہ ہے جو ان سے پہلے اس تفصیل اور وضاحت اور قوت کے ساتھ ہمارے علم میں کسی مجدد نے انجام نہیں دیا، شاید یہ اس لیے بھی کہ ان کے زمانہ میں اس کی ضرورت پیش نہیں آئی اور اس کے خلاف کوئی منظم تحریک یا فلسفہ سامنے نہیں آیا تھا۔

چنانچہ ایک مکتوب میں حضرت مجددؒ بعثتِ انبیاءؑ و رسلؑ کی ضرورت، ہدایت کے لیے اس کے ناگزیر ہونے اور تنہا عقل کے ناکافی ہونے پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

حجۃ بالغہ

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی بعثت دنیا والوں کیلئے رحمت ہے، اگر ان حضرات کے وجود کا ذریعہ نہ ہوتا تو ہم گمراہوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی پہچان کی طرف کون راہنمائی کرتا اور اس کی پسندیدگی اور ناپسندیدگی کے کاموں میں کون امتیاز پیدا کرتا ـــــ ہماری ناقص عقلیں ان حضرات انبیاءؑ کی دعوت کی روشنی کی مدد کے بغیر اس مطلب سے عاجز اور ہماری ناتمام سمجھ ان حضرات کی تقلید

Marfat.com

کے بغیر اس معاملہ میں بے بس اور درماندہ ہے ــــــ ہاں عقل ضرور حجت ہے لیکن حجت ہونے میں نامکمل اور تاثیر و تکمیل کے درجے کو نہیں پہنچتی، حجت بالغہ صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی بعثت ہے جس سے دائمی عذاب و ثواب اُخروی وابستہ ہے۔

صحیح تربیت کا بنیادی لائحہ عمل

احقر نے عرض کیا حضرت! اس دور میں بڑے بڑے ادارے، مدارس، یونیورسٹیاں اور جماعتیں تربیت خلق کا کام کر رہی ہیں، سب کے اصولِ تربیت اپنے اپنے ہیں، تربیت کا بنیادی لائحہ عمل کیا ہونا چاہیئے؟ ارشاد فرمایا :۔

ــــــ "سب سے پہلے رسولؐ پر ایمان لانے کی فکر کرنی چاہیئے اور اس کی رسالت کی تصدیق کرنی چاہیئے تاکہ تمام احکام میں اس کو سچا جانا جائے اور اس کے ذریعے سے شکوک و شبہات کی تاریکیوں سے نجات میسر ہو، جڑ کو پہلے معقول و معلوم کر لینا چاہیئے تاکہ سب فروع اور شاخیں بے تکلف معقول اور معلوم ہو جائیں، ہر شاخ اور ہر فرع کو اصل کے ثابت کیے بغیر معقول بنانا بڑا مشکل ہے ــــ اس تصدیق تک پہنچنے اور اطمینانِ قلب کے حاصل کرنے کا قریب ترین راستہ ذکر الٰہی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ؕ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَ حُسْنُ مَاٰبٍ (سورۃ الرعد ۲۸-۲۹)	یاد رکھو اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے خوشحالی ہے اور اچھا ٹھکانہ۔

غور و استدلال کے راستہ سے اس بلند مقصد تک پہنچنا دُور ہے ؎

پائے استدلالیاں چوبیں بود
پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

اہلِ استدلال کا پاؤں لکڑی کا ہے اور لکڑی کا پاؤں بے قابو و بے ثبات ہوتا ہے۔

تصوف اور طریقت کی حقیقت

مجھے کافی عرصے سے یہ خلجان رہتا تھا کہ زمانہ کے اثرات، عجمی اور نو مسلم قوموں کے اختلاط،

Marfat.com

عجمی زہاد و نساک کی صحبت و عقیدت کے نتیجہ میں "تصوف" میں بدعات، زہد و عبادات میں غلو، تجرد و رہبانیت کے جراثیم، اشخاص و معتقد فیہ لوگوں کی حد سے بڑھی ہوئی تنظیم و تقدیس کی رسم اور بہت سے خود ساختہ اعمال و رسوم داخل ہوگئے ہیں۔ اور جب اس موضوع پر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ چوتھی صدی کی ابتداء سے جب عباسی خلافت اپنے اوج شباب پر اور عظیم اسلامی شہر اپنے تمدن و ترقی کے نقطۂ عروج پر تھے، بدعات و تحریفات کا یہ واضح طریقہ شروع ہوگیا تھا۔ امام ابوالقاسم قشیریؒ (متوفی ۴۶۵ھ) اپنے "رسالہ قشیریہ" میں لکھتے ہیں:۔

وارتحل بالقلوب حرمة الشريعة فعدوا قلة المبالاة بالدين اوثق ذريعة.... واستخفوا باداء العبادات واستهانوا بالصوم والصلوٰة ۔

دلوں سے شریعت کی حرمت رخصت ہو گئی، انہوں نے دین سے لاپرواہی ایک بڑا قابلِ اعتماد ذریعہ سمجھ لیا، عبادات کے ادا کرنے کو کوئی اہمیت نہیں دی اور صوم و صلوٰۃ کو معمولی چیز سمجھا۔

حالانکہ "تصوف" کوئی نئی چیز یا بدعت نہیں بلکہ تعلق مع اللہ کی تقویت و استواری، غفلت و مادیت سے حفاظت اور امراضِ نفسانی کے علاج کا وہ طریقہ جس کا نام مرورِ زمانہ اور بعض اسباب و محرکات کی بناء پر بعد میں تصوف پڑ گیا۔ حقیقت میں قرآنی اصطلاح کے مطابق "تزکیہ" اور حدیث کی تعبیر کے مطابق "احسان" ہی کا وہ دینی شعبہ ہے جس کو قرآنِ حکیم کی سورۃ الجمعہ آیت ۲ میں بعثتِ محمدی کے مقاصدِ چہارگانہ (تلاوتِ کتاب، تزکیہ، بیانِ حکمت، اور تعلیمِ کتاب) میں شمار کیا گیا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا دور اس لحاظ سے بیحد نازک دور تھا، ہندوستان میں مسلمان سلطنت کے ہاتھوں اسلام کی بیخ کنی اور خانقاہوں میں سُنّتِ رسولؐ کی ناقدری کی جا رہی تھی اور صاف صاف کہا جا رہا تھا کہ "طریقت و شریعت" دو الگ الگ کوچے ہیں جن کے راہ و رسم ایک دوسرے سے جُدا اور جن کا قانون ایک دوسرے سے الگ ہے۔

Marfat.com

طریقت تابع و خادمِ شریعت ہے | حضرت مجدّد الف ثانیؒ نے پوری ہم آہنگی کے ساتھ آواز لگائی کہ "طریقت تابع و خادمِ شریعت ہے، کمالاتِ شریعت احوال و مشاہداتِ طریقت پر مقدم ہیں، ایک حکمِ شرعی پر عمل ہزار سالہ ریاضت سے زیادہ نافع ہے، اتباعِ سُنّت میں خوابِ نیم روز (قیلولہ) احیاءِ لیل (شب بیداری) سے افضل ہے"۔

فرائض کا درجہ اور احکامِ شریعت پر عمل کی فضیلت | اعقر نے عرض کیا حضرت! بعض غالی صوفی فرائض کی پرواہ کیے بغیر نوافل اور ریاضات پر زور دے کر دینِ شریعت کا حلیہ بگاڑ رہے ہیں، ارشاد فرمایا:۔

——"جن اعمال سے تقرّبِ خداوندی حاصل کیا جاتا ہے وہ یا تو فرائض ہیں یا نوافل، نوافل کی فرائض کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں، اپنے وقت پر کسی فرض کی ادائیگی ایک ہزار سال کے نوافل سے بہتر ہے اگرچہ وہ نیتِ خاص سے ادا کیے جائیں ——"

اسی کی توضیح و تنویر میں مزید ارشاد فرمایا:۔

——"احکامِ شرعیہ میں سے کسی حکم پر عمل ہوائے نفسانی کے ازالہ میں ایک ہزار سال کی اُن ریاضتوں اور مجاہدوں سے زیادہ اثر کرتا ہے جو اپنی طرف سے کیے جائیں ——"

دوپہر کا قیلولہ کروڑوں شب بیداریوں سے افضل ہے | حضرتِ مجددؒ سے مجالست اور مطالعاتی استفادہ میں سُنّت کی اہمیت اُجاگر ہوئی، ارشاد فرمایا:۔

——"فضیلت تمامتر سنتِ سنیہ کی پیروی سے وابستہ اور امتیاز و اعزاز شریعت پر عمل کرنے سے مربوط ہے۔ مثلاً دوپہر کا سونا جو اتباعِ سُنّت کی نیت سے واقع ہو کروڑوں شب بیداریوں سے افضل اور زکوٰۃ کا ایک پیسہ خرچ کرنا سونے کے پہاڑ خرچ کر دینے سے جو اپنی طرف سے ہو، افضل ہے ——"

دوامِ ذکر | حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں، صحابۂ کرامؓ اور سلف صالحین کی

Marfat.com

تعلیمات میں ائمہ اُمت اور صوفیاء کرام کی ہدایات میں ذکر پر مداومت کی تلقین کی گئی ہے خود قرآنی نصوص بھی اس بارے میں کثرت سے آئے ہیں۔ "دوامِ ذکر" کا مطلب حضرت مجددؒ سے دریافت کیا تو ارشاد فرمایا:۔

"تمام اوقات کو ذکرِ الٰہی جل شانہٗ میں مشغول رکھنا چاہیئے، جو عمل بھی شریعتِ غرا کے موافق ہوگا وہ داخلِ ذکر ہے اگرچہ بیع وشراء ہو پس تمام حرکات و سکنات میں احکامِ شرعیہ کی مراعات ہونی چاہیئے تاکہ وہ سب ذکر ہو جائے اِس لیے کہ ذکر نام ہی ہے غفلت دُور کرنے کا، اور جب تمام افعال میں اوامر و نواہی شرعیہ کی مراعات کی جائے گی تو کرنے والے کو ان کا حکم دینے والے (خدائے واحد) سے جو حقیقی امر و ناہی ہے غفلت سے نجات حاصل ہو جائے گی اور اس کو دوامِ ذکر کی دولت میسر آئے گی۔"

بدعت، دینِ الٰہی کے اندر شریعتِ انسانی کی تشکیل

سُنت اصلِ دین ہے اور بدعت دینِ الٰہی کے اندر شریعتِ انسانی کی تشکیل، جمہور اہلِ سُنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ دین کی ٹیکسال بند کر دی گئی ہے اب جو نیا سکہ اس کی طرف منسوب کیا جائے گا وہ جعلی ہوگا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:۔

اِیَّاکُمْ والبدعة فان کل بدعة ضَلَالَة وَکُلُّ ضَلَالَةٍ فِی النَّار۔

بدعت سے ہمیشہ بچو اس لیے کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں ہوگی۔

بدعتِ حسنہ بھی بدعت ہے

بعض پیشہ ور دُنیا دار مذہبی گروہوں اور افراد نے ذاتی مفادات کے تحفظ کے لیے لوگوں میں اپنی رسوم سے خوش عقیدگی پیدا کرنے اور ان میں مقناطیسی کشش ڈالنے کے لیے "بدعتِ حسنہ" کی تاویل کی آڑلی اور کہا شرعاً بدعتِ سیئہ مذموم ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں بدعتِ حسنہ محمود ہے جو کہ حدیث کے اطلاق "کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَة" کے مستثنےٰ ہے[1]

---

[1] ان لوگوں کی سب سے بڑی دلیل حضرت عمرؓ کا وہ قول ہے جو آپ نے جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے والوں کو دیکھ کر فرمایا تھا "نعمة البدعة هٰذه" (یہ بڑی اچھی بدعت ہے) حالانکہ اس پر اتفاق ہے کہ یہاں محض لغوی حیثیت

(باقی حاشیہ صــــ پر)

Marfat.com

تنہبانز کی ضرورت

حضرتِ مجددؒ کو دیکھا تو انہوں نے اس تقسیم اور بدعتِ حسنہ کے خلاف بڑے زور سے عَلَمِ جہاد بلند کیا اور بڑے اعتماد، قوت اور علمی استدلال کے ساتھ بدعتِ حسنہ کا انکار کیا۔ چنانچہ اسی جذبۂ اشاعتِ سُنّت و انہدامِ بدعت کے پیشِ نظر ارشاد فرمایا:۔

——"کسی تنہبانز کی ضرورت ہے جو سُنّت کی نصرت وحمایت کرے اور بدعت کو پسپا اور مغلوب کرے، بدعت کی ترویج دین کی تحریف کے مترادف ہے اور مبتدع کی تعظیم قصرِ اسلام کو منہدم کرنے کے ہم معنیٰ ——" پھر ارشاد فرمایا:۔

——"گذشتہ لوگوں میں سے بعض نے بدعت میں کچھ حُسن دیکھا کہ بدعت کی بعض قسموں کو انہوں نے مُستحسن قرار دیا۔ لیکن اِس فقیر کو اس مسئلہ میں ان سے اتفاق نہیں وہ کسی بھی بدعت کو حسنہ نہیں سمجھتا اور اس میں اُس کو سوائے ظلمت وکدورت کے کچھ اور محسوس نہیں ہوتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ہر بدعت گمراہی ہے ——" مزید ارشاد فرمایا:۔

——"سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگوں نے کہاں سے کسی ایسے کام میں حسن ہونے کا فیصلہ کر لیا جو اسلام کے دینِ کامل اور خدا کے پسندیدہ ومقبول مذہب میں اتمامِ نعمت کے بعد ایجاد کیا گیا ہو، کیا ان کو یہ موٹی سی بات معلوم نہیں کہ اتمام واکمال اور قبولیت کے بعد کسی دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی جائے تو اُس میں حسن نہیں ہو سکتا۔ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ (حق کے بعد صرف ضلال ہی کا درجہ رہ جاتا ہے) اگر ان کو یہ معلوم ہوتا کہ دینِ کامل میں کسی نو پیدا شُدہ چیز کے حسن کا فیصلہ کرنا اس کے عدمِ کمال کو مُستلزم ہے اور اس بات کا اعلان کہ نعمت ابھی تمام نہیں ہوئی تو وہ کبھی اسکی جرأت نہ کرتے ——"

(بقیہ حاشیہ صـ ۳۷) سے اس کو بدعت کہا گیا ہے ورنہ تراویح کا پڑھنا احادیثِ صحیحہ سے ثابت اور متواتر ہے بدعت کی تعریف کے لیے امام شاطبی کی کتاب "الاعتصام بالسنۃ" اور مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی کتاب ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح" جو اس موضوع پر بہترین کتاب ہے، مطالعہ کرنی چاہیئے۔

Marfat.com

ارشاد فرمایا:۔ "مخدوما! اس فقیر کے ذہن میں یہ آتا ہے کہ جب تک اس (بدعت حسنہ کی تاویل) کا دروازہ مطلقاً بند نہیں کیا جائے گا اہلِ ہوس اس سے باز نہیں رہیں گے۔ اگر ذرہ بھی اس کے جواز کا فتویٰ دیا جائے گا تو رفتہ رفتہ بات کہیں سے کہیں پہنچ جائے گی۔ قلیلۃٌ یفضی الیٰ کثیرہٖ۔

اکبر، جہانگیر اور شاہجہان

اکبر کے دور کی ظلمت و ضلالت، جہانگیر کے زمانے میں حضرت مجددؒ کی حکیمانہ پالیسی اور سیاسی حکمتِ عملی کا باعث تھی، تدریجی مساعی کے نتیجہ میں جہانگیر اگر حامیٔ اسلام نہ بن سکا مگر ماحیٔ اسلام بھی نہ رہا، شاہجہان آیا تو اس کے دل میں حضرتِ مجددؒ کے لیے ہمیشہ نرم گوشہ اور احترام و اخلاص رہا، شاہجہان کے بارے میں مؤرخین کا اتفاق ہے کہ وہ ایک نیک دل بادشاہ، شریعت کا احترام کرنے والا، عظیم مساجد کی تعمیر کا شوق رکھنے والا اور اپنی ذات سے فرائضِ شرعی کا پابند تھا۔ اور اس تمام کے پس منظر میں حضرتِ مجددؒ کی شبانہ روز مساعی کا دخل تھا۔

اورنگ زیب عالمگیرؒ

اورنگ زیب عالمگیرؒ کا دور آیا تو سلطنت کا رُخ تبدیل ہو گیا، حضرتِ مجددؒ کی جدوجہد اور شاہی خاندان پر مساعی تیر بہدف ثابت ہوئیں۔

اورنگ زیب عالمگیرؒ نے حضرت مجددؒ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ سے بیعت وارادت کا تعلق قائم کر لیا تھا۔ پھر اس میں اُسے کس قدر رسوخ اور پختگی حاصل ہوئی اور اس کے پس منظر میں حضرت مجددؒ کی مساعی کس قدر صحیح اور تیر بہدف ثابت ہوئیں؟ تو لیجئے حضرت خواجہ سیف الدینؒ کی شہادت ملاحظہ فرمائیے، انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت خواجہ محمد معصومؒ کو ایک مکتوب میں لکھا کہ:۔

"بادشاہ دین پناہ (اورنگ زیب عالمگیرؒ) کا حضرت کے ساتھ اخلاص اور وہی طرح کا تعلق ہے۔ لطائف ستہ اور سلطان الاذکار کے ذکر سے گذر کر اس وقت نفی و اثبات کے ذکر کی منزل پر ہیں، ان کا بیان ہے کہ بعض اوقات وسوسہ مطلق نہیں آتا اور کبھی آتا بھی ہے تو اس کو استقرار نہیں

Marfat.com

ہوتا، وہ اس چیز سے محفوظ ہیں، فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے میں وساوس و خطرات کے ہجوم سے پریشان ہو جاتا تھا وہ اس نعمت کا شکر بجالاتے ہیں۔"

یہ تو حضرت مجددؒ اور ان کے خاندان کے افراد کی توجہات اور انقلابی اقدامات کے نتیجہ میں بادشاہ کی ذاتی زندگی کی ایک جھلک تھی۔ مگر اس بات پر تمام مؤرخین متفق ہیں کہ اورنگ زیبؒ ایک متشرع، پابندِ مذہب بلکہ متقی مسلمان بادشاہ تھا۔

اورنگ زیبؒ کی وصیت

بطور مثال اس کا ایک نمونہ پیش خدمت ہے۔ "تخت پر جلوس کے اکاونویں سال (سال پنجاہ و یک) بخار بڑی شدت کا چڑھا، چار روز تک باوجود اشتدادِ مرض بسبب کمال تقویٰ کے پانچ وقت کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی۔ ایک وصیت نامہ تھا جس میں اس نے اپنی تجہیز و تکفین کے متعلق لکھا تھا کہ ساڑھے چار روپے جو میرے ہاتھ کی محنت کی ٹوپیوں کی سلائی سے بچے ہیں اس میں تجہیز و تکفین ہو اور آٹھ سو پانچ روپے جو قرآن نویسی کی اجرت سے حاصل ہوئے ہیں مساکین میں تقسیم ہوں۔ بروز جمعہ ۲۸ ذیقعدہ ۱۱۱۷ھ کو بادشاہ نے صبح کی نماز پڑھ کر کلمۂ توحید کا ذکر شروع کیا، ایک پہر دن چڑھے اس دارِ فنا سے روضۂ جنان کو تشریف فرما ہوئے۔"

اورنگ زیبؒ خادمِ اسلام

ہم اورنگ زیب عالمگیرؒ کے پورے اعمال و اخلاق اور اس کے فیصلوں اور اقدامات کی تمام تر ذمہ داری نہیں لے رہے اور نہ اس کی ہر ادا کو اسلامی تعلیمات اور احکامِ شریعت کے مطابق ثابت کرنا ممکن ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ نہ تو وہ خلیفۂ راشد تھے اور نہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز۔

تاہم حضرت مجددؒ کی انقلابی مساعی اور حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی حکمتِ عملی اور ان حضرات کی اصلاحی و تجدیدی تحریک ضرور کامیاب ہوئی اور اسی کا یہ ثمرہ تھا کہ اورنگ زیب عالمگیرؒ سلطنت کو "ہادمِ اسلام" کے بجائے "خادمِ اسلام" بنانے کی انقلاب انگیز مگر خاموش کوششوں اور ان کے فرزندوں اور خاندان کی گہری و بے لوث روحانیت اور

Marfat.com

دلآویز شخصیتوں سے پورے طور پر متاثر تھا اور اس نے کسی حد تک حضرت مجدد الف ثانیؒ کی دعوت اور مقاصد سے ہم آہنگی پیدا کر لی تھی اور اس نے اسی مقصد کے پیشِ نظر معاشرے اور سلطنت میں دُور رس تبدیلیاں لانے کی کوشش کی ؎

نازِ معیارِ وفا ہم کو نہیں ہے لیکن
ہم سا بھی اور زمانے میں کہاں باقی ہے

Marfat.com

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

(۹۵۸ھ تا ۱۰۵۲ھ)

گذشتہ دو تین ماہ سے مسلسل کثرتِ کار، ہجوم افکار اور بے ہنگم اور اجیرن زندگی نے طبعی نشاط اور فرحت و انبساط کی کیفیتیں لوٹ لیں۔ عملی تصوف سے تو احقر واقف نہیں البتہ اکابر سے اصطلاحات سُن رکھی ہیں۔ اصطلاحی اور محض لفظ کے لفظی مفہوم کی حد تک گویا مجھے بھی قبض کی سی کیفیت رہی۔

بندگی کے آسان راستے

خیال آیا اور پھر غالب رہا کہ اپنے شیخ و مربی محدث کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہٗ کے ہم نام، عظیم محدث، صاحب "اخبار الاخیار"، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی محفلِ علم و عرفان اور درگاہِ معرفت و احسان میں حاضری کی سعادت حاصل کر لی جائے۔ اپنی کور بختی اور سیاہ عملی کے باوصف بھی شاید گلشنِ علم و معرفت کے حقیقی پھول نہ سہی کچھ خوشبو اور بہار کا نکھار حاصل کر لیا جائے۔ کیونکہ حالات کی بہترین اثر اندازی بلکہ افضل ترین عبادت اہلِ کمال حضرات کی رفاقت اور مقربانِ دربارِ الٰہی کی مجالست ہے کیونکہ ان کی استقامت کو دیکھ کر اہلِ ایمان کے لیے بندگی کے راستے آسان اور بُعد و حجاب کی کیفیات زائل ہو جاتی ہیں۔

نعمت نفس کا شکریہ

مرحوم نے اول وہلہ میں ارشاد فرمایا، کیوں ناشکری کی کیفیت میں پڑے ہو، کیا سوچ رہے ہو، کدھر جا رہے ہو اور کن کا راستہ چل رہے ہو؟ اللہ تعالیٰ کی کروڑوں نعمتوں کا شکریہ تو درکنار کیا تم صرف اس کی نعمتِ نفس کا شکریہ ادا کر سکتے ہو؟ —— ارشاد فرمایا:۔

سانس بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کی نعمت ہے جس کی آمد و شد میں اتنی لاکھوں نعمتیں موجود ہیں جن کے شمار و احاطہ کی عقل میں طاقت نہیں، اندر داخل ہونے والے سانس سے

Marfat.com

سینکڑوں کام نکلتے ہیں، یہ سانس ایسا آبِ حیات ہے جو رگوں پٹھوں وغیرہ کی نالیوں میں داخل ہو کر اعضاء و اطراف کے برگ و بار کو سرسبز رکھتا ہے، حلق کی نالی میں سانس داخل ہو کر اس کے میل کچیل اور کثافت و خشکی کو دُور کر کے لطیف و نرم بناتا ہے، پھر اس کا جوہر پھیپھڑے کے ذریعہ گلزارِ دل میں داخل ہو کر بدن کے تمام رگوں، پٹھوں اور مسامات میں پہنچتا ہے اور حرارتِ غریزی کو معتدل بناتا ہے۔ گویا ہر لحظہ نیا لباسِ زندگی اور ہر لحظہ تازہ نزہت زیست بہم پہنچاتا ہے۔ باہر نکلنے والا سانس انہی منزلوں اور راہوں سے جن سے وہ داخل ہوا تھا باہر آتا ہے اور اندر کے تمام فضلات اور کثافتیں باہر نکال پھینکتا ہے اور طبیعت میں فرحت و نشاط پیدا کر کے حبس و ضیقِ دم کی تکلیف سے نجات دیتا ہے۔ (اخبار الاخیار ص ۱۷)

زبان کا محاسبہ

شکرِ نفس اور سانس کے محاسبے کے تصور سے احقر کو مولانا عبد الماجد دریابادی کا ارشاد فرمودہ "زبان کا محاسبہ" یاد آیا، مرحوم نے لکھا ہے کہ:-

روس کے ایک حساب دان نے حساب لگا کر بتایا ہے کہ ہم دن میں اگر دس گھنٹے جاگتے ہیں تو وقت کے تین گھنٹے بیس منٹ بولنے میں صرف کرتے ہیں۔

زبان سے ایک منٹ میں پچاس الفاظ ادا ہوتے ہیں اور اس طرح ہر گھنٹے میں تین ہزار لفظ ہماری زبان استعمال کرتی ہے اور اس بولنے والی میعاد (۳ گھنٹے ۲۰ منٹ) میں ہم دس ہزار (۱۰۰۰۰) تک الفاظ بول جاتے ہیں۔

اب سال بھر کی بولی کی میزان اگر آپ چاہتے ہیں تو اس روزانہ کی تعداد کو ۳۶۵ سے ضرب دیجئے اور پھر اگر عمر شریف ۶۰ سال تک پہنچ چکی ہے تو اس کے حاصل ضرب کو ۶۰ سے ضرب دیجئے تاکہ میزان کل ۶۰ سال کی عمر کی بولی ہوئی حاصل ہو۔

اور اگر اتفاق سے کوئی صاحب زیادہ باتونی یا بکّی قسم کے واقع ہوئے ہیں یا ان کا پیشہ ہی تقریر و خطابت کا ہے تب تو کئی لاکھ کے اعداد آسانی سے کروڑوں میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔

قرآن مجید کے اس فرمان کو یاد کر لیجئے کہ اِدھر بندہ کی زبان سے کوئی لفظ ادا ہوا کہ اُدھر پہرہ دار یا نگہبان فرشتے نے اُسے لکھ لیا، اور سوچئے کہ جواب عمر بھر میں ادا کیے ہوئے ان کروڑوں لفظوں میں سے ایک ایک کا دینا ہوگا، کیا آپ اسکے دسویں، بیسویں، سویں،

Marfat.com

ہزارویں اور لاکھویں حصہ کے لیے بھی تیار ہیں ؟

جواب کا مطالبہ نہ ٹل سکے گا نہ اس کے لیے کوئی مہلت ملے گی اور نہ جواب میں حیلہ سازی یا سخن سازی کی گنجائش کسی حد تک بھی نہ نکل سکے گی، یا قبل اس کے کہ وہ دن آئے خود ہی اپنے دل میں حساب لگا کر دیکھ لیجئے کہ کتنے لفظ شر اور بدی کی طرف لے جانے والے زبان سے نکلے ؟ الفاظ کو سوچ کر اور تول کر زبان پر لانے کی عادت اگر پڑ جائے تو پھر سمجھ لیجئے کہ بیٹھے بیٹھے جنت بھی حاصل ہو گئی ۔

نعمتِ نفس اور سانس لینے کی قدر و قیمت اور اہمیت اُجاگر فرمانے کے بعد میرے ذوقِ صحبتِ صالحین، اشتیاقِ مجالسِ عارفین اور سلسلۂ "ساعتے با اولیاء" کو سراہتے ہوئے ارشاد فرمایا :-

اہلِ کمال کی صحبتیں

جب انسان اہلِ کمال کی صحبت اور عارفوں سے [illegible] جمال سے بے بہرہ ہو جائے تو اُس وقت ان بزرگوں کے حالات سے باخبر رہنا بھی باعثِ ہمت افزائی اور تاریکیوں کو ختم کرنے والا ہے، ان کے حالات سے واقف ہونے سے بھی وہی اثر ہوتا ہے جو اُن کی صحبت سے ؛ کیونکہ یہ بھی اُن کی صحبت میں رہنے کے مترادف ہے ۔ پھر اگر حسنِ عقیدت ہو تو ہر چیز مشاہدہ بن جاتی ہے ــــــ پھر رُباعی سُنائی اور بڑے مؤثر انداز میں ؎

ہر کس کہ کمالِ اولیاء را نہ شناخت
دین نعمتِ خاص بے بہا را نہ شناخت
پس شکر نہ گفت و حُبِ ایشاں نگزید
می داں بے یقیں کہ اُو خدا را نہ شناخت

(ترجمہ) "جس نے اولیاء کرام کے کمالات کو نہیں پہچانا اُس نے نعمت کی خاص قسم کی نعمت کی قدر و قیمت نہ جانی، اُس نے نہ تو شکر ادا کیا اور نہ اُن کی محبت کو اپنایا، یقین رکھو کہ اُس نے خدا کی محبت کو بھی نہ پہچانا ۔"

حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان ارشادات سے میری حوصلہ افزائی ہوئی ۔ الحمد للہ کہ مجھے

Marfat.com

صحبتِ صالحین سے کارِ بیکار کے شیطانی وسوسے کے بجائے رحمتِ پروردگار کا یقین ہوگیا اور اس یقین میں اضافہ ہوتا گیا۔ موصوف نے صرف اس قدر پر اکتفاء نہ کی بلکہ مزید ارشاد فرمایا کہ :۔

"بزرگوں کے حالات سُنکر ہر شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ ان کو یہ سعادت ابدی صرف اس لیے حاصل ہوئی کہ وہ حُسنِ عمل کے پیکر تھے جس سے خود ان کے حالات پڑھنے والے کے دل میں لامحالہ حسنِ عمل اور حسنِ کردار کی طرف قدم بڑھانے کا ایک لازوال جذبہ پیدا ہوگا ——— نیز یہ بھی ممکن ہے کہ یہ پاکیزہ ارواح ہمارے اس طرح یاد کرنے سے خوش ہوں اور اس کے عوض میں وہ ہمیں بھی عالمِ آخرت میں یاد کریں ——— نیز یہ بھی تو ہے کہ جب اِنسان بزرگوں کو خیر سے یاد کرے گا تو اس سے بھی دوسرے لوگوں کا یہی معاملہ ہوگا۔ کماتدین تدان یعنی جیسا معاملہ تم اوروں کے ساتھ کروگے تمہارے ساتھ بھی وہی معاملہ کیا جائے گا۔

چُوں من بخیر کنم یادِ رفتگاں دارم
اُمید آں کہ مراہم بخیر یاد کنند
چُوں شاد مے کنم اروارِح دیگراں شاید
کساں رسند و مرا نیز روح شاد کنند
(اخبار الاخیار ص۲۹)

(ترجمہ) "جب میں گذرے ہوئے لوگوں کو خیر سے یاد کروں گا تو اُمید ہے کہ دُوسرے بھی مجھے خیر سے یاد کریں گے ——— جب مَیں دوسروں کی رُوح کو خوش کروں گا تو ہو سکتا ہے کہ لوگ بھی میری روح کو خوش کرنے کا اہتمام کریں"۔

قال کو چھوڑ کر مردِ حال بن جائیں

اکابر کی مجالس اور اہل اللہ کی توجہات کی برکات کا سلسلۂ بیان جاری تھا کہ ارشاد فرمایا : قال کو چھوڑ کر مردِ حال بن جائیے، جب ربط و کیفیّتِ معیّتِ الٰہی کی دولت نصیب ہوگی تو علمی عُقدے بھی حل ہوں گے، وہی معارف حاصل ہوں گے اور عشقِ الٰہی میں شورش و اضطراب کی دولت بھی نصیب ہوگی ——— اس پر ایک واقعہ سنایا کہ :۔

——— ایک روز حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی مجلس میں کسی قاری قرآن نے قرآنِ کریم

Marfat.com

کی ایک آیت پڑھی، آپ نے اس کی ایک تفسیر بیان کی، پھر دوسری، پھر تیسری حتیٰ کہ حاضرین کے علم کے مطابق اس کی گیارہ تفسیریں بیان کیں۔ پھر دوسری تفاسیر کو شروع فرمایا حتیٰ کہ چالیس تفسیریں بیان فرمائیں اور ہر تفسیر کی سند متصل اور دلیل اور ہر دلیل کی ایسی تفصیل بیان فرمائی کہ اہلِ مجلس غرقِ حیرت و استعجاب ہو گئے''۔

اس کے بعد فرمایا ہم قال کو چھوڑ کر حال میں آتے ہیں، پھر آپ نے کلمۂ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہا، اس کلمۂ توحید کا زبان سے نکلنا تھا کہ حاضرین کے دل میں شورش و اضطراب موجزن ہوا اور کپڑے پھاڑ کر جنگل کا رُخ کیا۔

قلب را با نورِ حق گلزار کن اپنے اساتذہ سے بارہا سنا ہے، اکابرین بھی یہی کہتے آئے ہیں، تصوف کی کتابیں بھی اس پر زور دیتی ہیں کہ انسان مردِ قال کے بجائے مردِ حال بن جائے، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے مواعظ میں بارہا پڑھا ہے

صد ورق و صد کتب در نار کن　　　قلب را با نورِ حق گلزار کن

پھر یہی سوچا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو بھی تو یہ مرتبۂ بلند اسی لیے حاصل ہوا کہ وہ مردِ حال بن گئے تھے۔ علمِ قال کی گتھیاں خود بخود سلجھتی گئیں اور مشکل مسائل حل ہوتے گئے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اس پر حضرت جیلانیؒ کا ایک اور دلچسپ واقعہ سنایا کہ:۔

ایک دلچسپ علمی لطیفہ حضرتِ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ تمام علماءِ عراق کے مرجع بلکہ تمام دُنیا کے طالبانِ علم کے مرکز تھے، اطرافِ عالم سے آپ کے پاس فتاویٰ آتے تھے، جن کا غور و فکر اور مطالعۂ کتب کے بغیر فوراً آپ صحیح جواب لکھتے، بڑے سے بڑے متبحر عالم کو آپ کے خلاف ذرا سا بھی لکھنے یا کہنے کی مجال نہ ہوتی۔

چنانچہ ایک مرتبہ عجم سے آپ کے پاس ایک استفتاء آیا جس میں تحریر تھا کہ: سادات علماء اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے یہ قسم کھائی کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت نہ کرے کہ افرادِ انسانی میں سے کوئی بھی کسی بھی جگہ اس عبادت میں اس کا شریک نہ ہو تو اس کی عورت پر تین طلاق! اب بتائیے کہ یہ شخص کونسی ایسی عبادت کرے کہ جس سے اس کی قسم نہ ٹوٹے؟ اس کا جواب لکھنے سے عراق و عجم کے تمام علماء عاجز ہو گئے۔ مگر آپ نے

Marfat.com

فوراً غور و فکر کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس کے لیے خانہ کعبہ کو طواف کرنے والوں سے خالی کرا لیا جائے، پھر یہ شخص تنہا طواف کے سات چکر پورے کرے، تو اس کی قسم نہ ٹوٹے گی، کیونکہ خانہ کعبہ کا طواف ایسی عبادت ہے کہ اس وقت انسانوں میں سے کوئی بھی اس کا شریک نہ ہو گا۔

شیخ عبد القادر جیلانیؒ

جب شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے حالات وکرامات اور باطنی کیفیات کا مبارک تذکرہ سنا تو احقر نے عرض کیا کہ حضرت! شیخؒ کے اوصاف حالات اور زندگی کے اعمال و کردار کی بھی کوئی جھلک بیان فرمائیے — چنانچہ ارشاد فرمایا۔

—— حضرت شیخ عبد القادر جیلانی بڑے بارونق، ہنس مکھ، خندہ رو، شرمیلے، وسیع الاخلاق، نرم طبیعت، کریم الاخلاق، پاکیزہ اوصاف اور مہربان و شفیق تھے، بکثرت رونے والے، اللہ سے بہت زیادہ ڈرنے والے، بدگوئی سے دور بھاگنے والے اور حق کے سب سے زیادہ قریب تھے۔ علم نے آپ کو مہذب بنایا، قرب نے آپ کو مؤدب بنایا، خطاب الٰہی آپ کا مشیر اور ملاحظۂ خداوندی آپ کا سفیر تھا، انسیت آپ کی ساتھی اور خندہ روئی آپ کی صفت تھی، سچائی آپ کا وظیفہ، فتوحات آپ کا سرمایہ، بردباری آپ کا فن، یادِ الٰہی آپ کا وزیر، غور و فکر آپ کا مونس، مکاشفہ آپ کی غذا اور مشاہدہ آپ کی شفا تھے، آدابِ شریعت آپ کا ظاہر اور اوصافِ حقیقت آپ کا باطن تھا"——

حضرتِ شیخؒ کی علمی و دینی اور روحانی عظمت کے پیشِ نظر اُن سے بھرپور استفادہ کی طلب پیدا ہوئی، اور طلب تڑپ میں بدلی تو حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ بھانپ گئے۔ ارشاد فرمایا: حضرتؒ کے علمی افادات میں سے چند ایک مکاتیب سنائے دیتا ہوں، سنتے جائیے اور ایمان میں جلا اور کمال اور اُن کے روحانیات سے استفادہ کرتے جائیے۔ مکتوب اول میں تحریر فرماتے ہیں:۔

جب دریائے عشق کی موجیں متلاطم ہو جائیں

برادر عزیز! جب آسمانِ شہود پر ابر فیض کے پھٹ جانے سے یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (یعنی جس کو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف ہدایت فرماتا ہے)

Marfat.com

چمکنے لگے اور عنایت یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (یعنی جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے
مخصوص فرما لیتا ہے) کے رُخ سے وصول کی ہوائیں چلنے لگیں، اور گلشنِ قلب میں انس کے
پھول کھلنے لگیں اور گلستانِ رُوح میں ذوق و شوق کی بلبلیں یَآ اَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ (یعنی
ہائے یوسف) کے نغمات سے ہزار داستان کی طرح ترنم ریز ہوں اور اشتیاق کی آگ عالمِ اسرار
میں مشتعل ہو اور طیورِ فکر فضائے عظمت میں انتہائی پرواز کے باعث بے بال و پر ہو جائیں
بڑے بڑے اہلِ عقل وادیٔ معرفت میں پیہم گم ہوتے رہیں، اور عقل و خرد کے ستون
ہیبت و جلال کے صدمہ سے لرز جائیں اور عزائم کی کشتیاں مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ
(یعنی انہوں نے اللہ کی وہ قدر نہ کی جو اُس کا حق ہے) کے سمندروں میں وَھِیَ تَجْرِیْ بِھِمْ
فِیْ مَوْجٍ کَالْجِبَالِ (یعنی اور وہ کشتی انہیں موجوں میں پہاڑ کی طرح سے کر تیر رہی تھی) کی
ہواؤں کے ساتھ حیرت کی موجوں میں ہلکورے لگے تو یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ (یعنی وہ انہیں
چاہتا ہے اور وہ اُسے چاہتے ہیں) کے دریائے عشق کی موجیں متلاطم ہوتی ہیں، ہر ایک
زبانِ حال یہ پکارنے لگتا ہے۔ رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَکًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ
(یعنی اے پروردگار ہمیں اتار مبارک اتارنا اور تو بہترین اتارنے والا ہے) اور اِنَّ الَّذِیْنَ
سَبَقَتْ لَھُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی (یعنی جن کیلئے ہماری جانب سے اچھائی پہلے مقدر ہو چکی ہے)
عنایت حاصل ہوتی ہے اور انہیں فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ (یعنی اچھے ٹھکانے ہیں) کے ساحل
مرادی پر اتارتا اور مستانہ بادۂ الست کی مجلس میں پہنچاتا ہے اور لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی
وَزِیَادَۃٌ (یعنی نیکی کرنے والوں کے لیے نیک بدلہ اور اس سے زیادہ ہے) کے دسترخوانِ نعمت
پر سامنے بٹھاتا ہے اور خمخانۂ قرب بِاَیْدِیْ سَفَرَۃٍ (یعنی پاکیزہ فرشتوں کے ہاتھوں سے)
اور وَسَقٰھُمْ رَبُّھُمْ شَرَابًا طَھُوْرًا (یعنی اُن کا پروردگار انہیں شراب طہور پلائے گا)
کے جامِ وصول کا دور چلاتا ہے اور وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّمُلْکًا کَبِیْرًا
(یعنی اور جب تم دیکھو گے تو دیکھو گے وہاں نعمتیں اور ملک عظیم) [illegible]
دولتِ دائمی کا مشاہدہ ہوگا۔

اقتباس از خطبہ ... [illegible]

Marfat.com

مزید مکاتیب سنانے کی درخواست کر دی، تو ارشاد فرمایا۔

قلبِ سلیم پیدا کر

عزیز من! قلبِ سلیم پیدا کر تاکہ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ (یعنی اے آنکھوں والو عبرت حاصل کرو) کے رموز معلوم ہوسکیں، اور کامل آخرت کو حاصل کر تاکہ سَنُرِیْہِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِہِمْ (یعنی ہم انہیں اپنی نشانیاں دنیا میں اور ان کے نفوس میں دکھائیں گے) کے دقائق کا ادراک کرسکے، اور یقینِ صادق پیدا کر تاکہ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ (یعنی ہر چیز اللہ کی حمد و تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح سمجھ نہیں سکتے) کے شواہد معرفت کو دل کی آنکھوں سے دیکھے اور وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (یعنی جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں دریافت کریں تو میں قریب ہوں، ہر دعا مانگنے والے کی دعا کو جب وہ پکارے قبول کرتا ہوں) کے اسبابِ وصول سامنے آئیں، اور اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (یعنی کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تم کو بس یونہی بیکار و بے مقصد پیدا کر دیا ہے اور تم ہمارے پاس واپس نہ آؤ گے) کے تازیانہ کے باعث وَیُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ (یعنی انہیں غافل کر دیا آرزوؤں نے سو عنقریب انہیں پتہ چل جائے گا) کی خوابِ غفلت سے بیدار ہو اور مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ (یعنی اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست ہے نہ مددگار) کے مضبوط حلقہ کو ہاتھ سے پکڑ، اور فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ (یعنی اللہ کی طرف دوڑو) کی کشتی میں سوار ہو، اور وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (یعنی میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے) کے دریائے معرفت میں مردانہ وار غوطہ زنی کرو، پھر اگر گوہرِ مطلوب ہاتھ آگیا تو فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا (یعنی زبردست کامیابی حاصل کی) اور اگر اسی طلب میں جان جاتی رہی تو فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (یس تحقیق اس کا اجر اللہ کے یہاں واقع ہو گیا)۔

حضرتؒ کے کلامِ معرفت نے تن بدن میں آگ لگا دی ؎

تو نے کیا آتشِ حل کردہ پلا دی ساقی　　پھونک ڈالا ہے جگر آگ لگا دی ساقی

Marfat.com

میری کیفیت موصوف نے دیکھی تو مزید نوازتے ہوئے ایک اور مکتوب سنایا :۔

نفسِ امّارہ کو ریاضت کی لگام

اے عزیز! جب اَللّٰہُ یَجْتَبِیْ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ (یعنی اللہ جسے چاہتا ہے اپنا منتخب بنا لیتا ہے) کے
جذبات کی فوجیں ولایتِ دل پر حملہ کرتی ہیں اور نفسِ امارہ کی خواہشات کو وَجَاهِدُوْا
فِی اللّٰہِ حَقَّ جِهَادِہٖ (یعنی اللہ کی راہ میں مکمل طور پر جہاد کرو) کی ریاضت کے لگام سے
مطیع و مسخر بنا دے اور فرعونوں اور جابروں کو مجلسِ تقویٰ میں مجاہدہ کی زنجیروں میں کشاں کشاں
لے آئے تو آرزوؤں کو وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (یعنی اللہ کی اور اس کے
رسول کی اطاعت کرو) کے طوق میں جکڑ کر باہر کر دے اور وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ
خَیْرًا یَّرَہٗ (یعنی جو ذرہ برابر نیکی کرے گا تو اسے دیکھ لے گا) کے تازیانہ سے افعالِ ارادی و
اختیاری کو سزا دے، اور رسوم و عادات کی تعبیروں اور تلبیس و طاعات کے ستون کو درمیان
سے بالکل نکال دے اور زبانِ حال سے اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا
وَجَعَلُوْا اَعِزَّۃَ اَھْلِھَا اَذِلَّۃً (یعنی بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اُسے
تباہ و برباد کر دیتے اور اس کے باعزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں) کی صداقت کا اعلان
کرے اور جب صفائے دل کی پسندیدہ زمین شہوات کی کدورتوں سے گذر جائے اور وَمَنْ
یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ (یعنی جو اسلام کے علاوہ دوسرا دین چاہے
وہ اس سے قبول نہ کیا جائے گا) سے صاف و شفاف ہو جائے، اور گلستانِ روح مَنْ
یَّھْدِ اللّٰہُ فَھُوَ الْمُھْتَدِ (یعنی جسے اللہ ہدایت دے تو وہی ہدایت یافتہ ہے) کی نسیم
الطاف سے سراسر معطر ہو جائے اور اوراقِ سرائر پر اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ۔
(یعنی اللہ نے اُن کے دلوں میں ایمان نقش فرما دیا) کے نقوشِ لطائف تحریر ہوں تو شہود
یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ (یعنی جس روز یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی
جائے گی) صفت حال ہو جائے اور شوق کے پہاڑ ھَبَآءً مَّنْثُوْرًا کی طرح ہوا میں اُڑ جائیں
اور بزبانِ حال کہے وَتَرَی الْجِبَالَ تَحْسَبُھَا جَامِدَۃً وَّھِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ (یعنی تم
پہاڑوں کو جما ہوا سمجھ رہے ہو حالانکہ وہ تو بادلوں کی طرح اُڑ رہے ہیں) عشق کا اسرافیل صور

Marfat.com

پھونک رہا ہے اور فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ (یعنی تمام زمین و آسمان والے مدہوش ہو جائیں گے) کی بجلی کی تاثیر ظاہر ہو رہی ہے، اور اقبال لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ (یعنی انہیں عظیم گھبراہٹ کا کوئی غم نہ ہوگا) کا نقیب آکر ان کو قرار و رسوخ دے رہا ہے اور فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ (یعنی قدرت والے بادشاہ کے پاس اچھے ٹھکانے ہیں) کے علّیین کی طرف بلا رہا ہے اور رضوانِ جنت بُشْرٰکُمُ الْیَوْمَ (یعنی آج تمہارے لیے بشارت ہے) صدا لگا کر جنتِ نعیم کے دروازے کھول کر کہتا ہے سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ (یعنی تم پر سلام، تم مبارک ہو، سو جنت میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ) اور وہ لوگ کہتے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۝ (یعنی اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے وعدہ کو سچا کر دیا اور ہمیں جنت عطا فرمائی کہ اس میں جہاں چاہیں رہیں، سو عمل کرنیوالوں کا یہ اچھا بدلہ ہے)

احقر نے غنیمت جانا کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ آج موج میں ہیں، توجہ تام ہے، کیوں نہ اس سے فائدہ حاصل کر لیا جائے، عرض کیا حضرت ایک مکتوب اور بھی، کہ ؏

آتشِ شوق تیز تر گردد ــــــــ ارشاد فرمایا:۔

ساقیانِ غیب کے ہاتھوں شرابِ بہشت کے جام

عزیزِ من! وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِهٖ (یعنی خواہشاتِ نفسانی کے پیچھے نہ پڑو کہ راہِ حق سے بھٹک جاؤ گے) جیسی خواہشات سے اعراض کر اور وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِکْرِنَا (یعنی اُن کی اطاعت نہ کیجیے جن کے دل ہمارے ذکر سے غافل ہیں) کے مطابق مواقع غفلت سے باز آ۔ اور فاسق و فاجر کی صحبت اختیار نہ کر [illegible] لِّلْقٰسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰهِ (یعنی جن کے دل اللہ کی یاد سے سخت ہیں اُن [illegible] ہلاکت ہے) اور اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا [illegible] اللّٰهِ (یعنی اپنے پروردگار کی بات مانو اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جو ٹل [illegible] کی اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِکْرِ اللّٰهِ

Marfat.com

(یعنی کیا ابھی ایمان والوں کے لیے اس کا وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل ذکر اللہ کے لیے جھک جائیں) کی ندا گوشِ ہوش سے سُنیں، اور اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی (یعنی کیا اِنسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے بیکار چھوڑ دیا جائے گا) کی تنبیہ کی وجہ سے تمام رات خوابِ غرور سے بیدار رہ کر وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ (یعنی تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے اللہ سے دھوکہ بازی) اور اہلِ حضور کے مراتب کہ رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ (یعنی وہ ایسے لوگ ہیں جنہیں اللہ کے ذکر سے نہ تجارت غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت) معلوم کرتا رہ، اور کعبہ مقصود حاصل کرنے کے لیے سر کے پاؤں بنا کر دشتِ سر میں یکسو ہو جا، وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا (یعنی اس کی طرف یکسو ہو جا) اس کے بعد قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْهُمْ (یعنی آپ کہہ دیجئے کہ صرف اللہ، پھر باقی کو چھوڑ دیجئے) کی تجرید کر کے وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ (یعنی میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں) کی تفویض کی سواری پر سوار ہو کر اہلِ صدق کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (یعنی سچوں کے ساتھ ہو) کے قافلہ کے ساتھ مسافر ہو جا، اور آرائشِ دُنیا کے مساکن کو کہ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَی الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا (یعنی جو کچھ زمین پر ہے اسے ہم نے زمین کی زینت بنا دیا) عبور کرتے ہوئے مہالک فتنہ کے کہ اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ (یعنی تمہارے مال و اولاد فتنہ ہیں) راستوں میں سلامتی کے ساتھ ہدایت کی شاہراہ کہ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْکِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلًا (یعنی یہ نصیحت ہے سو جو چاہے اپنے رب کا راستہ اختیار کرے) سامنے رکھ اور زبانِ اضطرار سے کہ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ (یعنی کیا کوئی ہے جو مضطر و مجبور کی دعا کو قبول کرے) تفرع و زاری کے ساتھ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ (یعنی ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت فرما) کے دسترخوان پر عنایتِ قدیم اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (یعنی اللہ کے دوستوں کو نہ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے) کے مبشر کے ہمراہ تحیۃ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ (یعنی سلام ہو یہ بات پروردگار رحیم کی جانب سے ہے) کی بشارت کے ساتھ آگے بڑھتا رہ، اور نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ (یعنی اللہ کی مدد اور قریبی فتح حاصل ہوگی) کی سواری پر سوار ہو کر فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضْلٍ

Marfat.com

(یعنی وہ اللہ کی نعمت اور فضل و کرم کو لیکر واپس آئے) کی بارگاہِ خلد کا داعی ہو، ہر طرف سے عزت و
وصال کی ہوائیں چلنے اور ساقیانِ غیب کے ہاتھوں سے شرابِ محبت کے جام چلنے کا مشاہدہ
ہو، اور اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ۔ (یعنی یہ ہے تمہاری
جزاء اور تمہاری کوشش بارآور ہوئی) کی صدائیں بلند ہوں، اور اس مقامِ انس میں وَكَلَّمَ
اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا (یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کلام فرمایا) کی فسانہ گوئی شروع ہو، اور
فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ (یعنی جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی) کا دیباچہ طولانی ہو اور
چشمِ بصیرت کا نور وَخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا (یعنی موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے) کی سکراتِ حالات
کی خبر دے اور وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (یعنی بہت سے چہرے اُس
روز تر و تازہ اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے) کا مشاہدہ کرے اور اپنے عجز کا اعتراف
کرتے ہوئے زبانِ حال سے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۔ (یعنی
نگاہیں اُسے نہیں پا سکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے) کہہ کر بینا ہو جائے ۔

وباللہ التوفیق فی المبدأ والمعاد

Marfat.com

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

۱۱۱۴ھ ——————— ۱۱۷۶ھ

گذشتہ کئی دنوں سے ہجوم مشاغل، عوارض وامراض، اضیاف واسفار اور کثرت کار نے طبعی انقباض، کسل، اور بسطو نشاط کے لحاظ سے بے کار بنا دیا تھا ملک کے ابتر سیاسی حالات جہاد افغانستان کے آخری، نتیجہ خیز مگر حساس مرحلے پر کابل میں مجاہدین کی باہمی آویزش کی خبر نے تو ہلا کر رکھ دیا، نیند اچٹ گئی، آرام لٹ گیا، عالمی نشریاتی اداروں کی جھوٹی، من گھڑت اور بنی بنائی خبروں نے تو جلتی پر تیل کا کام کیا، مطالعہ تحریر و تصنیف اور بحث و تحقیق پر طبیعت کو بالجبر مائل کرنا پڑتا تھا۔

شاہ ولی اللہؒ سے ملاقات ہوگئی بار الٰہ! یہ کیا ہوگیا، پریشانی کیوں بڑھ رہی ہے چین کیوں چھن گیا ہے مطالعہ اور بحث و تحقیق میں کیوں جی نہیں لگتا —— توبہ و استغفار بھی جاری ہے اور اللہ سے قبض کی کیفیت کے ازالہ کے لئے تضرع وابتہال کے ساتھ دعا بھی کہ اپنی قیام گاہ میں اچانک بائیں طرف نظر اٹھی تو کتابوں کے ڈھیر میں سر فہرست ازالۃ الخفاء اور حجۃ اللہ البالغہ پر نظر پڑ گئی اور اس واسطہ سے امام انقلاب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ —— سے ملاقات کی تقریب کا اہتمام ہوگیا۔

حضرت شاہ صاحبؒ سے تعارف تو پہلے ہی روز سے تھا زمانہ طالب علمی میں اپنے علاقہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے معروف قصبہ چودھوان کے جید عالم و فاضل حضرت مولانا اللہ داد مرحوم کے ذاتی کتب خانہ سے حضرت شاہ صاحبؒ کی معرکۃ الآراء

Marfat.com

کتاب حجۃ اللہ البالغہ مترجم سے اخذ و استفادہ اور مطالعہ کا موقع ملا تھا۔ اس وقت عقل تو سمجھ میں نہیں آتی تھی مگر اتنی شدہ بدھ ضرور تھی کہ ترجمہ کی مدد سے کچھ کچھ مقصد تک رسائی حاصل ہو جاتی تھی۔

حجۃ اللہ البالغہ اور ازالۃ الخفاء کے برکات

پھر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے مجالس اور صحبتوں سے یہ بھی تو ذہن بن چکا تھا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے احیاء دین، اشاعت کتاب وسنت، اسرار و مقاصد شریعت کی توضیح و تنقیح، تربیت وارشاد اور ملت اسلامی کے تحفظ اور تشخص کی بقا کے لئے عہد آفرین کوششوں کی روداد بھی کچھ سن رکھی تھی اور کچھ اپنے مطالعہ اور اسی موضوع پر بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں پڑھ لینے کے مواقع ملے اور اب جب حجۃ اللہ البالغہ اور ازالۃ الخفاء کے بعض مضامین پڑھے تو غموم و ہموم کے بادل چھٹتے گئے، علمی کمالات، علمی تحقیقات، استنباطات و اجتہادات اور دلائل و توجیہات کے دلچسپ نکات ایک سے ایک بڑھ کر، ابھی ایک کی لذت اور لطف اندوزی مکمل نہ ہوتی کہ دوسرا نکتہ اس سے بڑھ کر سامنے آجاتا۔

شاہ صاحب سے اس علمی استفادہ اور سوانحی ملاقات، ان کے ارشادات، نظر توجہ اور کمال التفات نے ریب و تردد اور الجھنوں کو حل کر دیا مجھے ملاقات کی پہلی ہی نشست میں یہ احساس ہو گیا گویا کہ میں نخلستان میں پہنچ گیا ہوں بگولے چھٹ گئے پیہم مضطرب دل سکون پذیر ہو گیا دھندلاہٹ چھٹتی ہوئی محسوس ہوئی گویا کسی نے انگلی تھام لی اور راہِ ہدایت و استقامت کی طرف اشارہ کر دیا۔

اورنگ زیب عالمگیرؒ

آج کی اس مطالعاتی ملاقات میں مجھے دورِ صحابہؓ، زمانۂ خیر القرون، سلف صالحین کے حالات دیکھنے سننے کا موقع ملا تو دورِ حاضر کے ساتھ موازنے کا تخیل بھی ساتھ ساتھ چلتا رہا اورنگ زیب عالمگیر کا تذکرہ ہوا تو مجھے اس آئینہ میں آج کے حکمرانوں کے چہرے بھی نظر آئے۔ آج کے حکمران یہ چاہیے، سیکرٹریوں کی بریفنگ اور لکھے لکھائے بیانات پڑھ کر رٹی رٹائی

Marfat.com

پالیسی تحریریں دُہرا دیتے ہیں مگر اورنگ زیب عالمگیر آہنی عزم، فولادی جسم، حد درجہ کا احساسِ ذمہ داری اور خوف خدا رکھتے تھے ان کی نظر جتنی ملکی کلیات اور مہماتِ سلطنت پر تھی اتنی ہی جزئیات پر۔ ان کا یہ شعر ان کے دل کی ترجمانی، ان کے احساس ذمہ داری اور اس کے نتیجہ میں ان کے مشکلات کی صحیح تصویر ہے وہ اکثر اپنا ہی یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

غم عالم فراواں است و من یک غنچہ دل دارم
چساں در شیشۂ ساعت کنم ریگ بیاباں را

غم جہاں کے مقابلہ میں میرا دل ایک کلی کے مانند ہے شیشۂ ساعت میں کس طرح ریگ صحرا کو بند کر دوں (جب کہ شیشۂ ساعت قدیم زمانہ میں ایک خاص قسم کا گھڑیال ہوتا تھا جس میں ذرہ ذرہ کر کے ریت ڈالی جاتی تھی)

کبھی کبھی یہ شعر بھی پڑھا کرتے تھے اور اسی پر ان کا عمل بھی تھا۔

من نمی گویم زیاں کن یا بفکر سود باش
اے ز فرصت بے خبر! در ہر چہ باشی زود باش

میں نہیں کہتا کہ تم نقصان اٹھاؤ یا نفع کی فکر میں رہو اے فراغت سے بے خبر! جس کام میں لگے ہوئے ہو اُسے تکمیل تک پہنچانے میں جلدی کر

امت مسلمہ کی سعادت کا راز حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ بنیادی طور پر یقین رکھتے تھے کہ ہمارا دین ہماری تہذیب اور ہماری سعادت کا اصل سرچشمہ مرکزِ اسلام جزیرۃ العرب اور حجاز مقدس ہے چنانچہ 'المقالۃ الوضیہ فی النصیحہ والوصیہ' کے حوالے سے خود ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم میں خوش نصیب وہ ہے جس کو عربی زبان میں کچھ درخور حاصل ہو، صرف نحو ادب میں دخل ہو اور حدیث و قرآن سے واقفیت رکھتا ہو، ہمیں حرمین شریفین میں بھی حاضری دیتے رہنا چاہئیے اور اس سے قلبی وابستگی رہنی چاہیئے اس میں ہماری سعادت کا راز ہے اور اس سے اعراض و روگردانی کرنے میں شقاوت و محرومی پنہاں ہے۔

شاہ ولی اللہ اور حمیت دینی مجھے شاہ صاحب سے دور حاضر کے ہر فتنہ اور مسئلے

Marfat.com

پر استفسار اور استفادہ کے لئے بے تابی تھی موجودہ دور کی روشِ دینی سب کے سامنے ہے آج قرآن کی توہین کی جاتی ہے صحابہ کرام پر کھلے عام تبرا بازی کی جاتی ہے، قرآنی احکام سے استہزاء کیا جاتا ہے کہ مگر مسلمان ہے کہ ٹس سے مس نہیں ہوتا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مجسمہ غیرت و حمیت تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ جمہور اہل سنت اور عقائد اسلامیہ کے خلاف کسی عارف اور مشہور شیخ کی ایک تحقیق جدید سنی تو ان کی قلم سے بے اختیار یہ الفاظ نکلے ہیں۔

مخدوما! ایں فقیر را تاب استماع امثال ایں سخناں نیست بے اختیار رگ فاروقیم در حرکت مے آید	مخدومی! یہ فقیر اس طرح کی باتوں کے سننے کی تاب نہیں رکھتا بے اختیار میری فاروقی رگ حرکت میں آجاتی ہے۔

کسی قصبہ میں ایک خطیب نے خطبۂ جمعہ میں خلفاء راشدین کا ذکر عمداً ترک کردیا تو تحریر فرمایا۔

چوں استماع این خبر وحشت انگیز در شورش آورد و رگ فاروقیم را حرکت داد بچند کلمات اقدام نمود	جب اس خبر وحشت اثر سے طبیعت میں اضطراب پیدا ہوا اور اس نے میری فاروقی رگ کو حرکت دی یہ چند لفظ میرے قلم سے نکل گئے

شاہ صاحب رح کے کمالات کا راز

شاہ صاحب کی سوانح اور مطالعاتی ملاقات میں انہیں بہت قریب سے دیکھا موصوف شجاعت، فراست، خوش انتظامی اور غیرت و حمیت دینی کے اوصاف سے متصف تھے عقلِ معاش بھی، عقل معاد کی طرح کامل و وافر رکھتے تھے ہر معاملہ میں اعتدال کو پسند کرتے تھے۔ اپنی کسی خواہش کی تکمیل میں لذت جوئی مقصود نہ تھی اس میں بھی کسی ضرورت کی تکمیل، کسی فضیلت کا حصول یا ادائے سنت مقصود ہوا کرتی تھی چال ڈھال نشست و برخاست کسی بھی حرکت و ادا سے ضعف اور کسل مندی کا اظہار نہیں ہوتا تھا

Marfat.com

جب احقر نے تجسس کر کے اس کا پس منظر معلوم کرنا چاہا تو حضرت شاہؒ نے از خود ارشاد فرمایا کہ

والد صاحب (شاہ عبدالرحیم صاحب) کی شفقت میرے حال پر ایسی تھی کہ کم کسی باپ کی بیٹے پر، کسی استاد کی شاگرد پر اور کسی شیخ کی مرید پر ہو گی۔

شاہ صاحبؒ کے والد کی تربیت کا نرالا انداز

شاہ صاحب نے مزید فرمایا کہ میرے والد گرامی کی تربیت کا انداز بڑا حکیمانہ تھا۔ میں ایک روز زمانہ طفولیت میں احباب و اعزہ کی ایک جماعت کے ساتھ ایک باغ کے سیر کو چلا گیا جب واپس آیا تو والد صاحب نے فرمایا ولی اللہ! تم نے اس دن رات میں کیا حاصل کیا جو باقی رہے؟ ہم نے تو اس مدت میں اتنا درود پڑھا۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں یہ سن کر میرا دل باغات کی سیر و تفریح سے بالکل سرد ہو گیا اس کے بعد پھر اس کا شوق پیدا نہیں ہوا۔

اسی مجلس میں شاہ صاحب نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ والد صاحب مجھے حکمت عملی، آداب مجلس، اور تہذیب و دانش مندی کی باتیں بہت سکھاتے تھے اور اکثر یہ شعر پڑھتے۔

آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است
با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا،

مجھے والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جو لوگ مرتبہ میں کم ہوں ان سے ہمیشہ سلام میں سبقت کرنا اور ان سے ہمیشہ خوش اخلاق سے پیش آنا اور ان کی خیریت و احوال دریافت کرنا اور اس کو معمول نہ سمجھنا ؎

صد ملک دل بہ نیم نگہے تواں خرید
خوباں دریں معاملہ تقصیر مے کنند

سینکڑوں دل کی مملکتیں قدرے توجہ اور نگاہ نیم باز سے خریدی جا سکتی ہیں لیکن حسن والے اس معاملہ میں کوتاہی اور تقصیر سے کام لیتے ہیں۔

جامعیت حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُن کو ہمہ جہت جامع پایا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے تجدید و اصلاح امت، دین کے فہم صحیح کے احیاء، علوم نبوت کی نشرواشاعت اور اپنے عہد و ملت کے فکر و عمل میں ایک نئی زندگی اور تازگی پیدا کرنے کا جو عظیم الشان کام کیا اس کا دائرہ ایسا وسیع اور اس کے شعبوں میں اتنا تنوع پایا جاتا ہے جس کی مثال کم از کم اس گنہگار کے علم و مطالعہ میں اور ماضی کے علماء و مصنفین اور شاہ صاحب کے معاصرین میں بھی کم نظر آتی ہے۔ احقر کو اس مطالعاتی ملاقات میں بار بار کی حاضری و استفادے کے باوجود شاہ صاحب نے علم و عمل کے جتنے میدانوں میں تجدیدی و اصلاحی کارناموں کو انجام دیا کا احتواء اور ان سب کا تفصیلی اور تحلیلی جائزہ بے حد دشوار ہو گیا ہے۔ اصلاح عقائد و دعوت الی القرآن حدیث و سنت کی اشاعت و ترویج، فقہ و حدیث میں تطبیق کی دعوت و سعی، شریعت اسلامی کی مربوط و مدلل ترجمانی، اسرار و مقاصد حدیث و سنت کی نقاب کشائی، اسلام میں خلافت کے منصب کی تشریح، خلافت راشدہ کے خصائص، اور اس کا اثبات اور رد رفض، سیاسی انتشار میں مجاہدانہ و قائدانہ کردار، امت کے مختلف طبقات کا احتساب اور دعوت اصلاح و انقلاب، علماء راسخین اور مردان کار کی تعلیم و تربیت، غرض کس کس پہلو کو لیا جائے جس نقطہ نظر سے سوچتا ہوں تو زبان بے اختیار فارسی کے اس شعر کے ساتھ شکوہ سنج ہو جاتی ہے

؎ دامانِ نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچین بہار تو ز داماں گلہ دارد

تمہارے حسن کے پھول اتنے زیادہ ہیں کہ گلچین اپنی تنگ دامنی سے شکوہ کناں ہے۔

علم حدیث کی اشاعت شاہ صاحب کی زندگی کا مقصد اولین تھا

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو علم حدیث سے عشق و فریفتگی کا تعلق تھا اور اس کی نشرواشاعت کو انہوں نے اپنی زندگی کا مقصد اولین قرار دے رکھا تھا حدیث کی اشاعت و خدمت کے سلسلہ میں محدث دہلوی کے مساعی اس دور آخر میں تجدیدی اور اجتہادی شان اور احیاء کا رنگ رکھتی ہیں ان ہی کی مساعی سے اس ملک میں حدیث کا سکہ رائج الوقت کی طرح چلن ہو گیا وہ نصاب درس کا جزء اور معیار فضیلت قرار پائی درس حدیث کے مستقل حلقے قائم ہوئے شروع حدیث

Marfat.com

کا دور شروع ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس پر ایک وسیع وعظیم کتب خانہ تیار ہوگیا جس کی مثال ممالک عربیہ میں بھی نظر نہیں آتی جب احقر نے حضرت شاہ صاحب سے علم حدیث کی اہمیت وعظمت اور اس کی حیثیت سے متعلق حجۃ اللہ البالغہ کے حوالے سے دریافت کیا تو ارشاد فرمایا۔

علم حدیث تاریکی میں روشن چراغ علوم یقینیہ کا معتمد علیہ سرمایہ وسرتاج اور فنونِ دینیہ کی اصل واساس علم حدیث ہے جس میں افضل المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل یا کسی بات پر آپ کے سکوت ورضامندی کا ذکر خیر ہوتا ہے اس لئے یہ حدیثیں تاریکی میں روشن چراغ "رشد وہدایت کا سنگ میل اور بدر کامل کا حکم رکھتی ہیں جو شخص ان پر عمل پیرا ہوتا اور ان کی نگہداشت کرتا ہے تو وہ ہدایت یاب اور خیر کثیر سے فیض یاب ہوتا ہے اور جو بدبخت اس سے اعراض وروگردانی کرتا ہے وہ گمراہ اور ہلاک ہوتا ہے اور اپنا ہی نقصان کرتا ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی امر ونہی انذار وتبشیر اور نصیحت وتذکیر سے معمور ہے آپ کی حدیثوں میں یہ چیزیں قرآن ہی کی طرح یا اس سے (مقدار میں) کچھ زیادہ ہی ہیں۔

علم کی حقیقت آج بی اے۔ ایم اے یا کسی ایک زبان میں تخصص یا کسی ایک فن میں پی ایچ ڈی کرنے والے بھی خود کو سکالر کہتے ہیں اور تحصیل فن کو تحصیل علم قرار دیتے ہیں حالانکہ ایسے فنون جاننے والوں کی تو شاہ ولی اللہ کے دور میں بھی کمی نہیں تھی مگر انہیں عالم نہیں کہا جاتا تھا شاہ صاحب کے زمانے میں دینی حلقوں پر بدعات، رسوم جاہلیت غیر مسلموں کی تقلید اور غیر اسلامی شعائر اختیار کرنے کا دھواں چھایا ہوا تھا یونانی علوم کو "فنون دانشمندی" قرار دیا جارہا تھا علوم آلیہ فنون بلاغت اور علم کلام کا غلبہ تھا مگر علوم دینیہ کی طرف توجہ بھی ہوتی تھی تو معاملہ فقہ اور اصول فقہ اور اس کی موشگافیوں سے آگے نہیں بڑھنے پڑھتا تھا حضرت شاہ صاحبؒ سے جب اس سلسلہ میں کچھ بات ہوئی اور دل میں ان کی رائے معلوم کرنے کا داعیہ پیدا ہوا تو انہوں نے اس سلسلہ میں بھی حقیقت کھول کر بیان کردی کہ

Marfat.com

"میں ان طالبان علم سے کہتا ہوں جو اپنے آپ کو علماء کہتے ہیں کہ اللہ کے بندو! تم یونانیوں کے علوم کے طلسم اور صرف ونحو ومعانی کے دلدل میں پھنس کر رہ گئے، تم نے سمجھ لیا کہ علم اسی کا نام ہے، حالانکہ علم یا تو کتاب اللہ کی آیت محکم ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ثابتہ، تمھیں چاہئے تھا کہ تمھیں یہ یاد رہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسے نماز پڑھی، آپ کیسے وضو فرماتے تھے، قضائے حاجت کے لئے کس طرح جاتے تھے، کیسے روزہ رکھتے تھے، کیسے حج کرتے تھے، کیسے جہاد کرتے تھے، آپ کا انداز گفتگو کیا تھا، حفظِ لسان کا طریقہ کیا تھا، آپ کے اخلاق عالیہ کیا تھے؟ تم آپ کے اسوہ پر چلو اور آپ کی سنت پر عمل کرو، اس بناء پر کہ وہ آپ کا طریق زندگی اور سنت نبوی ہے، اس بناء پر نہیں کہ وہ فرض وواجب ہے، تمھیں چاہئے تھا کہ تم دین کے احکام ومسائل سیکھو، باقی سیر وسوانح اور صحابہ رض اور تابعین کی وہ حکایات جو آخرت کا شوق پیدا کریں تو وہ ایک تکمیل چیز اور زائد ہے، اس کے مقابلہ میں تمھارے مشاغل اور جن باتوں پر تم پوری توجہ صرف کرتے ہو، وہ آخرت کے علوم نہیں ہیں، دنیاوی علوم ہیں۔

تم اپنے سے پہلے کے فقہاء کے استحسانات اوران کی تفریعات میں غوطہ لگاتے ہو، اور یہ نہیں جانتے کہ حکم وہ ہے جو اللہ اور اس کا رسول دے، تم میں کتنے آدمی ہیں۔ جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث پہونچتی ہے تو اس پر عمل نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہمارا عمل تو فلاں کے مذہب پر ہے، حدیث پر نہیں ہے، پھر تم نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ حدیث کا فہم اور اس کے مطابق فیصلہ کاملین اور ماہرین کا کام ہے، حضرات ائمہ سے یہ حدیث مخفی نہیں ہو سکتی، پھر انہوں نے جو اس کو چھوڑا تو کسی وجہ سے جو ان پر منکشف ہوئی، مثلاً نسخ یا مرجوحیت۔

یاد رکھو کہ اس کا دین سے کچھ تعلق نہیں، اگر تمھارا اپنے نبی پر ایمان ہے تو اس کی پیروی کرو، وہ تمھا[illegible] مذہب کے موافق ہو یا مخالف، منشا الٰہی تو یہ تھی کہ تم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے ساتھ شروع سے اشتغال کرتے، اگر ان دونوں پر عمل کرنا تمھارے لئے آسان ہو تو کیا کہنا، اور اگر تمھارے فہم اس سے قاصر ہوں تو پھر کسی سابق عالم کے اجتہاد سے

Marfat.com

مدد لو، اور جس کو زیادہ صحیح، صریح اور سنت کے موافق پاؤ اس کو اختیار کرو، علوم آلیہ سے اس ذہن کے ساتھ اشتغال کرو کہ وہ آلات و وسائل ہیں، ان کی مستقل حیثیت اور مقصود کا درجہ نہیں، کیا خدا نے تمہارے اوپر یہ واجب نہیں کیا کہ تم علم کی اشاعت کرو، یہاں تک کہ مسلمانوں کے ملک میں شعائر اسلام ظاہر و غالب ہوں، تم نے شعائر کا تو اظہار نہیں کیا۔ اور لوگوں کو زوائد میں مشغول کر دیا۔

پھر حضرت شاہ صاحب نے جو کچھ فرمایا ان کی پوری زندگی اس کی تصدیق کرتی ہے کہ وہ حدیث ہی کی تشریح و تفہیم، تدریس و تعلیم اور اشاعت و تبلیغ میں مصروف رہے ؎

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم　　　سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

سعادت کے اصول

میں آج دل میں بہت خوش تھا اور اس تصور سے مسرور کہ مجھے شاہ صاحبؒ کی بارگاہ علم و فضل میں مطالعاتی باریابی کی توفیق ارزانی اور خالص علمی و روحانی سعادت حاصل ہوئی ہے شاہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ البالغہ کے حوالے سے ارشاد فرمایا کہ۔

"سعادت کا حصول انسان کے لئے سب سے اہم ہے وہ تہذیب نفس اور قوت بہیمہ کو قوتِ ملکیہ کے تابع بنانے سے حاصل ہوتی ہے شاہ صاحبؒ کے ارشادات اور مجلس فیض و برکت میں حاضری سے پہلی بار معلوم ہوا کہ سعادت کے اصل اصول چار ہیں جن کیلئے حضرات انبیاء کرام کی بعثت ہوئی۔

۱۔ طہارت (جسمانی پاکیزگی جو انسان کو توجہ الی اللہ و تعلق باللہ کے لئے تیار کردیتی ہے)

۲۔ اخبات الی اللہ (انابت و توجہ الی اللہ اور عجز و تواضع)

۳۔ سماحت و مکارم اخلاق و معالی امور

۴۔ عدالت (ایسا نفسانی ملکہ جس کے سبب کی وجہ سے شہر و قوم کا انتظام بسہولت قائم ہو جاتا ہے)

Marfat.com

خلافت راشدہ کا اثبات اصول دین میں سے ایک اصلِ عظیم ہے

شاہ صاحبؒ کے تمام ارشادات وجد آفرین ولولہ انگیز، علمی اور ذوقی نکات سے لبریز تھے جن کا تعلق موہبتِ خداوندی اور افاضۂ ربانی سے ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ۔

واقعہ یہ ہے کہ توفیق الٰہی کے نور نے اس بندۂ ضعیف کے دل میں (ایک مستقل علم کو) اس شرح وبسط کے ساتھ القا کیا کہ اس کو علم الیقین کے ساتھ معلوم ہو گیا کہ اِن حضرات (خلفائے راشدین) کی خلافت کا اثبات اصولِ دین میں سے ایک اصلِ عظیم ہے جب تک اس اصل کو پوری مضبوطی کے ساتھ تسلیم نہیں کیا جائے گا شریعت کے مسائل میں سے کسی مسئلہ کو استحکام حاصل نہیں ہو گا'' پھر ارشاد فرمایا۔

''جو شخص بھی خلافت راشدہ کی صحت کے اصول کو توڑنے کی کوشش کرتا ہے اور دین کے اس اصل کا انکار کرتا ہے وہ حقیقت ۔ تمام فنون دینیہ کو منہدم کر دینا چاہتا ہے''۔ اسی موضوع کی آخری گفتگو کا آخری جملہ یہ تھا کہ خلفاء راشدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی امت کے درمیان قرآن مجید کے اخذ وتلقی میں واسطہ ہیں

شورش کے عروج، اور ہمہ جہتی انتشار کے زمانہ میں بھی علمی کام میں انہماک

شاہ صاحب کے زمانہ کے حالات سیاسی تغیر وتبدل، مرہٹوں کی یلغار، جاٹوں کے حملے سکھوں کی یورشیں اور نادر شاہ کی ترکتازیاں ہوش رُبا، مصائب اور زلزلوں کا باعث تھے مگر شاہ صاحب ان حالات سے باخبر رہنے، حالات وواقعات اور ان کے علل واسباب پر بھرپور گرفت کے باوجود درس وتدریس تصنیف وتالیف دعوت الی اللہ تزکیہ نفوس اور تربیت طالبین کا کام اس جمعیت خاطر اور اہتمام وانصرام کے ساتھ کرتے رہے معلوم ہوتا تھا کہ دلی وہند میں نہیں پورے عالم میں معتدل اور پُرسکون حالات ہیں اور وہ ایک گوشۂ عافیت میں بیٹھے ہوئے

Marfat.com

ی تحقیق، فکری رہنمائی، اور اخلاقی تربیت اور احیائے ملت کے کام میں ہمہ تن مصروف
یں، مولانا سید سلیمان ندوی نے میرے اس نقطۂ نظر کی موافقت کی اور بڑی خوبی اور بلاغت
ے ساتھ اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا

"ایسے کم مصنف گزرے ہیں جن کی تصانیف میں ان کے زمانہ کی روح نہ ہو، یا اس میں زمان و مکان کی جھلک نہ ہو، اور کم ازکم یہ کہ اپنے زمانہ کی علمی ناقدر شناسی اور اضطراب احوال کا ذکر نہ ہو، مگر شاہ صاحب کی تصانیف کا یہ حال ہے کہ وہ زمان و مکان کی قید سے بالکل پاک اور گلہ و شکایت اور حرف و حکایت سے سراپا بے نیاز ہیں، یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہ کتابیں اس زمانہ میں لکھی گئی ہیں، جب امن و اطمینان اس ملک سے حرف غلط کی طرح مٹ گیا تھا، سارا ملک طوائف الملوکی، خانہ جنگی، سیاسی بدامنی، اور ہر طرح کے شور و شر میں مبتلا تھا، دلّی کی سیاسی مرکزیت مٹ چکی تھی، ہر شمشیر زن اپنی بادشاہی کا خواب دیکھ رہا تھا، سکھ ایک طرف، مرہٹے دوسری طرف، جاٹ تیسری طرف، اور روہیلے چوتھی طرف، ملک میں ہر طرف اودھم مچا رہے تھے۔ نادر شاہ اور احمد شاہ جیسے پرجوش سپہ سالار خیبر کے دروازہ کے پاس کھڑے جب چاہتے تھے، آندھی کی طرح آجاتے، اور سیلاب کی طرح نکل جاتے تھے، اس درمیان میں دلّی خدا جانے کتنی دفعہ لٹی اور کتنی دفعہ بنی، مگر اللہ رے دلّی کے تاجدار علم کا امن و اطمینان کہ یہ سب کچھ آنکھوں کے سامنے ہوتا رہا۔ مگر نہ دل کو اضطراب، نہ خیال میں انتشار، نہ قلم میں اضطرار، نہ زبان پر زمانہ کا گلہ، نہ قلم سے بے اطمینانی کا اظہار، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بلندی کے جس آسمان یا صبر و رضا کے جس لامکان میں تھے، وہاں تک زمین کی آندھیاں نہیں پہونچتیں اور زمان و مکان کی گردشیں وہاں اپنا کام نہیں کرتیں، اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ سچے اہل علم کی شان کتنی بلند، اور اصحاب تسلیم و رضا کا منصب کتنا اونچا ہے۔"

Marfat.com

أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ہاں اللہ کی یاد ہی سے دل اطمینان
(الرعد۔ ۲۸) پاتے ہیں۔

صحیح علم کی صحیح خدمت بھی ذکر اللہ کی دوسری شکل ہے، اس لئے اگر وہ بھی قلب میں اطمینان، اور روح میں سکون پیدا کرے تو عجیب نہیں، شاہ صاحب کی تصنیفات کے ہزاروں صفحے پڑھ جایئے، آپ کو یہ معلوم بھی نہ ہوگا کہ یہ بارہویں صدی ہجری کے پرآشوب زمانہ کی پیداوار ہے، جب ہر چیز بے اطمینانی ... بدامنی کی نذر تھی صرف یہ معلوم ہوگا، کہ علم وفضل کا ایک دریا ہے جو کسی شوروغل کے بغیر سکون و آرام کے ساتھ بہہ رہا ہے، جو زمان ومکان کے خس وخاشاک کی گندگی سے پاک وصاف ہے[۱]۔"

درس وتدریس، تصنیف وتالیف، وعظ وتبلیغ، ذکر ومراقبہ اور انابت الی اللہ کے کیفیات کے استغراق کے باوجود حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نظم حکومت، احوال سلطنت اور اسلامی سیاست کے فرائض اور تقاضوں سے غافل نہیں تھے ایک جید عالم دین، شارح قرآن وحدیث اور وقت کے مصلح ومجدد کی طرح اپنے اِن فرائض اور ذمہ داریوں سے بھی آگاہ تھے اپنے بوریائے فقر پر متمکن رہتے ہوئے حکومت وقت کی صحیح رہنمائی میں کسی بخل اور احتیاط سے کام نہیں لیتے تھے۔

تمام مشکلات کا ایک ہی علاج

چنانچہ جب ایک مغل بادشاہ بغیر اطلاع کیے آپ کی خانقاہ میں بوریوں پر آکر بیٹھ گیا اور نصیحت کی خواہش کی تو آپ نے بڑی بے تکلفی اور جرأت وحکمت کے ساتھ ان کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وہ وصیت سنائی جو انہوں نے حضرت عمر فاروقؓ کو خلیفہ بناتے وقت فرمائی تھی۔

"خلیفہ کو یوں عجیب عجیب مشکلات درپیش ہوتی ہیں اعدائے دین کی طرف سے بھی اور موافقین کی طرف سے بھی، اِن تمام مشکلات کا بس ایک ہی علاج ہے کہ مرضیات حق کو اپنا نصب العین بنا کر حق تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی جائے اور اس کے غیر سے قطع نظر کرلی جائے۔

---

[۱] شاہ ولی اللہ رحؒ نمبر "الفرقان"، ص ۳۴۸-۳۴۹

امراء وارکان دولت سے خطاب

احقر نے شاہ صاحب کو مختلف الجہات حیثیتوں سے دیکھا۔ انہوں نے سلاطین اسلام امراء وارکان دولت کو علیحدہ علیحدہ خطاب کیا ان کی دکھتی رگوں پر انگلی رکھی ان کی اصل بیماریوں اور خود فریبیوں کی نشاندہی کی ان کے امراض کی تشخیص کی اور اس کا علاج بتایا، ان خصوصی خطابات میں شاہ صاحب کے دل کا درد، اسلامی حمیت کا جوش، دعوت کا جذبہ اور زور قلم نقطۂ عروج پر ہے چنانچہ امراء وارکان دولت سے خطاب کرتے ہوتے ارشاد فرمایا۔

اے امیرو! دیکھو کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے، دنیا کی فانی لذتوں میں تم ڈوبے جا رہے ہو، اور جن لوگوں کی نگرانی تمہارے سپرد ہوئی ہے، ان کو تم نے چھوڑ دیا ہے تاکہ ان میں بعض بعض کو کھاتے اور نگلتے رہیں، کیا تم علانیہ شرابیں نہیں پیتے؟ اور پھر اپنے اس فعل کو تم برا بھی نہیں سمجھتے، تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ بہت سے لوگوں نے اونچے اونچے محل اس لئے کھڑے کیے ہیں کہ ان میں زناکاری کی جائے، اور شرابیں ڈھالی جائیں، جُوا کھیلا جائے، لیکن تم اس میں دخل نہیں دیتے، اور اس حال کو نہیں بدلتے، کیا حال ہے ان بڑے بڑے شہروں کا جن میں چھ سو سال سے کسی پر حد شرعی نہیں جاری ہوئی جب کوئی کمزور مل جاتا ہے تو اسے پکڑ لیتے ہو، اور جب قوی ہوتا ہے تو چھوڑ دیتے ہو، تمہاری ساری ذہنی قوتیں اس پر صرف ہو رہی ہیں، کہ لذیذ کھانوں کی قسمیں پکواتے رہو، اور نرم گداز جسم والی عورتوں سے لطف اٹھاتے رہو۔ اچھے کپڑوں اور اونچے مکانات کے سوا تمہاری توجہ اور کسی طرف منعطف نہیں ہوتی، کیا تم نے اپنے سر کبھی اللہ کے سامنے جھکائے؟ خدا کا نام تمہارے پاس صرف اس لئے رہ گیا ہے کہ اپنے تذکروں اور قصے کہانیوں میں اس نام کا استعمال "سا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے لفظ سے تمہاری مراد زمانہ کا انقلاب ہے کیونکہ تم اکثر بولتے ہو خدا قادر ہے یا کردے، یعنی زمانہ کے انقلاب کی یہ تعبیر ہے۔

Marfat.com

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

۱۱۵۹ھ ——————— ۱۲۳۹ھ

حقائق السنن شرح اردو جامع ترمذی کے لیے ایک حوالہ درکار تھا، کئی محدثین اور اساتذۂ حدیث کی خدمت میں حاضری دی، متعلقہ کتابوں کی نشاندہی کی گئی، کتابیں کھنگالتا رہا، سینکڑوں صفحات کی ورق گردانی ہوئی مگر ناکام رہا۔ اس کی ایک وجہ علمی بے بضاعتی اور نظر کی ناشناسائی بھی ہو سکتی ہے کہ حسین و رنگین اور آبدار لعل و جواہر کے ڈھیر میں ماہر اور اس کوچہ کی شناسا نگاہ اپنے گوہر نایاب کو پہچان کر پا سکتی ہے۔ مگر دوسری جانب قدرت کی طرف سے اس میں میرے لیے ایک سعادت اور نیک بختی کا فیصلہ بھی مقدر تھا، نصیب جاگ اٹھے اور بخت یاوری کر رہا تھا۔

طلب صادق ہو تو اللہ تعالیٰ استقامت بھی عطا فرما دیتے ہیں، گوہر مقصود جب تک ہاتھ نہ آجائے تو پاؤں میں لغزش بھی ایسوں کے آتی ہے جن کی طلب معمولی لغزش سے نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ ہو، اس کا فضل شامل حال ہو، اپنے اکابر اور اساتذہ کی مخلصانہ اور مشفقانہ دعائیں پشتیبان ہوں تو پھر ؎

پھر دیکھیے تبدیلیٔ گفتار و کردار
رکھ دے کوئی پیمانہ و صہبا میرے آگے

جب اجلہ مشائخ اور اکابر محدثین کے ہاں مجالس میں حاضری اور سینکڑوں صفحات کی ورق گردانی کے باوجود بھی گوہر مقصود نہ مل سکا تو قریب تھا کہ ہمت ہار دیتا اور شاید ہمیشہ کے لیے محرومی مقدر بن جاتی کہ اللہ تعالیٰ کے فضل نے دستگیری فرمائی اور قدرت کی طرف سے دل میں یہ خیال ڈال دیا گیا کہ ایشیا کے سب سے بڑے محسن علوم نبوت کے شارح، عظیم محدث علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے صاحبزادے علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

Marfat.com

جن کو معاصرین بھی زبدۃ المحدثین اور عمدۃ المفسرین کے القاب سے یاد کرتے ہیں ان کی بابرکت صحبت اور مبارک مجلس "بستان المحدثین" میں حاضر ہونا چاہیئے۔

آج جمعہ کا مبارک دن ہے، دسمبر کی چودہ اور ربیع الاول کی بیسویں تاریخ ہے، حاضر خدمت ہوا تو درس حدیث جاری تھا، انوار اور تجلیات سے معمور ایک فیضانِ رحمت تھا کہ حاضرین پر لٹایا جا رہا تھا تلامذہ، مسترشدین اور حاضرین جھولیاں بھر رہے تھے، احقر نووارد تھا چہرہ پر تحیّر اور مایوسی کے آثار ہویدا تھے، حضرت اقدس علّامہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی نگاہِ دُور بیں رمز پا گئی، متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا۔

"طلبِ علم ہی اصل دولت ہے، یہی انبیاء کی وراثت ہے، وہ لوگ خوش نصیب ہیں جن کی زندگی تحصیل واشاعتِ علم میں بسر ہوتی ہے"

ایک علمی مسئلہ اور حوالہ کی تلاش میں تعب و مشقت کو زندگی کا بہترین سرمایہ قرار دیتے ہوئے حد درجہ حوصلہ افزائی اور میرے تجسس کی پذیرائی فرمائی اور ارشاد فرمایا:۔

علم دین نبوت کی میراث ہے

جب حضرت امام مالکؒ کا مرض الموت طویل ہوا اور وقتِ آخر آ پہنچا تو مدینہ اور دیگر امصار کے علماء و فقہاء جن کی تعداد ایک سو تیس تھی جمع ہوئے تاکہ امام صاحبؒ کی آخری ملاقات سے فیضیاب اور اس پیشوائے مخلوق کی وصیتوں سے بہرہ یاب ہوں، اچانک امام صاحبؒ کی آنکھیں کھلیں تو سب حاضرین آپ کے قریب آئے اور عرض کیا اے ابو عبداللہ! اس وقت باطن کا کیا حال ہے؟ فرمایا: صحبتِ اولیاء اللہ کی وجہ سے نہایت خوش ہوں اور میرے نزدیک اہلِ علم اولیاء اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد علماء سے زیادہ کوئی شئے عزیز نہیں ہے، نیز مسرور اور خوش دل ہوں کہ تمام عمر علم کی طلب اور اس کی تعلیم میں بسر ہوئی۔ علمِ دین گویا نبوت کی میراث ہے۔ علم ثواب و عقاب اور علم شرائع و ادیان صرف چراغ دانِ نبوت سے حاصل ہوتا ہے۔

صرف ایک مسئلۂ دین کی تعلیم تمام دُنیا کی دولت سے بہتر ہے

حضرت شاہ صاحبؒ
حضرت امام مالکؒ کا نام

بڑی عقیدت و محبت اور نہایت عظمت و احترام سے لے رہے تھے، دیکھنے والے یوں محسوس کرتے گویا نچھاور ہو رہے ہوں حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا: لیجئے! حضرت امام مالکؒ سے چند ایک روایات بھی سُنتے چلے جائیے، اسی مرض الوفات میں حضرت امام مالکؒ نے جبکہ آپ کے پاس ایک سو تیس بڑے بڑے فقہاء اور علماء جمع تھے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "مَیں تم کو حضرت ربیعہؒ کی وہ حدیث سُناتا ہوں جو اس وقت تک مَیں نے روایت نہیں کی، حضرت ربیعہ خدائے بزرگ و برتر کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ اگر کوئی شخص اپنی نماز میں خطا کرے اور وہ یہ نہیں جانتا کہ کس طرح ادا کرنی چاہیئے اور یہ شخص اس مسئلہ کو مجھ سے دریافت کرے اور میں اس کو نماز کے فرائض اور سُنتیں اور آداب بتلا دوں اور اس کا طریقۂ ثواب بیان کر دوں تو یہ میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ کوئی شخص مجھ کو تمام دنیا کی دولت دے اور میں اسے خدا کے راستہ میں صرف کروں۔"

ایک مسئلہ کا حل اور ایک سو مقبول حج

حضرت ربیعہؓ نے یہ بھی فرمایا کہ۔ خدائے بزرگ و برتر کی قسم! اگر مجھ کو کسی علمی مسئلہ یا روایاتِ حدیث میں سے کسی روایت میں کوئی شُبہ پیش آئے اور میں اس کی دُھن اور تلاش میں اپنے قلب کو ایسا مصروف کر دوں کہ بیداری اور خواب کی حالت کو اس کے دھیان اور خیال میں اس طرح گذار دوں کہ نہ دن کو چین ملے نہ رات کو بستر پر آرام معلوم ہو اور تمام شب اسی شُبہ کے باعث میرا دل مکدّر رہے اور پھر صبح کے وقت کسی عالم کے پاس جا کر اسے حل کر کے اطمینان حاصل کروں تو یہ میرے نزدیک ایک سو حج مقبول سے بہتر ہے۔

ایک ایسا عمل جو ایک سو غزوات سے افضل ہے

اسی مجلس میں حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ محدّث دہلویؒ نے حضرت امام مالکؒ کی یہ روایت بھی بیان فرمائی کہ حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ مَیں نے حضرت ابن شہاب زہریؒ سے بارہا یہ سُنا ہے وہ فرمایا کرتے تھے خدائے بزرگ و برتر کی قسم! اگر کوئی شخص اپنے دینی معاملات میں سے کسی ایک معاملہ میں مجھ سے

Marfat.com

مشورہ کرے اور میں اس میں تامل اور تفکر کے بعد جیسا کہ مشیر کے ذمہ ہے بہتر رائے قائم کرکے اس کو راہِ حق بتلادوں کہ اس کے دین کی اصلاح ہوجائے تو یہ میرے نزدیک ایک سو غزوات سے بہتر ہے۔

جب علمِ حدیث کا ذوق غالب تھا

حضرت شاہ صاحبؒ کی اس گفتگو اور موعظت بھرے ارشادات سے ایسے محسوس ہوا جیسے کسی نے زخموں پر مرہم رکھ دیا ہو، تعب اور مشقت اور تھکاوٹ کے جو آثار تھے وہ محو ہوچکے تھے، فرحت و انبساط اور طبعی نشاط پر نکھار آگیا تھا حضرت شاہ صاحبؒ کی توجہ اور نگاہِ فیض سے دلوں کی دنیا بدل چکی تھی وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ کا سماں بندھ چکا تھا، مٹی کو زرخیز سمجھتے ہوئے ساقی نے ابرِ کرم سے بارانِ فیض لٹا دینے کا فیصلہ کرلیا تو رحمت کی گھٹائیں چھاگئیں، توجہ کی بارشیں برسنے لگیں، پند و موعظت کی بہار پر نکھار آیا تو حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرمانے لگے:۔

"ہمارے اسلاف اور اکابر نے دین اور علمِ دین اور دینی مسائل میں بحث و تحقیق اور تلاش و جستجو ہی کو عیشِ زندگی قرار دیا اور تمام زندگی اسی کی داد دیتے رہے، حضرت علی بن حسنؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک روز حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے ہمراہ عشاء کی نماز سے فارغ ہوکر باہر آیا، حضرت ابن المبارکؒ اپنے مکان کو جانا چاہتے تھے، رات سخت جاڑوں کی تھی، جب ہم مسجد کے دروازے پر پہنچے تو میں نے ان سے ایک حدیث کا ذکر کیا، انہوں نے جواب دینا شروع کیا تو اسی مقام پر کھڑے کھڑے صبح ہوگئی اور مؤذن نے آکر فجر کی اذان دے دی۔"

صرف ایک قلم کے لیے ملک شام کا سفر

حضرت ابن المبارکؒ کے ذکر سے شاہ صاحبؒ کی طبیعت میں نشاط چہرہ پر بشاشت اور گفتگو میں جلال بھر آیا، فرمانے لگے: حضرت ابن المبارکؒ کے تقویٰ اور پرہیزگاری کی بھی عجیب عجیب حکایات اور واقعات منقول ہیں —— ایک دفعہ ابن المبارکؒ نے ملک شام میں کسی سے قلم عاریۃً لیا تھا پھر اس کو واپس دینا یاد نہ رہا قلم کو

Marfat.com

اپنے ہمراہ اپنے وطن مرو میں لے آئے، جب یاد آیا اُسی وقت رختِ سفر باندھا اور پڑا یا قلم اس کے مالک تک پہنچانے کے لیے دوبارہ ملکِ شام تشریف لے گئے۔"

حضرت شاہ صاحبؒ کا ارشاد سر آنکھوں پر کہ علامہ ابن المبارکؒ نے صرف ایک قلم کے لیے مرو سے دوبارہ ملکِ شام کا سفر یقیناً اختیار کیا ہوگا مگر خیال آتا ہے کہ یہ قلم قیمتی ہوگا۔ فاؤنٹن پین، پارکر، کنسن یا اس نوع کا کوئی اعلیٰ پین ہوگا جو اس زمانے میں زیادہ قیمتی ہوگا اور سینکڑوں درہم اس کی قیمت ہوگی۔ مگر تاریخ نے اس تصور کو بھی جھٹلا دیا، قلم کی موجودہ ترقی یافتہ شکل کوئی سو ڈیڑھ سو سال قبل کی ہے جب کہ حضرت ابن المبارکؒ کے قلم کا زمانہ دوسری صدی ہجری کے ابتدا اور وسط کے درمیانی زمانے کا ہے جب ترکل سے قلم بنایا جاتا تھا اور مٹی کی دوات استعمال ہوتی تھی۔

حقیقتِ واقعہ کی زبان بول اٹھتی ہے کہ جی ہاں! ایسے ہی بے قیمت قلم کے واپس کرنے کی خاطر حضرت ابن المبارکؒ نے دوبارہ مُلکِ شام کے سفر کی زحمت اٹھائی، جن کے سینے ایمان کی حلاوت سے معمور اور یقین کی صداقت سے پُر نور ہیں انہیں اس پر کوئی تعجب نہیں، تعجب تب ہوتا جب وہ ایسا نہ کرپاتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے اسی مجلس میں ابن المبارکؒ کا یہ قول بھی نقل فرمایا کہ:۔

"میرے نزدیک شک و شبہ کا ایک درہم واپس کر دینا لاکھ درہم راہِ خدا میں صرف کر دینے سے بہتر ہے۔"

محدّث حمیدیؒ کے دو شعر

کتب علمِ حدیث کا تذکرہ شروع ہوا، کتاب الجمع بین الصحیحین للحمیدی کا نام آیا تو محدّث حمیدیؒ کا تذکرہ بھی چھڑ گیا، حضرت شاہ صاحبؒ فرمانے لگے: "اللہ اللہ کیسے مبارک لوگ تھے اور کتنے مبارک تھے اُن کے ارشادات اور کیسے پُر اثر تھے ان کے ملفوظات، اُنکی گفتگو میں ایجاز و اختصار بھی تھا اور نصیحت و اخلاص بھی۔"

دیکھئے محدّث حمیدیؒ نے کس قدر اخلاص و اختصار کے ساتھ حفاظتِ علم اور رسوخ و کمال فی العلم کی ترغیب اور تشویق پر مفصل مضمون کو صرف دو پُر اثر شعروں میں

Marfat.com

محفوظ کر دیا ہے ؎

لِقَاءُ النَّاسِ لَیْسَ یُفِیْدُ شَیْئًا
سِوَی الْھَذَیَانِ مِنْ قِیْلٍ وَّقَالٍ

لوگوں کی ملاقات کچھ فائدہ نہیں پہنچاتی سوائے بکواس اور نری گفت وشنید کے

فَاَقْلِلْ مِنْ لِقَاءِ النَّاسِ اِلَّا
لِاَخْذِ الْعِلْمِ اَوْ اِصْلَاحِ حَالٍ

پس تو لوگوں کی ملاقات کم کر مگر تحصیل علم کے لیے یا اصلاح حال کی خاطر

تیری ہمت پر صد آفرین

(۴) کتب علم حدیث کا تذکرہ جاری تھا، جزء ابن نجیدؒ کا ذکر آیا تو حضرت شاہ صاحبؒ نے اس کا افتتاحیہ بھی پڑھ کر سنایا، فرمانے لگے، یہ وہی علامہ ابن نجیدؒ ہیں جو اپنے زمانہ کے اوتار، اپنے وقت کے صوفیاء کرام کے شیخ اور زہد و عبادت میں یکتا تھے، بلندی اسناد میں مشار الیہ اور مشہور آفاق تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے ارشادات جاری تھے، حاضرین ہمہ تن گوش حق نیوش تھے کہ شاہ صاحبؒ نے علامہ ابن نجیدؒ کی خدمات اور ان کے عدم اظہار پر اصرار کا ایک پُر لطف قصہ بیان فرمایا، آپ بھی سن لیں اور اسے حاصل مجلس سمجھیں، ارشاد فرمایا کہ:۔

ایک مرتبہ علامہ ابن نجیدؒ کے شیخ و مرشد، شیخ ابو عثمان حیریؒ کو بعض سرحدوں کے جہاد میں مجاہدین کی خدمت کے لیے کچھ خرچ کرنے کی ضرورت پیش آئی، شیخ حیریؒ نے لوگوں سے وصولی کی بہت کچھ کوشش کی مگر جب کچھ نتیجہ نہ نکلا تو ایک روز عین مجلس میں اس غرض سے آئے کہ شاید یہ عمل خیر ان (علامہ ابن نجیدؒ) کے ہاتھوں انجام کو پہنچے۔ شیخ حیریؒ نے نہایت حسرت سے گریہ و زاری کرتے ہوئے اس ضرورت کو بیان کیا، علامہ ابن نجیدؒ نے اپنے پیر و مرشد اور شیخ و مربی کا یہ حال دیکھا تو دو ہزار درہم کی تھیلیاں اپنے مکان سے لاکر شیخ کے قدموں میں ڈال دیں، شیخ حیریؒ بہت خوش ہوئے اور بر سر مجلس تمام لوگوں کے روبرو اس عمل خیر کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا اے دوستو! خوش

Marfat.com

ہو جاؤ، ابو عمرو (علامہ ابن نجیدؒ کی کنیت ہے) نے تم سب کی طرف سے اس بار کو برداشت کرلیا، مجھے امید ہے کہ اس عمل کے بدلے میں قربِ الٰہی سے انہیں مراتبِ عالیہ نصیب ہوں گے۔

علامہ ابن نجیدؒ بھی اس مجلس میں موجود تھے، انہوں نے یہ خیال کر کے کہ میرا عمل لوگوں پر ظاہر ہو گیا ہے، بیتابانہ اٹھ کر یہ عرض کیا کہ اے حضرت! اے میرے شیخ! میں اپنی والدہ کا یہ مال اٹھا کر لایا تھا، اب انہیں خبر ہوئی تو وہ اس کے دینے میں رضامندی ظاہر نہیں کرتیں تو یہ مال خدا کی راہ میں کس طرح مقبول ہوگا؟ مجھے امید ہے کہ آپ یہ مال مجھے واپس کر دیں گے تاکہ میں اپنی والدہ کے سپرد کر دوں اور اس گناہ سے چھٹکارا پاؤں، شیخ حیریؒ نے یہ حقیقت سنتے ہی وہ تمام مال اُسی وقت واپس کر دیا اور علامہ ابن نجیدؒ اسے اٹھا کر واپس لے گئے، جب رات ہوئی اور حاضرینِ مجلس شیخ حیریؒ سے جدا ہو گئے تو علامہ ابن نجیدؒ اس مال کو واپس لائے اور شیخ حیریؒ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا کہ اسے پوشیدہ طور پر مستحقین میں تقسیم فرمائیے، میرا نام ہرگز کسی پر ظاہر نہ کیجئے، شیخ ابو عثمان حیریؒ پر گریہ طاری ہو گیا اور فرمایا کہ :-

تیری ہمت پر صد آفریں

Marfat.com

مجاہدِ کبیر حضرت سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

(۱۲۰۱ھ ـــــــ ۱۲۴۶ھ)

اپنے مُربّی و محسن اور مہربان استاذ محدثِ کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحؒ بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اللہ والوں کے قدموں، نگاہوں اور گذرگاہوں میں بھی بڑی برکتیں ہوتی ہیں۔

دارالعلوم حقّانیہ پونے دوسو سال قبل جب اکوڑہ خٹک میں شہدائے بالاکوٹ کا گذر ہُوا تھا تو سید احمد شہیدؒ نے دارالعلوم کے قرب وجوار سے گذرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ یہاں مجھے قرآن و حدیث کی خوشبو آتی ہے۔

اللہ رب العزت نے ان کی لاج رکھ لی اور آج بے آب و گیاہ، پسماندہ اور ہر لحاظ سے گئے گذرے علاقے اور پتھریلی زمین میں دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں علوم و معارف کے چشمے جاری کر دیئے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ آج دارالعلوم حقانیہ جو جنوبی ایشیا کی ایک عظیم دینی یونیورسٹی کا مقام حاصل کر چکا ہے اس میں اس کے بانی و مؤسس کے اخلاص و تڑپ کے ساتھ حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی نگاہِ انقلاب آفریں کی برکتیں شامل ہیں ؎

کچھ تیرے تبسم کی تنویر ہے بجلی میں
کچھ میرے تڑپنے کا انداز جھلکتا ہے

شہدائے بالاکوٹ کا تخیل آیا تو معاً مولانا ابوالحسن علی ندوی کی "سیرت سید احمد شہیدؒ" کی

Marfat.com

وساطت سے سید احمد شہیدؒ کی بارگاہِ معرفت میں حاضری کی سعادت حاصل ہو گئی۔ اپنے شیخ نے اکابر کی دُعا اور سلف صالحین کی توجہ کا تذکار فرمایا تھا۔ میرا بھی یہی تجسس تھا کہ حضرت سید احمد شہیدؒ سے کتابی ملاقات ہو تو ان کی کیفیتِ دُعا سے کچھ سیکھ لیا جائے یا کم ازکم اس کی نقل اتار لی جائے۔ بعض اوقات نقل بھی توسل کا کام کر جاتی ہے ــــــ

"وصایا الوزیر" کے مؤلف جناب نواب وزیرالدولہ والی ٹونکؒ نے میرا ہاتھ پکڑا اور میری غرض معلوم کر کے حضرت سید صاحبؒ کے ذوقِ دعا اور کیفیتِ دُعا کا ان الفاظ میں تذکرہ فرمایا۔

دعا، گریہ اور الحاح

دعا اور خدا کے سامنے گریہ وزاری کا حضرت سید صاحبؒ کو بڑا ذوق تھا، لوگوں کو دعا کی تعلیم دیتے اور خدا سے عرض و نیاز کا شوق دلاتے، آپ کی مجلس میں عجیب وغریب کیفیت پیدا ہوتی، ہر شخص اپنے ذوقِ ایمانی کے مرتبہ کے مطابق لذتِ ایمانی حاصل کرتا، اس وقت خطراتِ شیطانی اور وساوسِ نفسانی یکسر معدوم ہو جاتے، آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں بعض اشخاص تو وارفتہ اور مدہوش ہو جاتے، حاضرین مجلس کو اس قدر صفائی باطن اور روحانی ترقی حاصل ہوتی جو دوسرے اشغال، اذکار اور چلوں سے کم حاصل ہوتی۔

عبودیت کا لُبِ لباب

احقر نے آپ کے تذکرہ وسوانح کے ہزار صفحات سے زائد کے حالات پڑھے، آپ کو ہر حالت اور ہر موڑ میں بارگاہِ الوہیت میں سراپا عجز وانکسار اور دست بدُعا دیکھا، بلکہ دین کے جن شعبوں کی اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ سے تجدید کرائی ہے اور ان کو نئی زندگی، قوت اور رواج بخشا ہے اُن میں سے ایک دُعا ہے جو عبودیت کا لُبِ لباب اور حضرات انبیاء کرام کی وراثت ہے۔ دُعا حضرت سید صاحبؒ کا خاص سلاح، سپر اور سرمایہ زندگی تھا ہر جنگ اور ہر اہم واقعہ سے قبل اور اس کے بعد اہتمام کے ساتھ دُعا کرنا آپ کا معمول تھا، پھر دُعا بھی ایسی کہ دل نکال کر رکھ دیتے۔ اکثر برہنہ سر ہو کر اپنے عجز وانکسار و درماندگی، بیچارگی

Marfat.com

کمزوری اور فقر و احتیاج کو اس الحاح وزاری کے ساتھ پیش کرتے کہ رحمتِ الٰہی کو جوش آتا، سننے والوں کے دل اُمنڈ آتے اور آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔ سب پر عالمِ بیخودی طاری ہو جاتا اور قلوب قبولیت کی شہادت دینے لگتے ؂

اِک عالمِ عبرت ہے اشکوں سے بھری آنکھیں
اِک درد کی دُنیا ہے جو اشک ڈھلکتا ہے

دُعا کا خصوصیت سے اہتمام

دُعا کا آپ کو کس قدر اہتمام اور اس پر اعتماد تھا؟ واقعۂ بالاکوٹ سے پہلے سیحون کے زمانۂ قیام میں تو متواتر کئی روز دُعا کا معمول رہا۔ "وقائع احمدی" کے مصنف نے جب مجھے سیحون کے مقام پر دعاؤں کے معمول کا متجسس پایا تو ارشاد فرمایا۔

جن دنوں مشکوٰۃ شریف کا درس ہوتا تھا ایک روز سید صاحبؒ نے مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ سے فرمایا کہ میاں صاحب! دل میں آتا ہے کہ اب چند روز جنابِ الٰہی میں خوب سے سب مل کر دعا کریں مگر اس طرح سے کہ ہم ایک گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر اکیلے دُعا کریں اور آپ سب بھائیوں کو ساتھ لے جا کر کہیں جنگل میں دعا کریں۔ مولانا صاحبؒ نے فرمایا بہت بہتر! میں حاضر ہوں۔ سید صاحبؒ نے عصر کا وقت دُعا کے لیے مقرر فرمایا۔ ہر روز نمازِ عصر سے فارغ ہو کر سید صاحبؒ ایک کوٹھڑی میں اکیلے بیٹھ کر دُعا کرتے تھے اور مولانا صاحبؒ سب نمازیوں کو اپنے ہمراہ لے کر بستی کے باہر ایک نالے پر جاتے تھے پہلے آپ سب لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کچھ دیر وعظ و نصیحت فرماتے تھے، اس کے بعد برہنہ سر ہو کر کمال گریہ وزاری اور عجز و انکسار کے ساتھ جنابِ باری میں بہت دیر تک دُعا کرتے تھے، اس دعا میں طرح طرح سے اپنی محتاجی و انکساری اور جنابِ باری تعالیٰ کی عظمت و جباری اور رحمت و غفاری بیان کرتے تھے، دُعا کے بعد سب کو ہمراہ لے کر سید صاحبؒ کے پاس آتے تھے اور دُعا کرنے کا حال عرض کرتے تھے، یہ

Marfat.com

دعا پانچ سات روز متواتر ہوئی۔

تین خصوصیات جناب نواب وزیر الدولہ نے میری حیرت واستعجاب کو دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین خصوصیتوں سے نوازا تھا۔

(۱) ایک: خشوع وخضوع اور گریہ ونیاز کے ساتھ نماز (۲) دوسرے: قرآن کا علم وعمل (۳) تیسرے: دُعا مقبول۔

ایمان واحتساب احقر کو سید صاحبؒ کے مقام عزیمت پر فائز ہونے کے یوں تو بہت سے وجوہات اور اسباب بتائے گئے مگر سب سے بڑھ کر علتِ حقیقی اور اصل الاصول چیز جو آپ کی زندگی میں سب سے بڑھ کر نمایاں تھی وہ ایمان واحتساب کی دولت تھی جس سے آپ مالا مال کر دیئے گئے تھے۔ ایمان اور احتساب دین کا دوسرا اہم بات ان شعبہ ہے جس کے آپ اپنے دور میں مجدد تھے اور جو در اصل پورے نظام دین کی رُوح رواں ہے۔ ایمان واحتساب کیا ہے؟ یعنی زندگی کے تمام اعمال واشتغال میں صرف رضائے الٰہی کی طلب، نیت کے استحضار اور موعود اجر و ثواب کی طمع میں انجام دیا جائے۔ اس سلسلے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت سید صاحبؒ کی ایسی تربیت فرمائی تھی کہ یہ ایمان واحتساب شروع سے آپ کا مزاج اور آپ کی فطرت بن گیا تھا۔ احقر نے مطالعاتی ملاقات میں دریافت کیا تو بڑی بے تکلفی سے اپنے متعلق ارشاد فرمایا۔

"مَیں نے مدت العمر آنے جانے، لینے دیتے، اُٹھنے بیٹھنے، حرکت و سکون، غصہ و بردباری، قہر و مہر، کھانے پینے، پہننے اور سوار ہونے کا کوئی ایسا کام نہیں کیا جس میں رضائے الٰہی کی نیت نہ ہو اور کوئی کام مَیں نے نفس کے تقاضے اور خواہش سے نہیں کیا" ؎

اُن کو بھی کچھ عشق کی دکھلائیے نیرنگیاں
اپنے دل کو ان کا آئینہ بنا کر دیکھئے

طریقہ محمدیہ اس سے قبل اکابر سے ملاقات اور ان کے فیوض و برکات کو ضبط تحریر میں

Marfat.com

لاکر اپنے قارئین حضرات کی نذر خدمت کرتا رہا مگر وہ چیز ہی نرالی ہے اور جاذب قلب ونظر ہے۔ جو سید صاحبؒ کے ہاں دیکھنے میں آئی۔ سید صاحبؒ نے عمل زندگی میں ایمان واحتساب کو سلوک بنا دیا تھا، چاروں طرق میں بیعت کے ساتھ ساتھ آپ اس میں بھی بیعت کر لیتے تھے جس سے بیعت کرنے والے کی پوری زندگی اپنی تمام عبادات و عادات کے ساتھ خالص عبادت اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ بن جاتی، آپ اس کو "طریقہ محمدیہ" کے نام سے موسوم فرماتے۔

احقر نے بڑے ادب سے عرض کیا کہ جناب والا! پہلے طریقہ چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور مجددیہ میں بیعت لیتے ہیں اس کے بعد طریقہ محمدیہ میں داخل فرماتے ہیں اس کا سبب سمجھ میں نہیں آتا، اگر یہ سب طرق طریقہ محمدیہ ہی ہیں تو پھر ان طرق کے بعد مستقلاً طریقہ محمدیہ میں بیعت لینے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ نے بڑے اطمینان اور غایت درجہ شفقت وعنایت سے جواب مرحمت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس کا اجمالی جواب تو یہ ہے کہ اصحاب طرق نے اپنے اپنے طریق کے مطابق اشتغال کی تعلیم کی ہے۔ مثلاً طریقہ چشتیہ اور قادریہ کے شیوخ بتاتے ہیں کہ ذکر جہر اس طرح کیا جائے اور ضرب اس طرح لگائی جائے، نقشبندی اور مجددی طرق کے شیوخ بتلاتے ہیں کہ ذکر خفی کریں اور یہ لطیفہ قلب ہے اور وہ لطیفہ روح اور یہ لطیفہ نفس ہے اور وہ لطیفہ سر لطیفہ خفی یہ ہے اور لطیفہ اخفیٰ فلاں، اور اسی طرح وہ تمام لوازم جو ہم اور تمام پیران طریقت اپنے مریدوں کو تعلیم کرتے ہیں، ان طرق کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت باطنی ہے لیکن ہم طریقہ محمدیہ کے اشغال کی تعلیم اس طرح کرتے ہیں کہ کھانا اس نیت سے کھایا جائے، کپڑا اس نیت سے پہنا جائے، نکاح اس نیت سے کیا جائے، سونے کی نیت یہ ہو، کپڑا پہننے کی نیت یہ ہو، زراعت وتجارت اور ملازمت کی نیت یہ ہونی چاہیئے، اس طریقے کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہری ہے۔

سب سے بڑی نعمت سید صاحبؒ کی پوری سوانح پڑھ جائیے ان کے اخلاق و اوصاف کا مرکزی نقطہ اور نمایاں وصف یہ ہے کہ آپ

Marfat.com

میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے مناسبتِ تامّہ اور مزاجِ نبوی سے طبعی و ذوقی اتحاد نظر آتا ہے اللہ نے آپ کو سلامتِ طبع، توازنِ دماغی، اعتدال و توسط، جامعیت، معاملہ فہمی، سادگی کے ساتھ گہرا فہم، کامل حیاء اور جرأت و اظہارِ حق، حمیّتِ شرعی، غیرتِ دینی، جذبۂ جہاد و اجرائے حدود ذوقِ عبادت، شوقِ شہادت، قناعت و استغنا، عالی ہمتی و بلند حوصلگی، سخاوت و دریا دلی، شجاعت و لطافتِ نفس، نزاکتِ فہم و ذکاوتِ حس، وقار و ہیبت، حکمت و فقاہت جیسے اہم اوصاف اور نمایاں خصوصیات سے نوازا تھا، مگر سب سے بڑی نعمت یہ تھی کہ ان تمام اوصاف و خصوصیات میں شمائلِ نبویؐ کا پَرتو صاف نظر آئے گا۔ یہ اتباعِ سُنّت اور اقتداءِ کامل کا وہ اعلیٰ درجہ ہے جو فطری مناسبت، تربیتِ ربّانی اور سنّت میں فنا ہوئے بغیر عموماً حاصل نہیں ہوتا۔

اتباعِ سُنّت

راقم نے اس سلسلہ میں مزید معلومات جب "وصایا الوزیر" کے مصنف جناب وزیر الدّولہ والی ٹونک سے دریافت کیے تو انہوں نے حضرت سید صاحبؒ کی اتباعِ سُنّت کا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"آپ مجسّم شریعت اور سراپا اتباعِ سُنّت تھے۔ فرماتے تھے کہ مجھے اللہ کے فضل سے فضائلِ ظاہری، مراتبِ باطنی، روشن دلی اور صفائی قلب جو کچھ حاصل ہے وہ سب اتباعِ شریعت کی برکت اور پیرویٔ سُنّت کی سعادت ہے۔"

زندگی کا سب سے بڑا امتیازی جوہر

سیّد صاحب مرحوم کی زندگی کا سب سے بڑا جوہر اور امتیاز فوائد و مصالح، نفع و نقصان اور نیک نامی و بدنامی سے قطعِ نظر کرکے حکمِ شرعی کی پیروی اور رضائے الٰہی کے درپے رہنا تھا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں عقل کے پَر جلتے ہیں، بڑے بڑے وفادار رفیق پیچھے رہ جاتے ہیں، لیکن صاحبِ یقین اور مُتّبعِ کامل جس کے سامنے صرف احکامِ الٰہی اور فرائضِ عبودیت ہوتے ہیں اپنا کام کیے جاتے ہیں، وہ اس موقع پر بڑے سے بڑا نقصان گوارا کر لیتے ہیں، حکمِ الٰہی کی تعمیل اور رضائے الٰہی کی اُمید میں مُلک کے ہاتھ سے نکل جانے کو مُلک کے

Marfat.com

فتح ہو جانے سے زیادہ نفع بخش سودا سمجھتے ہیں ؎

اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں
اک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں

اتباعِ سنت سید صاحب کی زندگی اور دعوت کا لازمی جزو بن گیا تھا۔ آپ کے نزدیک عبادات کے ساتھ معاملات اور معاد کے ساتھ معاش میں بھی اتباعِ سُنّت اور ترکِ بدعات ضروری ہے، بیعت کے وقت آپ توحید و ترکِ اشراک کے ساتھ اتباعِ سُنّت اور ترکِ بدعات کی تاکید فرماتے تھے، اور ترکِ بدعت کا مفہوم اور دائرہ عبادات سے تجاوز کر کے عادات، معاشرت و معاملات پر حاوی ہے۔

ترکِ بدعت، تشریح و توضیح ترکِ بدعت اجمالی لفظ ہے مجھے اسکی تشریح و تفصیل کی ضرورت تھی، تو حضرت سید صاحبؒ نے اپنے ایک خلافت نامے میں اس کی تشریح کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا:۔

"ترکِ بدعت کی تشریح یہ ہے کہ تمام عبادات و معاملات اور امورِ معاشیہ و معادیہ میں حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو پوری قوت اور بلند ہمتی کے ساتھ پکڑا جائے، یہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں نے اس میں ایجاد کی ہے مثلاً رسوم شادی و غمی، قبروں کی زیب و زینت، ان پر عمارتوں کی تعمیر، عُرسوں کا اسراف و فضول خرچی، تعزیہ سازی وغیرہ، ان کو ہرگز اختیار نہ کیا جائے اور حتی الامکان ان کو مٹانے کی کوشش کی جائے، پہلے خود ان کو ترک کیا جائے پھر ہر مسلمان کو اس کی طرف دعوت دینی چاہیئے اس لیے کہ جیسے اتباعِ شریعت فرض ہے اسی طرح امر بالمعروف و نہی عن المنکر بھی فرض ہے۔"

قبر معدوم اور مدفن نامعلوم بدعات سے آپ کو طبعی کراہت اور نفرت تھی کہ آپ کو ان کا سایہ اور پرچھائیں بھی گوارا نہ تھیں، قبر پرستی سے ایسی نفرت اور وحشت تھی کہ یہ بھی گوارا نہ فرمایا کہ آپ کے بعد آپ کی قبر پر اس کا امکان باقی رہے۔ نواب وزیر الدولہؒ نے میری اس بات کو ایک عملی واقعہ

Marfat.com

کے ساتھ مبرہن فرمایا، انہوں نے بتایا کہ :۔

—— "ایک مرتبہ حضرت سید صاحبؒ سے ایک شخص نے کہا کہ آپ قبر پرستی اور بزرگانِ دین کے مزارات پر مشرکانہ اعمال اور بدعات سے اس شدّ و مد کے ساتھ روکتے ہیں لیکن خود آپ کے ہزاروں مرید اور ہزاروں معتقد ملک ملک میں پھیلے ہوئے ہیں آپ کی وفات کے بعد آپ کے مزار پر وہی سب کچھ ہوگا جو دوسرے بزرگانِ دین کے مزارات پر ہو رہا ہے اور آپ کی قبر کی پرستش بھی اسی طرح ہوگی جس طرح ان کی قبروں کی پرستش انکی وفات کے بعد ہوتی ہے —— حضرت سید صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ میں درگاہِ الٰہی میں بصد آہ و زاری درخواست کروں گا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ میری قبر کو معدوم اور میرے مدفن کو نامعلوم کردے نہ قبر رہے گی نہ اس پر شرک و بدعت ہوگا —— خدا کی قدرت و رحمت ملاحظہ ہو کہ حضرتؒ کی یہ دعا قبول ہوئی اور آپؒ کی قبر کا آج تک پتہ نہ چلا[1] ——"

محبّت کی غالب نسبت

اللہ والوں کے عجیب حالات ہوتے ہیں ان کی سیرت و سوانح میں ہر پہلو سے اخلاص اور عمل کے جذبات کی انگیخت ہوتی ہے۔ سوزِ دروں اور عشق و محبت اس راہ کی خشتِ اوّل ہے، محبت اور محبوبیت ان حضرات کے خواص میں سے ہے۔ حضرت سید صاحبؒ کے ساتھ تو حق تعالیٰ کا معاملہ اجتباء اور انتخاب کا تھا معلوم ہوتا ہے کہ وہی مطلوب اور مراد تھے، اس کے آثار ان کی زندگی میں ظاہر اور نمایاں تھے۔ احقر حاضر خدمت تھا حضرت سید صاحبؒ میں محبّت کی نسبت اتنی غالب تھی کہ اس کے اثرات پاس بیٹھنے والوں اور مجھ جیسے کور باطن حاضرین بھی محسوس کیے بغیر نہ رہ سکے —— ایک بار دیکھا تو حضرت سید صاحبؒ محبتِ الٰہی کے جذبات سے مغلوب ہو کر مندرجہ ذیل اشعار پڑھ رہے تھے ؎

دِلم براہِ تو صد پارہ باد و ہر پارہ
ہزار ذرّہ و ہر ذرہ در ہوائے تو باد

---

[1] نواب وزیر الدولہ مرحوم کے زمانے میں سید صاحبؒ کی قبر تحقیقی طور پر معلوم نہ تھی اور اب بالاکوٹ میں حضرت سید صاحبؒ کی جو قبر بتائی جاتی ہے وہ بالکل مشتبہ ہے۔

Marfat.com

میرا دل آپ کے لیے سو ٹکڑے ہوا اور ہر ایک ٹکڑا ہزار ذرّوں پر مشتمل ہے اور ہر ذرّہ آپ کی محبت کی خواہش میں مبتلا ہے۔

؎ در مسلخِ عشق ہر عدو را نکشند
لاغر صفتاں و زشت خو را نکشند
گر عاشقِ صادقی ز کشتن مگریز
مُردار بود ہر آں کہ اُو را نکشند

مقتلِ عشق میں ہر دشمن کمزور اور بدخو کو نہیں لایا جاتا۔ اگر تو سچا عاشق ہے تو قتل ہونے سے گریزاں نہ ہو کیونکہ مُردار جانور ذبح نہیں کیا جاتا۔

؎ اے آں کہ زنی دم از محبت
از ہستیٔ خویشتن بپرہیز
برخیز و بہ تیغِ تیز بنشیں
یا از رہ راہِ دوست برخیز

اے وہ شخص جو کہ محبت کا مدّعی ہے اپنی ہستی سے پرہیز کر (یعنی اگر تو محبت کا مدّعی ہے تو تجھ پر اپنی ذات کی نفی لازم ہے) اُٹھ اور تیز تلوار پہ بیٹھ جا یا پھر دوست کی راہ سے ہٹ جا۔

غلبۂ خوف وخشیّتِ الٰہی وجدان وکیفیت اور عشق ومحبت میں کمال درجہ پر فائز ہونے کے باوجود احقر نے دیکھا کہ حضرت سید صاحبؒ پر خوف اور خشیّتِ الٰہی کا غلبہ رہتا تھا وہ خوب سمجھتے تھے کہ خدا کی ذات بے نیاز ہے اُس کو کسی کی عبادت اور اطاعت کی پرواہ نہیں، وہ ہر وقت اسی کے فضل کے اُمیدوار رہتے تھے اگرچہ شب وروز اس کی نعمتوں اور رحمتوں کا مشاہدہ بھی کرتے رہتے تھے مگر اس کی شانِ بے نیازی اور صمدیت سے بھی ڈرتے رہتے تھے۔ اور کیوں نہ ڈرتے خدا کی پکڑ اور اس کی گرفت سے تو وہی لوگ غافل رہتے ہیں جن کی شامتِ اعمال آگئی ہو۔

وَهَلْ يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ إِلَّا | خدا کی پکڑ سے بجز اُن کے جن کی شامت

Marfat.com

اَلْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ | ہی آگئی ہو اور کوئی بے فکر نہیں ہوتا۔

سوز و دردمندی کی تصویر

مجھے اس تخیل نے بڑے حساس تخیلاتی مراحل سے گذارا، اُمید و بیم کی کیفیات میں مبتلا تھا اور دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا کہ یا اللہ! اگر ایسی کیفیت نہیں تو ایسی کیفیات والوں کی زیارت و ملاقات اور صحبت و استفادہ کے مواقع عطا فرما۔ والئ ٹونک جناب نواب وزیرالدولہؒ نے اس موقع پر بھی میرا ہاتھ پکڑا، خاتمہ کی فکر کا اندیشہ یاد دلایا، پھر حضرت سید صاحبؒ کے بارے میں تفصیل سے ارشاد فرمایا۔

——"حضرتؒ پر محبتِ الٰہی کے ساتھ خشیتِ الٰہی ہر وقت طاری رہتی تھی۔ سُوءِ خاتمہ کا ڈر ایسا غالب رہتا تھا کہ جو آپ کی صحبت میں رہا اس کا یہی حال بن گیا، اس کی مجلس و گفتگو میں یہی ذکر ہونے لگا، اس کو دن رات یہی کھٹکا لگا رہا۔ دُنیا کی دولت و عزّت، وجاہت و اعزاز، عیش و عشرت اس کو خاک معلوم ہونے لگی۔ رقّت و خشیت کی تصویر بن گیا، اس کے ساتھ خدا کی محبت و سرور نے اس کو ایسا وارفتہ و خود فراموش بنا دیا کہ دنیا اس کو بے حقیقت معلوم ہونے لگی، وہ ایک ہی وقت میں باغِ خنداں اور دیدۂ گریاں بن گیا۔ اخلاص و خشیت کا مجسمہ، سوز و دردمندی کی تصویر، جس کو دیکھنے سے خدا یاد آئے، جس کے پاس بیٹھنے سے دل گرمائے، رقّت سے دل بھر آئے، دُنیا سے دل سرد ہو، دین کا جوش اُٹھے، عاقبت کی فکر ہو، عبادت و ذکر کا ولولہ ہو، رضائے الٰہی کی طلب اور اعضاء و جوارح پر اس کا قبضہ ہو"۔

ہائے! کیسے وقت میں کیفیؔ مرحوم یاد آگئے ؎

بزمِ ہستی سے ہمیں اور تو کیا لینا ہے
ہاں مگر دل کے تڑپنے کا مزا لینا ہے

مُدّتوں ٹھوکریں کھائیں تو سمجھ میں آیا
اپنی ہستی کو مٹانا تجھے پا لینا ہے

دل میں اِک جذبۂ بیتاب اگر ہے موجود
منزلِ یار کو دو گام میں جا لینا ہے

Marfat.com

اپنے سر کو درِ جاناں پہ جُھکانا کیفی
اپنی رُوٹھی ہوئی تقدیر منا لینا ہے

کہتے ہیں جس نے بڑا بننا ہوتا ہے اسے نقاشِ ازل صغر سنی اور بچپن سے ایسی عادات اور اطوار عطا فرماتا ہے کہ وہ اس کے روشن مستقبل پر دلالت کرتی ہیں حضرت سید صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے امامت کا مقام عطا فرمایا تھا۔ لاہوری قلندر نے امامؒ کے اوصاف بیان فرمائے ہیں۔ تیرھویں صدی کے تمام اہلِ کمال اور مشاہیر رجال کی موجودگی میں حضرت سید احمد شہیدؒ ان کے جامع اور مسندِ امامت کے مستحق تھے ؎

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
فتنۂ ملت بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلمان کو سلاطین کا پرستار کرے

خدمتِ خلق صاحب "مخزنِ احمدی" نے اس عنوان پر میری دستگیری فرمائی، وہ شریکِ گفتگو ہو کر حضرت سید صاحبؒ کے بچپنے کے واقعات سنانے لگے، انھوں نے فرمایا کہ "جب سید صاحبؒ سنِ بلوغ کو پہنچے تو آپ کو خدمتِ خلق کا ایسا ذوق پیدا ہوا کہ اچھے اچھے بزرگ اور خدا پرست انگشت بدنداں رہ گئے۔ ضعیفوں، اپاہجوں اور بیواؤں کے گھروں پر دونوں وقت جاتے، اُن کا حال پوچھتے اور کہتے "اگر لکڑی، پانی، آگ وغیرہ کی ضرورت ہو تو لے آؤں"؟ وہ لوگ آپ ہی کے بزرگوں کے مرید اور خادم تھے، کہتے میاں! کیوں گنہگار کرتے ہو؟ ہم تو آپ اور آپ کے باپ دادا کے غلام ہیں، ہماری مجال ہے کہ ہم آپ سے کام لیں؟ آپ ان کی خدمت گذاری اور اعانت کی فضیلت اس طرح سُناتے کہ وہ زار و قطار روتے اور باصرار ان کی ضرورتیں معلوم کر کے پوری کرتے، بازار سے ان کے لیے سودا لاتے، لکڑی لاد کر اور پانی بھر کر لاتے اور ان کی دُعائیں لیتے، اور کسی طرح سے اس کام سے سیری نہ ہوتی۔ عزیزوں اور ہمسایوں کے گھروں میں جا کر دیکھتے کہ برتنوں میں پانی ہے"

Marfat.com

جلانے کے لیے لکڑی ہے یا نہیں، پانی نہ ہوتا تو اپنے ہاتھ سے بھرتے، لکڑی نہ ہوتی تو جنگل جا کر خود کاٹتے، چادر میں گٹھا باندھ کر سر پر رکھتے اور گھروں میں پہنچا دیتے۔ آپ کے بعض بھائی عزیز اس پر چیں بجبیں ہوتے، سخت سُست بھی کہتے مگر آپ اس کی پرواہ نہ کرتے اور کام کیے جاتے ؎

عشق جس حال میں ہو نغمہ سرا ہوتا ہے
ہے وہ نغمہ جو بے ساز و صدا ہوتا ہے

ذوقِ عبادت

خدمتِ خلق کے ساتھ ساتھ آپ کو عبادت اور ذکرِ الٰہی کا بھی بیحد ذوق تھا۔ رات کو تہجد گذاری اور دن کو خدمت گذاری اور تلاوت و دُعا اور مُناجات میں مشغول رہتے، قرآنِ مجید میں تدبّر فرماتے رہتے اور یہی آپ کا مشغلہ تھا ؎

دل میں اس طرح ہُوا ہے میرے پنہاں کوئی
ہر ادا سے میری ہوتا ہے نمایاں کوئی

ماں کی گود

جب بچے صالح، مُتقی، پرہیزگار، مجاہد، غازی اور انقلابی پیدا ہوتے ہیں ان کی اس عظمت اور اخلاقی تربیت میں دُوسرے عوامل کے ساتھ سب سے بڑا مدرسہ اور تعلیم گاہ ماں کی گود ہوتی ہے۔ حضرت سید احمد شہیدؒ نے جہاد کا ابتدائی شوق بھی والدہ کے دامن میں حاصل کیا تھا اور پھر والدہ کا ایثار بھی تو اپنی مثال آپ تھا۔

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ نے مجھے "سیرت سید احمد شہیدؒ" کے حوالے سے حضرت سید صاحبؒ کے بچپنے کی مجاہدانہ سرگرمیوں کے بعض دلچسپ اور ایمان افروز مناظر دکھائے۔ ایک واقعہ ایسا سنایا کہ میرے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ایسی مائیں دُنیا میں کم ہوں گی جو بیٹے کی جان کے امتحان میں پوری اُتریں اور اس کو مرنے کیلئے خود اپنے ہاتھ سے رُخصت کریں۔ حضرت سیّد صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے والدہ بھی ایسی دی تھیں جو حضرت اسماءؓ کا نمونہ تھیں۔

Marfat.com

اللہ کا نام لے کر جاؤ مگر پیٹھ نہ پھیرنا

ایک مرتبہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں جنگ ہو گئی، سید صاحبؒ نے مسلمانوں کی حمایت کو ایک جہاد سمجھتے ہوئے جنگ میں جانے پر آمادگی ظاہر کی، مگر ابھی بچے تھے اس لیے کھلانے والی خادمہ نے کسی طرح بھی جانے نہ دیا اور روک دیا، اس موقع پر والدہ محترمہ نماز پڑھ رہی تھیں، حضرت سید صاحبؒ منتظر کھڑے تھے کہ آپ سلام پھیریں تو والدہ سے جہاد میں جانے کی اجازت طلب کریں۔ والدہ نے جب سلام پھیرا تو خادمہ سے کہا "بی بی" تمہیں ضرور احمد سے محبت ہے مگر میری طرح نہیں ہو سکتی، یہ روکنے کا موقع نہ تھا۔ سید احمدؒ سے فرمایا جاؤ بیٹا! اللہ کا نام لے کر جاؤ، مگر خبردار! پیٹھ نہ پھیرنا ورنہ تمہاری صورت نہ دیکھوں گی، اور اگر وہ نکل جانے کے لیے راستہ مانگیں اور کہیں کہ ہم کو جانے دیجئے تو راستہ دے دینا۔ آپ جیسے ہی پہنچے تو انہوں نے کہنا شروع کر دیا: "ہم کو راستہ دے دو ہم چلے جائیں، ہمیں آپ سے کچھ مطلب نہیں آپ کا بھی ہم سے کچھ جھگڑا نہیں"۔ جیسے ہی آپؒ نے یہ سنا تو مسلمان بھائیوں سے کہا: "ان کو جانے دو اور کچھ روک ٹوک نہ کرو، اسی میں خیر ہے"۔

Marfat.com

الامام الکبیر حضرۃ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

۱۲۴۸ھ ——————— ۱۲۹۷ھ

بردست نہ تیر لیست نہ در دست کمان است
ایں سادگی اوست کہ بسمل دو جہان است

در مدرسہ از جنبش لعلِ تو حکایت
در میکدہ از مستیِ چشمِ تو نشان است

ترجمہ: تیر ہاتھ میں ہے اور نہ کمان، اس کے باوجود کائنات مرغِ بسمل کی طرح تڑپ رہی ہے۔ مدرسہ میں آپ کی موتیوں کی طرح کی حکایات ہیں اور میکدہ میں آپ کی مستیٔ چشم کی نشانیاں ہیں۔

آج صبح سے یہ اشعار زبان پر تھے طبیعت میں نشاط تھا، بار بار فرحت وانبساط کی کیفیات کا ورود تھا۔ خود اپنے پر حیرت تھی کہ اس کیفیت کا سبب کیا ہے؟ خلافِ معمول آج یہ کیا ہوگیا ہے؟ تخیل کی وسعتوں میں کتنے کتنے میدان سر کر ڈالے مگر فرحت بڑھتی گئی اور حیرت بھی بڑھتی گئی کہ اچانک ان اشعار کے مصداق کے طور پر قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند کی شخصیت کا تصور غالب ہوگیا۔

تقریب کچھ تو بہرِ ملاقات چاہیئے

؎ میرے ذوق وشوق کی تحریر میں ڈوبی ہوئی
ان کی تصویر خیالی سامنے آتی رہی

ایسا محسوس ہونے لگا گویا وہ میرے سامنے موجود ہیں اب دل کی بے تابیاں بڑھنے لگیں۔ شدت اشتیاق نے بے قرار کر دیا قدرے فرصت کے لمحات میسر آئے تو اُن سے کتابی ملاقات کی تقریب کے انعقاد میں کامیاب ہوگیا۔ ؏

تقریب کچھ تو بہرِ ملاقات چاہیئے

Marfat.com

حضرت نانوتویؒ کی عظمتیں، خدمات علوم، تصنیفات، سلسلہ درس وتلمذ اور فیوض وبرکات کے اصل اسباب کا تجسس تو پہلے ہی سے تھا ایک بار یہ معلوم ہوا کہ یہ اللہ پاک کے ازلی فیصلے اور قدرت کے تکوینی امور ہوتے ہیں جس کو جس کام کے لئے چاہتے ہیں منتخب فرما لیتے ہیں۔ ؎

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا،

اللہ کی گود میں حضرت نانوتویؒ کے ساتھ بھی قدرت کا اجتبائی معاملہ تھا خود ارشاد فرمایا۔ "ایام طفلی میں خواب دیکھا کہ میں گویا اللہ تعالیٰ کی گود میں بیٹھا ہوا ہوں تو ان کے دادا نے (جو تعبیر خواب میں مشہور تھے) یہ تعبیر بتائی کہ تم کو اللہ تعالیٰ علم عطا فرما دے گا اور بہت بڑے عالم بنو گے "۔

حضرت نانوتویؒ کے ساتھ خدا تعالیٰ کی یہ خاص عنایت بشارت اور انتخاب پر مجھے عارفی مرحوم یاد آ گئے غالباً انہوں نے ایسے ہی موقع کے لئے کہا تھا ؎

کسی کے حسن رنگیں کا مرقع بن گیا گلشن
ہزاروں جلوہ ہائے نو بنو لے کر بہار آئی

خدا کا ہاتھ لو مجھے بھی اپنے خواب کی تعبیر مل گئی اہل اللہ کے ہاں محض حاضری سے بھی کتنے لاینحل عقدے حل ہو جاتے ہیں، احقر نے بھی بچپن میں خواب میں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ دیکھا تھا یہ شعور کی ناپختگی کا زمانہ تھا مگر ہاتھ دیکھنے کے خواب کا جب بھی تخیل سامنے آیا تو دل نے ہمیشہ یہ تعبیر دی کہ اللہ پاک کی نصرت شامل حال رہے گی اس کی غیبی مدد کے کرشمے ظاہر ہوں گے۔ پھر ایسا ہی ہوا بچپن میں والد گرامیؒ کا انتقال ہو گیا غربت وافلاس کے ایام تھے، یتیمی کی زندگی تھی کوئی پرسان حال نہ تھا مگر اللہ کا ہاتھ سر پر رہا ـــــ دینی تعلیم کی طرف متوجہ فرمایا، پھر کچھ خانگی حالات بگڑے قتل مقاتلے تک نوبتیں آئیں تھانوں کچہریوں کے ایام دیکھنے پڑے مگر اللہ کے ہاتھ نے دستگیری کی اور علم دین کے راستے پر استحکام عطا فرمایا اور اب سب اللہ ہی کی عنایت ہے کہ درس وتدریس خطابت وتبلیغ اور صحافت

Marfat.com

وتحقیق کے ساتھ ساتھ بہت ہی قلیل عرصہ میں پچیس سے زائد کتابیں میری لکھی جا چکی ہیں کئی کئی ایڈیشن طبع ہو کر ختم ہو گئے ہیں یہ جو کچھ بھی ہے خدا ہی کا فضل ہے اور اب حضرت نانوتویؒ کے تعبیرِ خواب سے مجھے مزید ڈھارس ملی۔ یقین بڑھا کہ اللہ کریم مزید خدمتِ دین کی توفیق رفیق بنائے گا۔ والحمد للہ علیٰ ذلک ۔

بن رہا ہے دل میں جو یوں پہلو میں یہ برقِ مضطرب
کس کے اندازِ تبسم اس میں پنہاں ہو گئے ،
مرحلے راہِ فنا کے مجھ پر آسان ہو گئے ،
داغہائے دردِ ہستی شمع عرفاں ہو گئے

علم دین کا فیض بہ کثرت جاری ہوگا

بات خوابوں کی آگئی دارالعلوم دیوبند بھی تو حضرت نانوتویؒ کے ایک سچے خواب کی تعبیر ہے۔ خود ارشاد فرمایا۔

"ایام طالب علمی میں، میں نے ایک اور خواب دیکھا کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور مجھ سے نکل کر ہزاروں نہریں جاری ہو رہی ہیں اپنے ساتھ مولانا مملوک علیؒ سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم سے علم دین کا فیض بکثرت جاری ہوگا۔

مرشد کی زبان

حضرت مولانا محمد قاسمؒ کی علمی قابلیت وتقویٰ بے مثل اور بے نظیر تھا۔ حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا محمد قاسمؒ کے بارے میں فرمایا تھا کہ ایسے لوگ کبھی پہلے زمانے میں ہوا کرتے تھے۔ اب مدتوں سے نہیں ہوتے۔ ایک دن حضرت حاجی صاحب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کبھی اپنے بعض بندوں کو ایک لسان عطا فرماتا ہے چنانچہ حضرت شمس تبریزؒ کے واسطے مولانا رومؒ کو لسان بنایا تھا اور مجھ کو مولانا قاسم لسان عطا ہوئے ہیں۔ اور جو میرے قلب میں آتا ہے بیان کر دیتا ہیں۔

کمال باطن

ایک دفعہ حضرت مولانا محمد قاسمؒ نے میرٹھ میں مثنوی مولانا رومؒ پڑھانی شروع کی جس سے سننے والوں پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی تھی آپ کے سننے والوں

Marfat.com

میں ایک شخص ایسے بھی تھے جو رنگ باطنی رکھتے تھے ان کی خواہش ہوئی کہ مولانا محمد قاسم رح کو فیض باطنی دیا جائے ۔ خود حضرت مولانا محمد قاسم سے درخواست کی کہ آپ کبھی تنہا ملیئے ۔ آپ نے فرمایا مجھے چھاپہ خانہ کے کام اور طلباء کے پڑھانے سے فرصت نہیں ملتی تنہائی کہاں میسر ہوتی ہے آپ جب چاہیں تشریف لائیں ۔ یہ بزرگ ایک روز مولانا صاحب کے پاس تشریف لائے اور آپ سے کہا کہ میری طرف توجہ ہوں، آپ نے پڑھانا چھوڑ دیا ۔ یہ بزرگ آنکھ بند کر کے مراقب ہوئے اور توجہ دینی شروع کی ان بزرگ کی حالت عجیب ہو گئی تھی ۔ کبھی گرنے کے قریب ہو جاتے تھے اور کبھی سنبھل کر بیٹھتے تھے ۔ کچھ دیر یہ سلسلہ چلا اس کے بعد یہ اٹھ کر اور نیچی نگاہ کر کے چلے گئے اور کچھ دنوں کے بعد مولانا سے معذرت کی ۔

عمدہ اخلاق اور خوش مزاج

مطالعاتی ملاقاتوں میں احقر نے ہمیشہ اپنے اکابر اور سلف صالحین کی عملی زندگی سے استفادہ اور اپنے قارئین تک افادہ کی نیت رکھی، حضرت نانوتوی رح کی خدمت میں حاضری کے وقت انہیں بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ۔

حضرت بڑے خوش مزاج اور عمدہ اخلاق تھے مزاجاً تنہائی پسند تھے اور عنفوانِ شباب ہی سے اللہ پاک نے انہیں یہ بات عنائیت فرمائی تھی کہ اکثر ساکت رہتے تھے اس لیئے ہر کسی کو کچھ کہنے کا حوصلہ نہیں ہوتا تھا ان کے حال سے بھلا ہو یا برا کسی کو اطلاع نہ ہوتی اور نہ آپ از خود کسی سے کچھ کہتے یہاں تک کہ اگر بیمار ہو جاتے تب بھی شدتِ مرض کے وقت کسی نے آثار سے کچھ جان لیا تو جان لیا ورنہ کسے خبر بھی نہ ہوتی اور دوا کرنا کہاں ؟

قاسم نانوتوی رح اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح

عجز و انکسار تواضع ، کسر نفسی ، خود فراموشی اور فنائیت کے جو مناظر احقر نے اپنے شیخ و مربی اپنے محسن استاد محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رح میں دیکھے تھے ۔ اب معلوم ہوا کہ یہ متوارث تھے اکابر علماء دیوبند کے حضرت نانوتوی رح چونکہ اس سلسلہ کے منبع اور نقطۂ آغاز ہیں لہٰذا ان میں وہ بدرجۂ اتم پائے جو ان سے نقل در نقل ہوتے ہوئے ہمارے حضرت رح میں بھی منتقل ہو گئے تھے ۔ ہمارے حضرت تو اکابر علماء دیوبند کے جان نثار

Marfat.com

تھے بلکہ ان ہی کا پرتو اور عکسِ کامل تھے ؎

آنکھوں سے ہیں نے بھر لیا سب دل میں عارفی

ساقی کی چشم مست میں جتنا خمار تھا

فنائیت حضرت نانوتوی رحؒ جن دنوں حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ کے چھاپہ خانہ میں کام کرتے تھے تو مدتوں یہ لطیفہ رہا کہ لوگ مولوی صاحب کہہ کر پکارتے ہیں اور آپ بولتے نہیں کوئی نام لے کر پکارتا تو خوش ہوتے تعظیم سے نہایت گھبراتے۔ ہر کسی سے بے تکلف رہتے۔ شاگردوں اور مریدوں کے ساتھ بھی دوستوں کی طرح رہتے علماء کی وضع عمامہ یا کرتہ کچھ نہ رکھتے ایک روز فرمایا کہ "اس علم نے خراب کر دیا ورنہ اپنی وضع کو خاک میں ملاتا تاکہ کوئی بھی نہ جانتا۔" واہ! کیسے موقع پر حضرت عارفی مرحوم یاد آگئے ؎

رہا دل کو رضائے یاد سے کام — نہ سمجھے ہم جفا کیا ہے وفا کیا!

فنا ہو جائیں تیرے آستاں پر — سوا اس کے ہمارا مدعا کیا

احقر حضرت کی عظمتیں، شخصیت عادات، خصائل اور نفس کشی کے مختلف مناظر دیکھتا رہا —— دل نے یہی فیصلہ دیا کہ اس شہرت پر کسی نے آپ کو کیا جانا جو کمالات تھے وہ کس قدر تھے؟ کیا کیا ان میں ظاہر ہوئے؟ پھر آخر سب کو انہوں نے خاک میں ملا دیا اور اپنا کہنا کر دکھایا۔

ایک خاص وصف اور نمایاں عادت یہ دیکھی کہ مسئلہ کبھی نہ بتلاتے سائل آتا تو کسی کے حوالے فرماتے —— آج لوگوں کو نام کی اور مہر کی پڑی ہوئی ہے ابھی مفتی تو درکنار دارالافتاء بھی نہیں دیکھا ہوتا کہ پیڈ بھی چھپ جاتا ہے اور مہر بھی بن جاتی ہے۔ مگر حضرت تو بحر العلوم تھے علم کے بحر ناپیدا کنار تھے مگر اس کے باوصف فتویٰ پر نام لکھنا اور مہر کرنا تو درکنار اوّل امامت سے بھی گھبراتے تھے۔ آخر کو اتنا ہوا کہ وطن میں نماز پڑھا دیا کرتے تھے۔

اتباع سنت کا اہتمام حضرت نانوتوی رحؒ کی زندگی شریعت محمدی اور سنت نبوی کا بہترین نمونہ تھی اس لئے ان کی ہر ادا سے انسانیت نمایاں

Marfat.com

تھی کیونکہ اصل انسانیت دنیا کے سب سے بڑے انسان کے نقش قدم پر چلنے میں ہے جو آدمی دنیا کے سب سے بڑے انسان کی جتنی اتباع کرے گا وہ اتنا ہی انسانیت سے قریب تر ہوگا۔ چونکہ حضرت نانوتویؒ متبعِ سنت تھے اس لئے دیکھنے والا پہلی ہی نگاہ میں بھانپ لیتا تھا کہ واقعی انسان ایسے ہوتے ہیں۔

ایک مرتبہ جب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوگئے اِن ہی ایام میں حضرت نانوتویؒ احباب کے اصرار پر تین دن تک روپوش رہے۔

تین دن پورے ہوتے ہی ایک دم باہر نکل آئے اور کھلے بندوں چلنے پھرنے لگے لوگوں نے پھر نسیتِ روپوشی کے لئے عرض کیا تو فرمایا! تین دن سے زائد روپوش رہنا سنت کے خلاف ہے کیونکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے وقت غار ثور میں تین ہی دن تک روپوش رہے تھے۔

والد کی شکایت اور حضرت حاجی امداد اللہ مکیؒ کا جواب

مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے والد کی معاشی حالت اچھی نہ تھی اس کو رنج تھا کہ میرے بھائی پڑھ کر نوکر ہوگئے کوئی پچاس کا کوئی سو کا کوئی کم کوئی زیادہ سب خوش وخرم ہیں آپ نے حاجی امداد اللہ مکی رحمۃ اللہ سے شکایت کی کہ بھائی میرے تو یہی ایک بیٹا ہے اور مجھے اس سے کیا کچھ امیدیں تھیں، کچھ کماتا تو ہمارا یہ افلاس دور ہوتا تم نے اس پر خدا جانے کیا کر دیا نہ کچھ کماتا ہے ا۔ بکری کرتا ہے حضرت تو اس وقت ہنس کر چپ ہوگئے پھر کہلوا بھیجا کہ قاسم کو وہ مرتبہ ملے گا کہ وہ سو پچاس والے سب اس کی خدمت کریں گے اور ایسی شہرت ہوگی کہ اس کا نام ہر طرف لکارا جائے ۔تم تنگی معاش کی شکایت کرتے ہو خدا تعالیٰ بے نوکری ہی اسے اتنا دے .نوکروں سے اچھا رہے گا چنانچہ مولانا محمد قاسمؒ کے والد کی حیات میں مالی حالت ایسی ہوگئی کہ شکایت نہ رہی۔

ادب اور احترام نبوت

ہندوستان میں بعض حضرات سبز رنگ کا جوتا بڑے شوق سے پہنتے تھے اور اب بھی پہنتے ہیں لیکن حضرت نانوتویؒ نے

Marfat.com

ایسا جوتا مدت العمر کبھی نہیں پہنا اور اگر کوئی تحفتہً لا دیتا تو اس کے پہننے سے اجتناب و گریز کرتے اور آگے کسی کو ہدیہ دے دیتے اور سبز رنگ کا جوتا پہننے سے محض اس لئے گریز کرتے کہ سرور کائنات آقائے دو جہان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبدِ خضریٰ کا رنگ سبز ہے پھر بھلا ایسے رنگ کے جوتے پاؤں میں کیسے اور کیونکہ استعمال کیے جا سکتے ہیں؛ چنانچہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کے حالات بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ۔

"تمام عمر سبز رنگ کا جوتا اس وجہ سے کہ قبہ مبارک سبز رنگ کا ہے نہ پہنا اگر کوئی ہدیہ لے آیا تو کسی دوسرے کو دے دیتا"۔

اندازہ کیجئے اس نظرِ بصیرت اور فریفتگی کا گنبدِ خضراء کے ظاہری رنگ کے ساتھ کس قدر عقیدت والفت ہے جس کے اندر عظیم المرتبت مکین آرام فرما ہے۔ جن کی نظیر جن کی مثال اور جن کا ثانی خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق میں نہ آج تک وجود میں آیا اور نہ تا قیامت آسکتا ہے علامہ اقبال مرحوم نے شاید اسی کی ترجمانی کی ہے۔ ؎

رُخِ مصطفےٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دوکان آئینہ ساز میں

عشقِ رسولؐ

لوگوں نے اکابر علماء دیوبند کو گستاخ رسول ثابت کرنے کے لئے خدا جانے کتنے جتن کیے اور کیا کیا پاپڑ بیلے۔ مگر جنہیں حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت شیخ الہندؒ، حضرت مدنیؒ کو قریب سے دیکھنے یا مطالعہ کرنے کا موقع ملا وہ جانتے ہیں کہ یہ اکابر تو فنا فی الرسول تھے۔ ان سب کے گل سر سبد اور منبع فیض و ہدایت حضرت نانوتویؒ کا کیا حال تھا مجھے آج کی مطالعاتی ملاقات میں حضرت کے عشق و احترام رسولؐ کا پہلو سب سے زیادہ نمایاں نظر آیا۔

حضرت نانوتویؒ جب حج کے لئے تشریف لے گئے تو مدینہ طیبہ سے کئی میل دور ہی سے پا برہنہ چلتے رہے آپ کے دل اور ضمیر نے یہ اجازت نہ دی کہ دیارِ حبیبؐ میں جوتا پہن کر چلیں حالانکہ وہاں سخت نوکیلے سنگریزے اور چبھنے والے پتھروں کی بھرمار ہے چنانچہ حضرت

Marfat.com

مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ جناب مولانا حکیم منصور علی خانصاحب حیدر آبادیؒ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں جو اس سفر حج میں حجۃ الاسلام کے رفیق سفر تھے کہ۔

مولانا مرحوم مدینہ منورہ تک کئی میل آخر شب تاریک میں اسی طرح چل کر پا برہنہ پہنچ گئے یا اللہ! یہ کیسے لوگ تھے ان کے دلوں میں کس قدر عشق رسولؐ تھا، ان کا جذب شوق کس قدر قابل رشک تھا ان کے دل یاد خدا سے اور قلبی کیفیات عشق رسولؐ سے معمور تھے۔

اللہ رے جذبِ شوق کا اعجاز رہبری
اک اک قدم کو حاصل منزل بنا دیا
مجھ کو تو اس مآلِ محبت پہ ناز ہے
اب دل کو ان کے رحم کے قابل بنا دیا

احقر کی طالب علمی کا دوسرا یا تیسرا سال تھا اپنے استاذ محترم شیخ التفسیر حضرت مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی مدظلہ سے خطبۂ جمعہ میں حضرت نانوتویؒ کے عشق رسولؐ پر مبنی اشعار سنے، موصوف خود بھی بڑے پیارے طرز، عاشقانہ انداز سے پڑھ رہے تھے سامعین بھی عشق و محبت کے کیفیات سے لطف اندوز ہو رہے تھے اس وقت معانی اور مقاصد تو سمجھ میں نہ آسکے مگر ذہن میں اتنی بات بیٹھ گئی کہ حضرت نانوتویؒ ایک بڑے اور سچے عاشق رسول تھے۔ حضرت سے تو صرف دو تین اشعار سن لئے تھے پھر اپنی بے تابی کا کیا پوچھنا۔ قصائد قاسمی کی تلاش شروع ہو گئی، کئی روز کی محنتِ شاقہ کے بعد قصائد مل گئے، شب و روز میرے سینے پر رہنے لگے اشعار نوک زبان تھے صبح و شام کا یہی ورد تھا دل تو نانوتویؒ والا نہ تھا عشق میں کب اُن کی نقل کی جا سکتی تھی مگر الفاظ اُن کے تھے ان میں کس قدر شیرینی اور عذوبت و حلاوت تھی یہ تو وہی بتا سکتے ہیں جو اس راہ میں کبھی عملاً چل کر مبتلائے درد ہو چکے ہوں۔

بہر حال حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے نظم اور نثر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو مدح اور تعریف بیان کی ہے اور جس خلوص و عقیدت سے اس کا اظہار کیا ہے ان کی کتابوں کو پڑھنے اور دیکھنے والا بجز کسی متعصب کے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تمام کتابوں کی عبارتیں جو نظم و نثر میں آپ نے سرور کائنات ؐ کی توصیف و تعریف میں بیان فرمائی ہیں نقل اور پیش کرنا

Marfat.com

توکارسے وار دصرف بطور نمونہ ہم قصائد قاسمی کے پہلے قصیدہ سے چند اشعار نذر قارئین کر رہے ہیں

فلک پہ عیسیٰؑ وادریسؑ ہیں تو خیر سہی — زمیں پہ جلوہ نما ہیں محمدؐ مختار

فلک پہ سب سہی پر ہے نہ ثانی احمدؐ — زمیں پہ کچھ نہ ہو پر ہے محمدی سرکار

تو فخر کون مکاں زبدۂ زمین وزماں — امیر لشکر پیغمبراں شہِ ابرار

خدا تیرا تو خدا کا حبیب اور محبوب — خدا ہے آپکا عاشق تم اسکے عاشق زار

تو بوئے گل ہے اگر مثل گل ہیں اور نبی — تو نورِ شمس اگر اور انبیاء ہیں شمسِ نہار

کہاں بلندی طور اور کہاں تیری معراج — کہیں ہوئے ہیں زمین آسمان بھی ہموار

جمال کو ترے کب پہنچے حسن یوسفؑ کا — وہ دل ربائے زلیخا تو شاہدِ ستار

قرآن، قرآن کی تلاوت، قرآن سے محبت، قرآن کا شغل اور قرآن سے شغف ان کی زندگی کی متاع عزیز تھی بچپن میں حفظ القرآن کی صورت نہ بن سکی تو بڑی عمر میں اس دولت کو حاصل کرنے پر توجہ دی پھر مشاغل بھی تو کثیر تھے۔

تصحیح کتب اور دینی بحث مباحثہ اور سرگرمیوں میں ایسے منہمک رہتے تھے کہ ان اہم دینی کاموں سے فراغت کا موقعہ ہاتھ نہ آتا تھا اور دل میں قرآن کریم کے حفظ کا جو شوق تھا وہ کب چین لینے دیتا تھا بالآخر دو سال کے صرف دو رمضان میں قرآن پاک یاد کر لیا اور ایسی روانی کے ساتھ سناتے تھے کہ کوئی کہنہ مشق پختہ کار حافظ بھی شاید ایسا نہ سنا سکتا ہو چنانچہ خود ان کا اپنا بیان ہے۔ "فقط دو سال رمضان میں میں نے قرآن یاد کیا ہے اور جب یاد کیا پاؤ سیپارہ کی قدر یا کچھ اسے زائد یاد کر لیا اور جب سنایا اچھے پرانے حافظ" یہ کلام اللہ کی عظمت اور اس کی طرف پوری توجہ اور محبت کا نتیجہ تھا کہ اس کا ایک ایک حرف سینہ میں نقش ہو گیا۔

ترکی بھی شیریں تازی بھی شیریں
حرف محبت نہ ترکی نہ تازی

دنیا نانوتویؒ کے جوتوں میں

حضرت نانوتویؒ کی خدمت میں حاضری واستفادہ سے ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ میرے اس یقین اور ایمان میں مزید پختگی آگئی کہ دنیا طلب سے نہیں آتی بلکہ استغناء سے آتی ہے۔ یہ سمجھ کا کھیل ہے لوگوں نے سمجھ لیا

Marfat.com

ہے کہ جتنا طالب نہیں گے اتنی ہی دنیا آئے گی۔ اس سے اگر آپ طالب بن گئے تو اس کے سامنے ذلیل ہو گئے دنیا آئی تو کیا ہوا آپ کو ذلیل کر کے آئی۔ عزت داری یہ ہے کہ استغنا ہو پھر دنیا آئے اتت الدنیا وھی راغمۃ...... دنیا سر پر خاک ڈالتی ہوئی قدموں پر آئے میں اس تصور میں تھا کہ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ کی روح پکار اٹھی کہ حضرتؒ چھتہ کی مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ شیخ الٰہی بخش صاحب میرٹھی جو لکھ پتی لوگوں میں سے تھے اور حضرتؒ کے معتقد تھے، ملنے کے لئے آئے۔ اور بہت بڑا ہدیہ لے کر آئے ــــــ دو تھیلیاں جس میں اشرفیاں اور ہزاروں روپے کا مال تھا ــــــ مگر دل میں یہ سوچتے ہوئے آئے کہ حضرت کو آج اتنا بڑا ہدیہ دوں گا کہ اب تک کسی نے نہیں دیا ہو گا۔ تو اپنے ہدیہ کے اوپر ایک فخر کی کیفیت موجود تھی ؎

گر پیش اہل دل نگہ دارید دل تانہ باشد از گماں بہ خجل

اہل اللہ کے سامنے دل تھام کے جانا چاہیئے اللہ تعالیٰ ان کے دل میں احساس پیدا کر دیتا ہے کہ فلاں کے دل میں کیا چیزیں کھٹک رہی ہیں۔ وہ علاج بھی کرنا جانتے ہیں حضرتؒ کے دل میں اس کا ادراک ہوا کہ ان کے دل میں فخر و ناز کی کیفیت ہے یہ بڑی چیز سمجھ رہے ہیں۔ حضرتؒ حجامت بنوا رہے تھے اب وہ بیٹھ تو سکتے نہیں تھے جب تک کہ حضرت اجازت نہ دے دیں تو کھڑے رہے اور ہاتھ میں دونوں تھیلیاں ہیں ان میں وزن تھا کھڑا ہوا نہیں جاتا اور لپکیا رہے ہیں۔ حضرتؒ ان کا علاج کرنا چاہتے ہیں۔ تو حجامت بنواتے ہوئے چہرہ کو نیچے کر دیا۔ دیکھا ہی نہیں کون آیا؟ تجاہل عارفانہ کے طور پر، پھر دائیں طرف کو منہ پھیرا تو وہ پشت کی طرف سے چکر کھا کر دائیں طرف آئے۔ تو آہستہ سے بائیں طرف منہ پھیر لیا۔ پھر وہ ادھر کو آئے تو ادھر کو منہ پھیر لیا۔ غرض ان کو اسی طرح چکر دیئے۔ یہاں تک کہ حضرت حجامت سے فارغ ہو گئے، تب ان کی طرف دیکھا۔ انہوں نے سلام عرض کیا۔ حضرت نے معمولی جواب دیا۔ رسمی مزاج پرسی کے بعد بیٹھ گئے اور وہ ہدیہ پیش کیا۔

حضرت نے فرمایا کہ مجھے ضرورت نہیں ہے۔ انہوں نے کہا حضرت آپ کو ضرورت نہیں ہمیں پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر حضرت قبول نہ فرمائیں یا حاجت مند نہ ہوں تو طلبہ کو

Marfat.com

تقسیم کر دیں فرمایا کہ الحمدللہ! میری آمدنی ساڑھے سات روپے مہینے کی ہے اور میرے گھر کی ساری ضروریات اس میں پوری ہو جاتی ہیں۔ اگر کبھی روپیہ آٹھ آنہ بچ جاتا ہے۔ تو میں پریشان رہتا ہوں کہ کہاں رکھوں گا؟ کس طرح حفاظت کروں گا؟ کسے بانٹوں گا؟ میں حاجت مند نہیں ہوں آپ واپس لے جائیں۔ انہوں نے کہا کہ حضرت، طلباء کو تقسیم کر دیں، فرمایا کہ مجھے اتنی فرصت کہاں کہ میں طلبہ کو بانٹوں؟ آپ ہی جا کر تقسیم کر دیں۔ غرض انہوں نے مختلف عنوانوں سے چاہا کہ قبول فرما دیں۔ مگر حضرت نے قبول نہیں فرمایا ـــــ لیکن اس زمانے کے رئیس غیرت دار تھے تو یہ غیرت آئی کہ یہ مال پھر اپنے گھر کو واپس لے جاؤں۔ تو وہاں سے اٹھے، مسجد کی سیڑھیوں پر حضرت کی جوتیاں پڑی ہوئی تھیں۔ ان جوتیوں میں وہ روپیہ بھر کر روانہ ہو گئے۔ (غالباً جوتیوں کے اوپر نیچے روپے ڈال دیئے ہوں گے) حضرت اٹھے اور جوتیوں کی تلاش ہوئی۔ جوتے نہیں ملتے۔ اِدھر اُدھر سب جگہ دیکھا حافظ انوارالحق صاحب حضرت کے خادم تھے انہوں نے دیکھا اور عرض کیا کہ حضرت جوتیاں تو روپوں میں دبی ہوئی یہاں پڑی ہیں۔ فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ آئے، اگر ان جوتیوں کو جھاڑا جیسے مٹی جھاڑ دیتے ہیں۔ اور اس کے بعد جوتے پہن کر روانہ ہو گئے۔ وہ روپیہ مسجد کی سیڑھیوں پر پڑا رہا حافظ انوارالحق مرحوم ساتھ ساتھ تھے۔ تھوڑی دور آگے جا کر مسکرا کر دیکھا تو حافظ جی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ حافظ جی دیکھا آپ نے؟ دنیا ہم بھی کماتے ہیں دنیا دار بھی کماتے ہیں فرق اتنا ہے کہ دنیا ہماری جوتیوں میں آ کر گرتی ہے ہم ٹھوکریں مارتے ہیں اور دنیا دار دنیا کی جوتیوں میں جا کے سر گڑتے ہیں۔ وہ ان کو ٹھوکریں مارتی ہے۔ تو کماتے ہم بھی ہیں دنیا دار بھی۔ فرق اگر ہے تو عزت اور ذلت کا فرق ہے "غناء" اور "احتیاج" کا فرق ہے۔

Marfat.com

حکیم الامّت مولانا اشرف علی تھانوی رح

(۱۲۸۰ھ ——— ۱۳۶۱ھ)

ہفتہ ڈیڑھ ہوگیا ہے کہ تاریخ اسلام اور تاریخ اقوام سے متعلق مختلف پہلوؤں پر تحقیق ومطالعہ اور سلف صالحین، ثقہ ونامور مؤرخین اور قدیم وجدید مصنفین کی تاریخی تصنیفات سے بھرپور استفادہ کا موقع مل رہا ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

تاریخ کے مناظر اور مختلف کردار

تاریخ کے مناظر میں مختلف کردار دیکھے علماء، بادشاہ، فقراء، صلحاء وزراء، سیاسی راہنما، مذہبی پیشوا، مسلمانوں کا عروج وزوال، باہمی آویزشیں، فتوحات، جہاد وغلبہ اور ہزیمتیں، قتل وغارتگری، درندگی وبہیمیت اور بعض اوقات سفاکی کے ہولناک واقعات کا صدور، عالم اسلام کا روز افزوں انتشار، انحطاط اور روبہ ترقی زوال، آہ! کیسے وقت میں کیفی مرحوم یاد آگئے ہیں ؎

کل تک تیرے حضور یہ دنیا تھی سرِ بہ خم ۔۔۔ تو نے ہی اسکے سامنے اب سر جھکا دیا
تو بت شکن تھا تجھ سے لرزاں صنم کدے ۔۔۔ تو نے ہی اپنے دل کو بتوں سے سجا دیا

غیروں سے دوستی ہوئی اپنوں سے کٹ گیا
توحید سے ہٹا تھا کہ ٹکڑوں میں بٹ گیا

جب خود شناسی ایک جرم ہو

اور اب یہ حقیقت کھل کر ذہن میں بیٹھ گئی ہے اور اس سے کسی بھی دانشمند یا انصاف پسند کو انکار کا یارا نہیں کہ مسلمانوں پر استبداد شخصی سلطنتوں کے اثرات، پیہم مظالم اور مسلسل جنگوں اور جاقیوں نااہل قیادتوں، مذموم مقاصد کے حصول، مغربی تہذیب کی یلغار، مادیت پرستی کے فروغ اور بے دینی والحاد اور فرسودہ افکار نے عام مسلمانوں میں زندگی سے بیزاری، اپنے مستقبل سے

Marfat.com

مایوسی اور ان میں احساس کمتری پیدا کر دیا ہے، انسان خود اپنی نگاہ میں ذلیل ہے اور پھر عجمی تصوف نے تو فنائیت، انکارِ ذات اور خودشکنی کی تلقین اتنے جوش اور اتنی قوت سے کی ہے کہ خودنگری اور خودشناسی جس پر حرکت، جدوجہد، جہاد اور کشمکش موقوف ہے، ایک اخلاقی جرم اور مانع ترقی اقدام سمجھا جارہا ہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے نزدیک ملکوتی صفات کے حصول اور لوازم بشریت سے گریز، تجرد و تفرید کی تبلیغ اس انداز سے کی جارہی ہے کہ انسان کو اپنی انسانیت سے شرم آنے لگی ہے وہ اپنی ترقی انسانیت میں نہیں ترکِ انسانیت میں سمجھنے لگا ہے۔ چاروں طرف نظر اٹھا کر دیکھیں، آج بھی صرف عام لکھے پڑھے احباب نہیں، اچھے بھلے دانشوروں، وکیلوں اور بعض علماء تک میں بے اعتمادی، ناامیدی اور شکستہ دلی پائی جاتی ہے، اور یہ بھی دیکھنے اور سننے میں آیا ہے کہ خود انسان اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود حیوانات اور جمادات پر رشک کرنے لگا ہے، وہ جوہرِ انسانیت سے ناواقف اور اپنی وسعتوں اور ترقیات سے غافل ہے ؎

ساری بستی پہ وہی خوابِ گراں طاری ہے
منزلِ مرگ ہے جس خوابِ گراں کے آگے
اس پہ اسرارِ وفا فاش بھلا کیا ہوں گے
جس نے سوچا ہی نہ ہو سود و زیاں کے آگے

اس تخیل، حسرت و افسوس اور علاج و مثبت لائحہ عمل کے لیے میری کئی راتیں بیقراری اور پیچ و تاب میں گذریں، قریب تھا کہ میں بھی اسی دھارے میں بہہ جاتا جس میں لوگ بہہ رہے ہیں اور اس راستہ پر چل پڑتا جس پر عوام بگٹٹ دوڑے چلے جارہے ہیں۔

تعلیم و تدریس، علمی تحقیقات کا شوق، کتب بینی سے دلچسپی، تاریخ کا مطالعہ، بحث و مباحثے، صحافت، ماہنامہ الحق اور پندرہ روزہ "ترجمانِ دین" دو پرچوں کی ادارت، تبلیغ و جلسے اور خطابات، غرض سب کچھ میسر تھے مگر ظلمتِ یاس کی اندھیریاں میرے سامنے بھی آرہی تھیں۔ نظریں ان بزرگوں، صالحین اور اصحابِ دل کی ایسی مجالس ڈھونڈتی تھیں جہاں دل کو سکون اور اطمینان ملتا ہے ـــــ فیاضِ ازل اور پروردگارِ عالم کی غیبی نصرت، مہربانی اور

Marfat.com

خصوصی نظرِ انتخاب نے یاوری کی کہ حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی محفلِ علم وعرفان اور خانقاہِ درویشاں میں پہنچا دیا ؎

ظلمتِ یاس نے اندھیر مچا رکھا تھا
کر گیا آکے چراغاں سرِ مژگاں کوئی

یوں نام تو حضرت تھانویؒ کا بچپن سے سُن رکھا تھا، بہشتی زیور سے اُس وقت سے آشنائی ہوگئی تھی جب درسِ نظامی کے لیے مبتدی کی حیثیت سے ڈیرہ اسمٰعیل خان کی قدیم اور معروف دینی درسگاہ نجم المدارس کلاچی میں داخلہ لے لیا تھا حضرت تھانویؒ کا ذکرِ خیر اپنے اکابر اساتذہ کی محفل میں بڑے احترام، عظمت اور ایک عظیم مصلحِ اُمت کی حیثیت سے ہُوا کرتا تھا سِنِ شعور کے آغاز ہی سے اس بات کا علم ہوگیا تھا کہ حضرت تھانویؒ کی مجلس کی طرح اُن کی تصنیفات بھی مرجع خلائق ہیں، پھر اسی زمانے میں اور بعد میں جُوں جُوں تعلیمی درجات بڑھتے گئے اپنے علمی حوصلے اور طالبِ علمانہ استعداد کے مطابق حضرت تھانویؒ کے علمی کمالات ان کی تصانیف کے ذریعہ معلوم ہونے گئے اور ان سے عقیدت ومحبت اور شیفتگی بلکہ وارفتگی میں والہیت اور از خود رفتگی کی حد تک تعلق بھی بڑھتا گیا۔ ان کی عظمت، بزرگی اور تقدس کا ذہن پر اس طرح تسلط ہوگیا کہ طالب علمی کے چوتھے سال یہ بات ذہن، دل ودماغ اور عقل وشعور میں پختگی سے بیٹھ گئی۔

آدمی بننا بڑا دشوار ہے

جب تک حضرت تھانویؒ کی طرح کے مجالس، اہل اللہ کی محافل اور صالحین کی خدمت ومصاحبت کی سعادت حاصل نہ کرلی جائے علم کی برکتیں اور حقیقی لذتیں حاصل نہیں ہوں گی۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا اپنی کسی تقریر میں ارشاد فرمودہ شعر ؎

مولوی صاحب فرشتہ ہوں تو ہوں
آدمی بننا بڑا دشوار ہے

اور معروف مفسرِ قرآن حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کا کسی جگہ تحریر فرمودہ شعر

کورس تو لفظ ہی سکھاتے ہیں آدمی آدمی بناتے ہیں

Marfat.com

اس زمانہ میں ہر وقت وردِ زبان رہتے تھے، جب بیتابیٔ دل نے مجبور کیا تو حضرت تھانویؒ کے خلیفۂ اجل، عالمِ اسلام کے عظیم سکالر اور معروف مصنف حضرت العلامہ مولانا شمس الحق افغانیؒ کی خدمت میں درج ذیل مضمون کا خط لکھا:۔

"حضرت والا! اللہ کا نام، اللہ والوں کی خدمت صحبت اور اُن کی جوتیاں سیدھی کیے بغیر نہیں سیکھا جا سکتا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ جس طرح بھی بن پڑے آپ کی خدمت میں زندگی گذار دوں، شاید اللہ کا نام سیکھ لوں، دین کا کام سیکھ لوں، اُمید ہے کہ آپ مجھے اپنی خدمت کے لیے قبول فرماویں گے، وہاں کے قریبی مدارس میں درسِ نظامی کی کتب بھی پڑھتا رہوں گا، اللہ کریم اجرِ عظیم سے نوازے اُمید ہے کہ آپ میرے دھڑکتے ہوئے دل اور تڑپتے ہوئے جذبات کو ضرور ملحوظ رکھیں گے،"

حضرت افغانیؒ نے احقر کے عریضہ کے جواب میں جو خط تحریر فرمایا اس پر ۱۳، جون ۱۹۷۵ء کی تاریخ درج ہے اور یہ سال احقر کی طالب علمی کا چوتھا سال تھا۔ چنانچہ حضرتؒ نے لکھا۔

"بعد از سلام مسنون! بجواب خط تحریر ہے کہ میں امراض میں مبتلا ہوں سوائے نماز باجماعت فرض کے لیے گھر سے باہر نہیں نکلتا، جو صورت اجازت کی آپ نے لکھی ایسے اوروں مریدوں نے بھی لکھا سب کو یہی جواب دیا کہ تقریر بلا تحریر کی بھی بندش ہے، استفتاء کے جواب کی بھی بندش ہے کیونکہ بلڈ پریشر کا حملہ ہو گا جو خطرناک ہے۔

لہٰذا تم کو اور تمام مریدوں کو یہ ہدایت ہے کہ صرف اپنے سابق سبق اور اس کے اثرات کو مختصر الفاظ میں لکھا کریں اور جواب میں جو کچھ میری طرف سے بتایا جائے اس پر عمل کرو ـــــ باقی "صحبتِ رشید" کی جگہ حضرت تھانویؒ کی "اشرف السوانح" دیکھا کرو یا عزیزم قاضی عبدالکریم صاحب (شیخ التفسیر و مہتمم مدرسہ عربی نجم المدارس کلاچی)

Marfat.com

کے پاس خاص وقت ہیں اس کی صحبت اختیار کرو، میں نے اپنے بزرگوں کی صحبت میں جو کچھ پایا اس کا کافی حصہ ان کے پاس ہے غنیمت سمجھو اس صحبت کو"

مجالسِ حکیم الامتہ

اس وقت پاک و ہند کے تمام مشہور کتب خانوں کو خط لکھا مگر "اشرف السوانح" نہ مل سکی، مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رح کی "مجالسِ حکیم الامتہ" کسی مکتبہ سے ہاتھ لگ گئی، گویا گوہر بیش بہا مل گیا، حضرت افغانی رح کو خط لکھا تو انہوں نے جو ابًا ارشاد فرمایا :۔

"مبارک ہو، "مجالس حکیم الامت" "اشرف السوانح" کی روح ہے"

"مجالسِ حکیم الامت" کیا لینی تھی کہ جلتی پر تیل پڑ گیا مگر حکیم الامت کی خانقاہ تھانہ بھون میں حاضری اب کب ہو سکتی تھی، روح بیقرار رہتی تھی اور اسکی ایک ہی آواز تھی ؎

سُنو وہ نغمہ جو روحِ حیات گرمائے
سکوں ہو جس سے اب اس داستاں کا وقت نہیں

چنانچہ "مجالسِ حکیم الامت" نے مجھے محدثِ کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمہ اللہ مؤسس و مہتمم اول دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی مجالسِ الحق میں پہنچا دیا اور پھر مسلسل دس سال تک "صحبتے با اہلِ حق"[۱] کی سرفرازیاں حاصل ہوتی رہیں اور اس طرح قدرت نے زخمِ دل کے بھرنے کا انتظام کر دیا ؎

تیر نگہِ نازِ کرم بر دل کیفی
یہ زخم ہیں سینے کے بھرتے ہی رہیں گے

پہلے آدمی بنو

آج کی گفتگو کا آغاز عالمِ اسلام کے زوال و اضمحلال پر ماتم سے ہوا تھا اور اسی بہانے قدرت نے ہمیں حضرت حکیم الامت رح کی مجلسِ علم و حکمت میں پہنچا دیا، اول وہلہ میں حضرت رح نے یہی ارشاد فرمایا :۔

---

[۱] صحبتے با اہلِ حق، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رح کے علمی و دینی اور اصلاحی و روحانی افادات ہیں۔

Marfat.com

"بزرگ بننا ہو، قطب بننا ہو، غوث بننا ہو تو کہیں اور جاؤ اور انسان بننا ہو تو یہاں آؤ ـــــ پہلے آدمی بنو، کیا بزرگیاں اور ولایت ڈھونڈتے پھرتے ہو، آدمیت سیکھو، بزرگی بیچاری تو ایک دن میں سانٹھ ہو لیتی ہے، مشکل چیز تو شرافت اور شعورِ انسانیت ہے۔"

حکیم الامتؒ نے زندگی بھر مخصوص انداز میں اس پہلو کو اُبھارا اور انسانیت کی تعمیر و تشکیل اور انسان کی بلندی کا ترانہ اس جوش اور خلوص سے بلند کیا کہ اس کی سوئی ہوئی خودی کو بیدار کر دیا، وہ اپنے مقام سے آگاہ ہو گیا، حکیم الامت کی اس تحریکِ انسانیت کا اثر پوری انسانی تاریخ، ادبیات، تحریری کاوشوں، ذخیرۂ تصوف اور تعلیم و تربیت کے پورے نظام پر پڑا اور انہوں نے انسانی اقدار کے تحفظ، خدا کی نیابت اور رسول کی اطاعت اور سلوک و تصوف میں عمل کے رجحان کو پیدا کر دیا۔

تقریر میں تاثیر غالب تھی حضرت حکیم الامۃ منصب رشد و ہدایت کا جو منصب لیکر آئے تھے اپنی بارہا کتابی اور مطالعاتی ملاقات میں بھی دیکھنے میں آیا، حقائق و معارف حضرتؒ کے مشاہدات میں سے تھے، ابنائے زمانہ کی نبضوں پر ان کا ہاتھ تھا، اعتدال ان کی فطرت تھا۔ اب کے بار حاضری میں حضرتؒ کی شفقت بھری گفتگو اور رحمت بھری توجہات اور ہدایت بھرے ارشادات میں تاثیر غالب تھی، جو بھی ارشاد فرمایا میں یہی سمجھا کہ یہی کچھ تو مجھے بھی مطلوب تھا ؎

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

جذبۂ پیر مغاں حضرتؒ سے استفادہ اور اشتیاقِ زیارت و ملاقات کے متعدد راستوں سے گذرنا نصیب ہوا۔ "بیان القرآن" تو اپنی صبح و شام کی گذرگاہ ہے۔ "اعلاء السنن" کا راستہ بھی گاہے گاہے چلنا پڑا۔ "التکشف" سے بھی نورِ بصیرت حاصل ہوتا رہا۔ "حیاۃ المسلمین" کا تو کوئی جواب نہیں۔ "امداد الفتاوی" نے بارہا انگلی پکڑ کر راہ لگایا۔ "بوادر" ہمیشہ ازیادِ نور کا سبب رہی۔ "نشر الطیب" سے تو جنت کی فضاؤں

Marfat.com

کاسماں بندھا اور مواعظ تو قریب تر ذریعۂ ملاقات رہا۔ ان تمام واسطوں سے ملاقات آج بھی دل و دماغ میں آفتاب بن کر جگمگا رہے ہیں۔ حکیم الامت کا لب و لہجہ، شفقت بھری آواز و توجہات، نظرِ نیم باز اور تخیل و تصور میں ان سے ملاقات اور کتابی استفادہ کے مجلسی تاثرات آج بھی پوری طرح کار فرما ہیں ؎

کار فرما ہے ابھی تک جذبۂ پیرِ مغاں
مستیٔ رنداں وہی ہے گرمیٔ محفل وہی

اور جب تھوڑا سا اخلاص بھی ہوگا

احقر کا پہلی ملاقات میں پہلا سوال یہی تھا حضرت! علم و مطالعہ آسان بھی ہے اور ذہنی عیاشی کا سامان بھی، عمل بظاہر مشکل ہے اور بعض اوقات اعمال بھی شروع ہو جاتے ہیں تو اعمال کی قبولیتِ عنداللہ کے لیے کیا لائحہ عمل مؤثر ہوگا، ارشاد فرمایا :۔

"اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی قبول ہو جاتا ہے اور اخلاص نہ بھی ہو تو خالی الذہن ہو کر بھی عمل مقبول ہو جاتا ہے۔"

مجھے خالی الذہن ہونے کی اصطلاح سے ناواقفیت تھی چہرے پر استفسار کے آثار ہویدا تھے، تو ارشاد فرمایا :۔

"خالی الذہن ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ (عمل میں) نہ دکھاوے کی نیت ہو اور نہ خدا کے لیے نیت ہو۔"

یہ دقتِ نظر، یہ باریک بینی، یہ یُسر اور یہ خفیف تر پسندی مجھے حضرت تھانویؒ ہی کی محفل میں نظر آئی، اور جب مسلسل حاضریوں سے لطف اندوز ہوتا رہا تو ان کے چھوٹے چھوٹے ارشادات، تعلیمات اور ہدایات میں ان کی مجددانہ شان عیاں نظر آنے لگی ؎

بظاہر تو ہیں چھوٹی چھوٹی سی باتیں
جہاں سوز لیکن یہ چنگاریاں ہیں

یہاں دارالعلوم حقانیہ کے سہ ماہی امتحانات کی تعطیلات کی وجہ سے اگرچہ کاموں کا پشتارہ اٹھا رکھا تھا۔ ماہنامہ "الحق" کا شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نمبر ہمہ جہت ذہن اور

Marfat.com

دل و دماغ پر حاوی ہو چکا تھا، پھر بھی جب طبیعت اکتا جاتی یا کثرتِ کار سے طبعی اضمحلال آجاتا تو حضرت تھانویؒ کی بارگاہ میں حاضری نہ صرف سُود مند ہوتی بلکہ روحانی طاقت کا انجکشن لگ جاتا۔

حکیم الاُمّت کے مواعظ، مجالس، سوانح اور افادات کا کافی ذخیرہ اپنے کتبخانہ میں جمع کر رکھا ہے، پھر جب خدا نے اتنی مہربانیاں کردی ہیں تو لمحات فارغ کر کے خوشی و مسرّت سے حکیم الاُمّت کی مجلس اور افادات سے استفادہ کا موقع مل جاتا ہے اور حضرتؒ کی اس نوعیت کی شب و روز کی اور بعض اوقات ہمہ وقتی صُحبت و معیّت میں گویا ہر شب شبِ برات اور ہر روز روزِ عید کا مصداق بن جاتی ہے ؎

مے ناب و کنار آب و یار مہربان ساقی
ولا کے [illegible] کارت اگر رکنوں نخواہد شُد

حکیم الامت کا ادنیٰ تقویٰ

حکیم الامتؒ کی علوِ شان اور بُعدِ منزلت اور علمی و دینی اور روحانی عظمت و احترام غالب رہتا تھا۔ بارہا اس کا پس منظر، اصل علت اور حقیقی سبب پر غور کرتا رہا۔ اب کے بار یہ بھی معلوم ہو گیا جس کو حضرتؒ کے ایک علمی واقعہ کے آئینہ میں واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ حکیم الامتؒ کے والد ماجد خاندانی رئیس اور صاحبِ ثروت تھے، ان کے ذرائع آمدنی بھی کوئی ناجائز نہ تھے مگر حضرتؒ کی نظر میں کچھ مشتبہ تھے۔ والد ماجد کی وفات کے بعد ترکہ میں اپنے حصۂ میراث کا معاملہ سامنے آیا تو اس کے لینے میں تردد ہوا اور از خود فیصلہ کرنے کی عادت نہیں تھی حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں خط لکھ کر سوال کیا کہ حصہ لینے میں مال مشتبہ ہونے کی وجہ سے تردد ہے اور چھوڑنے میں اس لیے تردّد ہے کہ کہیں بعد میں پریشانی نہ ہو، جواب آیا:۔

"اگر یہ حصہ لو تو فتویٰ ہے نہ لو تو تقویٰ ہے اور پریشانی انشاء اللہ عمر بھر نہ ہوگی"

حضرتؒ نے تقویٰ کا پہلو اختیار کیا اور اپنا حصۂ میراث جو بہت بڑا سرمایہ تھا بھائیوں کے لیے چھوڑ دیا ــــــ حضرت گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ "مولانا اشرف علی کا ادنیٰ تقویٰ

Marfat.com

ہے کہ والد کی میراث کا حصہ نہیں لیا۔

تصوف کا اصل مقصد اعمال باطنہ کی اصلاح ہے

دل میں خیال کہ حضرت حکیم الامتؒ نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ، حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت گنگوہیؒ سے استفادہ کیا اور بیعت و سلوک کے راستے انکی خدمت میں رہ کر طے کیئے۔ آج کی سہل پسندی کے دور میں ایسا کیوں نہ کر لیا جائے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات، علامہ قشیریؒ کا رسالہ قشیریہ اور خود حضرت حکیم الامتؒ کے افادات کا بھرپور مطالعہ و استفادہ کر لیا جائے تو گھر بیٹھے بھی مقاصد حاصل کیے جا سکتے ہیں، ارشاد فرمایا ایسا ہرگز نہیں!

"تصوف کا اصل مقصد اوراد و اشغال نہیں اصل مقصود اعمالِ باطنہ کی اصلاح ہے ـــ اگر کوئی کہے کہ اصلاح اعمالِ باطنہ کے طریقے تو تصوف کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں ان کو دیکھ کر انسان اپنی اصلاح کر سکتا ہے، پھر شیخ و مربی اور مرشد کی کیا ضرورت؟ تو جواب یہ ہے کہ بدنِ انسانی کے امراض کے معالجات بھی طب اور ڈاکٹری کی کتابوں میں پورے لکھے ہوئے ہیں پھر طبیب اور ڈاکٹر کی ضرورت کیوں محسوس کی جاتی ہے؟ جو ضرورت یہاں ہے وہی امراضِ باطنہ میں بھی ہے"۔

جگر مرحوم کی کایا پلٹ گئی

حضرتؒ کی محفل اور اصلاح تصوف و سلوک کی تحریک اور مواعظ سے بعض لوگ اس غلط فہمی میں بھی پڑ گئے ہیں کہ حکیم الامتؒ محض ایک زاہد مرتاض اور خشک مولوی ہیں طبعی نشاط، فرح و انبساط اور شعر و ادب سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اس غلط فہمی کا منشا بھی غالباً یہ فاسد عقیدہ ہے کہ جو پیر ہوتا ہے وہ فرشتہ بھی ہوتا ہے مگر احقر کو اب کے بار جب مطالعاتی حاضری کی سعادت حاصل ہوئی تو حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں معروف شاعر جگر مراد آبادی مرحوم کو بھی مصروف استفادہ دیکھا۔ ہوا یہ تھا کہ جب جگر مرحوم نے حضرتؒ کے لاڈلے خادم خواجہ مجذوب سے اپنے شراب کے عادی ہونے کے ساتھ حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کا استفسار کیا تو خواجہ مجذوب نے کہا کہ ایسی حالت میں بزرگوں کے پاس جانا کیسے مناسب ہو سکتا ہے ـــ حکیم الامتؒ کو

Marfat.com

جب اس کی خبر ہوئی تو ارشاد فرمایا اُسے آنے دیا جاتا ممکن ہے یہ زیارت و ملاقات ہی اس بلاء سے نجات کا ذریعہ بن جائے ـــــ جب جگر مرحوم کو یہ اطلاع ہوئی تو اُن کی اصلاح و ہدایت کا وقت آچکا تھا حضرتؒ کی بس اتنی ہی نظر توجہ تھی کہ جگر مرحوم کی کایا پلٹ گئی، زار زار رونا شروع کر دیا، بالآخر یہ بھی فیصلہ کر لیا کہ مر جاؤں گا مگر شراب کے نزدیک نہیں جاؤں گا۔ اور جب حاضر خدمت ہوئے تو حضرت تھانویؒ نے بڑی خصوصی عنایتوں سے نوازا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مجھے آپ کا ایک شعر بہت ہی زیادہ پسند ہے بار بار پڑھتا ہوں، کسی شاعر کو اگر شعر پر انعام دیتا تو اس شعر پر آپ کو بہت بڑا انعام دیتا، وہ شعر یہ ہے ے

تیری طلب بھی کسی کے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

اس موقع پر جگر مراد آبادی نے حضرتؒ کی محفل میں یہ اشعار بھی سنائے کہ ے

بے کیف مئے ناب ہے معلوم نہیں کیوں
پھیکی شب مہتاب ہے معلوم نہیں کیوں

ساقی نے دیا تھا جو بصد عرض تمنا
وہ جرعہ بھی زہراب ہے معلوم نہیں کیوں

دل آج بھی سینے میں دھڑکتا تو ہے لیکن
کشتی سے تہہ آب ہے معلوم نہیں کیوں

تین کتابوں کے مطالعہ نے سب کچھ سے بے نیاز کر دیا

حضرت حکیم الامتؒ کی تصنیفات کی مجموعی تعداد ایک ہزار سے بھی زائد ہے جنہیں حضرتؒ کی علمی شان اور تصنیفی کمالات کا یہ علم ہو جاتا ہے تو وہ استفسار کرنے لگتے ہیں کہ جس نے ہزار کتاب تصنیف کی ہو وہ خود تو لاکھوں کتابوں کا مطالعہ کر چکا ہوگا، ان کے مطالعہ و استفادہ اور اخذ و استنباط اور اوقات میں برکات کا طریق کار کیا ہوگا؟ مجھے بھی یہ تصور لاحق رہا اور بار بار سوال بن کر سامنے آتا رہا۔ مگر آج کی روحانی اور کتابی و مطالعاتی

Marfat.com

ملاقات میں یہ عقدہ بھی حل ہو گیا، حضرتؒ نے خود ارشاد فرمایا۔

"مجھے زیادہ کتب بینی کا شوق نہیں ہوا کیونکہ نفس علم کو مقصود نہیں سمجھا، عمل کے لیے جتنے علم کی ضرورت ہے اس میں اپنے بزرگوں پر مکمل اعتماد و انقیاد تھا، جو کچھ قرآن و سُنّت کی تعبیر میں انہوں نے فرمایا تھا اس پر دل مطمئن تھا" —— اور جب تصنیفات کا ذکر آیا تو عرض کیا گیا کہ آپ کی جب اتنی تصنیفات ہیں تو ان کے لیے آپ نے بھی ہزاروں کتابیں دیکھی ہوں گی؟ ارشاد فرمایا چند کتابیں ضرور دیکھی ہیں جن کے نام یہ ہیں: حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ۔ ان تین کتابوں نے مجھے سب کتابوں سے بے نیاز کر دیا —" شاید ایسے حضرات کے متعلق کسی شاعر نے کہا تھا ؎

وانت الکتاب المبین الذی
باحرفه یظهر المضمر

تو ہی وہ واضح کتاب ہے جس کے حروف سے مخفی مضامین ظاہر ہو جاتے ہیں۔

دلے دارم

ذوقِ شعر اور فارسی ادب کی بات چل نکلی تو اس فن سے بھی حضرت حکیم الامتؒ کو حظِ وافر حاصل تھا، حضرت خواجہ مجذوب نے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا یہ شعر پڑھا تو حضرتؒ نے بڑی توجہ سے سُنا اور سر دھنتے رہے ؎

دلے دارم جواہر خانۂ عشق است تحویلش
کہ دارد زیرِ گردوں میر سامانے کہ من دارم

(ترجمہ) "زیرِ آسمان میرا دل ایک ایسا میر سامان ہے کہ جواہر خانۂ عشق اس کی تحویل میں ہے۔"

حضرت حکیم الامتؒ نے سُنا تو بہت پسند فرمایا اور پھر از خود قدسی کے یہ اشعار سُنائے ؎

دارم دلے اما چہ دل صد گونہ حرمان در بغل
چشمے و خون در آستین اشکے و طوفان در بغل

روزِ قیامت ہر کہ آید بدستش نامہ
من نیز حاضر مے شوم تصویرِ جاناں در بغل

Marfat.com

(ترجمہ) "گو کہ میں دل رکھتا ہوں لیکن بغل میں سینکڑوں محرومیاں ہیں میرے آستین میں آنکھ اور خون جبکہ پہلو میں طوفانِ اشک لیے پھرتا ہوں ــــ

روزِ حشر ہر ایک شخص اپنے ہاتھ میں اپنا نامۂ اعمال لیے پھرے گا میں بھی اپنی بغل میں تصویرِ جاناں لیے حاضر ہو جاؤں گا۔"

یہ شعر سنائے تو حضرتؒ نے پھر از خود ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ ان اشعار کے آخری شعر میں تصرف کر کے یوں پڑھا کرتے تھے ع

من نیز حاضر مے شوم تفسیر قرآں در بغل

یعنی میں بھی اپنی بغل میں تفسیر قرآن لیے حاضر ہو جاؤں گا۔

برادرِ گرامی قدر محبت مکرم حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی راوی ہیں کہ ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوت میں حضرت مولانا نصیرالدین غورغشتویؒ جب جیل میں تھے تو علماء کی ایک محفل میں انہوں نے بھی آخری شعر میں یوں ترمیم کر کے بڑے جذب و وجد سے پڑھا تو حاضرین نے بھی حظِ وافر حاصل کیا ؎

من نیز حاضر مے شوم زنجیرِ زنداں در بغل

ممکن ہے کہ قارئین کو حضرت غورغشتیؒ کی اس ترمیم سے وہ کیف و وجد حاصل نہ ہوا ہو جو حضرت غورغشتیؒ اور ان کے رفقاء کو حاصل ہوا تھا۔

کہ آقا! تیرے لیے جیل کی چکیوں کو پیسا ہے	دراصل بعض اشعار، مصرعے یا جملے اور بول اپنی تاثیر میں اس وقت

اور ایسی حالت میں زیادہ مؤثر اور انقلاب انگیز ہوتے ہیں جس حالت کیلئے وہ کہے گئے ہوں۔ ۱۹۷۷ء کی تحریکِ نظامِ مصطفےٰ میں جب مجھے بھی تین ماہ تک سنٹرل جیل ڈیرہ اسمٰعیل خان میں پسِ دیوارِ زنداں کر دیا گیا تھا تو احقر کا زیادہ تر وقت بارک سے باہر فضول خوش گپیوں یا وساوس و پریشانیوں میں ابتلاء کے بجائے جیل کی لائبریری میں گذرتا تھا۔ ایک روز اتفاق سے مولانا ظفر علی خاں مرحوم کی کسی کتاب سے یا کسی دوسرے مصنف کی کتاب سے مولانا مرحوم کا یہ شعر نظر سے گذرا کہ ؎

Marfat.com

یہ کہہ کے حق جتالوں گا محمدؐ کی شفاعت کا
کہ آقا تیرے لیے جیل کی چکیوں کو پیسا ہے

پھر اتفاق سے ابتدائی ایام میں ہمیں جیل حکام نے ان ہی کوٹھیوں میں رکھا جہاں چکیاں پیسی جاتی تھیں۔

بظاہر اس شعر کا وزن بھی قارئین کے ذہن پر کچھ بھی نہ بن پڑے تو مجھے اس پر کوئی حیرت نہ ہوگی، اس لیے کہ اس کی لذت ان حالات اور کیفیات میں جو میں نے محسوس کی اور جس کے تصور نے بارہا میرے رونگٹے کھڑے کر دیئے، وہ کیف و مستی کب اور کیسے سمجھائی جا سکتی ہے ــــ پھر کیا تھا ــــ جب تک جیل میں رہا ــــ اور جب بھی مدینے والی سرکارؐ کا تصور آیا تو بس یہی شعر وردِ زباں رہا ــــ اب اگر ہزار بار بھی اس شعر کو دہرایا جائے مگر وہ جیل والی کیف و مستی کہاں؟ ؎

اب نہ طوفانِ حوادث ہے نہ سیلِ آرزو
زندگی کا لطف ہی جاتا رہا ساحل کے بعد

فتنۂ کم علمی و فتویٰ نویسی موجودہ دور کا سب سے بڑا فتنہ کم علمی کے باوجود فتویٰ نویسی اور کافر سازی ہے۔ بعض علماء کے اس معیوب اور انتشار انگیز کردار سے جدید تعلیمیافتہ طبقہ بس علماء حق سے نفرت کی انگیخت کی جا رہی ہے حکیم الامۃ حضرت تھانویؒ کے ہاں یہ عقدہ بھی بڑی آسانی سے حل ہو گیا۔ ارشاد فرمایا: ہمارے اکابر تو ہمارے لیے نمونۂ عمل ہیں، ان کا اسوہ اسوۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرح ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے سامنے ایک فارسی قطعہ پیش کیا گیا جس کا تعلق ایسے لوگوں سے تھا جو بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو کافر کہہ دیتے ہیں، قطعہ یہ تھا ؎

مرا کافر اگر گفتی غمے نیست
چراغ کذب را نبود فروغے
مسلمانت بخوانم در جوابے
دروغے را جزا باشد دروغے

Marfat.com

(ترجمہ) "اگر تم نے مجھے کافر کہا ہے تو مجھے اس کی کوئی فکر نہیں کیونکہ جھوٹ کے چراغ کو کبھی فروغ حاصل نہیں ہُوا، میں تجھے اس کے جواب میں مسلمان کہتا ہوں کہ جھوٹ کی جزا ہمیشہ جھوٹ ہی ہُوا کرتی ہے۔"

حضرت نانوتویؒ نے سُنا تو ارشاد فرمایا کہ اس میں تو مخاطب کو کافر ہی کہہ دیا گیا ہے کیونکہ اس کے مسلمان ہونے کو جھوٹ قرار دینا کافر ہی کہنا ہے، پھر خود اس میں ایک شعر کا اضافہ اپنی طرف سے اس طرح کر دیا۔

مرا کافر اگر گفتی غمے نیست | چراغ کذب را نبود فروغے
مسلمانت بخوانم در جوابش | دہم شکر بجائے تلخ دوغے
اگر خود مومنی فبہا و الآ | دروغے را جزا باشد دروغے

(ترجمہ) "تو نے اگر مجھے کافر کہا تو کوئی غم نہیں اس لیے کہ جھوٹ کا چراغ تا دیر نہیں جلتا۔ میں تم کو اس کے جواب میں مسلمان ہی کہوں گا، میں آپ کو بجائے کڑوی اور کھاری لسی کے میٹھا شکر دوں گا، اگر تم خود مسلمان ہو تو پھر بہت ہی خُوب، جھوٹ کیلئے جزا ہی جھوٹ ہے۔"

حضرت امیر معاویہؓ بعض ناعاقبت اندیش خوفِ خدا سے بے نیاز ہو کر مشاجراتِ صحابہؓ پر لکھتے اور اپنی دکانِ صحافت چمکاتے ہیں، بعض بدنصیبوں نے تو اپنی زندگی کا مشن ہی یہ بنا رکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت معاویہؓ اور دیگر صحابۂ کرامؓ کے معائب بنا بنا کر مشاجرات کی تاریخی بے سروپا داستانوں میں رنگ ڈال ڈال کر اپنی قلمکاریوں اور تصنیفی شاہکاروں کی داد حاصل کی جائے، حکیم الامت تو آخر حکیمِ امت ہی تھے حضرت امیر معاویہؓ سے متعلق ایک مستفتی کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ:-

انتہائی بات یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ سے گناہ ہو گیا اور فرض کرلو کہ گناہ بھی کبیرہ ہُوا مگر اب یہ فیصلہ کرو کہ اگر کسی صحابیؓ سے گناہ سرزد ہو جاوے تو ہمیں ان کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیئے، کیا ان کی بدگوئی اور غیبت جائز ہو جائے گی۔ دیکھو حضرت ماعزؓ کا گناہ کبیرہ یعنی زنا پھر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان پر سزائے رجم جاری کرنا مخصوص احادیث سے ثابت

Marfat.com

ہے، مگر جب ایک صحابی نے حضرت ماعزؓ کی غیبت کی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا۔

مختصر کلمۂ حکمت اسی محفلِ علم و عرفان میں حضرت حکیم الامتؒ نے ایک کام کی بات ارشاد فرماتے ہوئے مختصر کلمۂ حکمت ارشاد فرمایا کہ:-

"ایک مجذوب نے بڑی حکمت کی بات ارشاد فرمائی ہے کہ عقل وہ ہے جو خدا کو پاوے اور خدا وہ ہے جو عقل میں نہ آوے، یعنی خدا کو پانے اور اس کو راضی رکھنے کی کوشش میں لگا رہے اس سے کسی لمحہ غافل نہ ہو۔"

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ محفل طویل ہوگئی تو رخصت لی۔ آج دوسرے روز حاضری کا موقع ملا تو حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ کا ذکرِ خیر ہو رہا تھا، ارشاد فرمایا کہ حضرت جانِ جاناں ایک شخص کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ شہادت کی رات میں خواب دیکھا کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سرخ کُرتہ پہنے ہوئے تشریف لائیں، خواب کی تعبیر اپنی شہادت سے لے کر صبح ہی سے منتظر اور مسرور تھے اور یہ اشعار زبان پر تھے:-

سر جدا کرد از تنم یارے کہ با ما یار بود
قصہ کوتاہ کرد ورنہ دردِ سر بسیار بود

بلوحِ تربتِ من یافتند از غیب تحریرے
کہ ایں مقتول را جز بے گناہی نیست تقصیرے

(ترجمہ) "اس شخص نے میرا سر تن سے جدا کر دیا جو کہ میرا دوست اور یار تھا، اچھا ہوا اس نے بہت بڑے دردِ سر کا قصہ مختصر کر دیا ـــــ میری لوحِ مزار پر ایک غیبی تحریر پائی گئی کہ اس قتیلِ بے گناہی کا جرم و تقصیر سوائے بے گناہی کے اور کچھ نہیں۔"

حضرت شیخ الہند کی مہمان نوازی حضرت حکیم الامتؒ نے آج دوسرے روز کی مطالعاتی حاضری میں اپنے اکابر مشائخ بالخصوص

Marfat.com

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کا تذکرہ فرمایا اور حضرتؒ کی مہمان نوازی، تواضع اور خدمت و انکساری کی ایک عجیب و غریب حکایت بیان فرمائی۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ مولوی محمود رامپوری کا دیوبند میں کوئی مقدمہ درپیش تھا، اس کے لیے رامپور سے دیوبند آئے تو ایک ہندو بنیا بھی ان کے ساتھ ہو لیا۔ اس کو بھی کوئی ایسا ہی کام دیوبند میں درپیش تھا۔ جب شہر میں پہنچے تو بنیئے نے ان سے کہا حضرت! جہاں آپ ٹھہریں میرے ٹھہرنے کا بھی وہیں انتظام ہو جائے ——— مولوی محمود صاحب نے فرمایا کہ ہم حضرت شیخ الہندؒ کے ہاں ان کے مکان پر مہمان ہوئے، بنیا کو بھی وہیں ٹھہرا دیا گیا، جب رات کو سو گئے تو میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ الہندؒ بنیئے کے پاس گئے اور آہستہ آہستہ اس کے پاؤں دبانا شروع کیے، میں نے دیکھا تو عرض کیا کہ حضرتؒ! یہ کیا غضب ہے؟ اگر یہی کرنا ہے تو اس خدمت کے لیے میں حاضر ہوں، فرمایا نہیں! یہ تو میرا مہمان ہے اور اس کا اکرام اور خدمت میرے ذمہ ہے۔

حضرت مجددؒ کے احترامِ علم کا حیرت انگیز واقعہ

الدین کلہ ادب بارہا سنا، پڑھا، سنایا پڑھایا مگر عملی اور واقعاتی دنیا میں اس کے مشاہداتی واقعات اور عملی حکایات کی جھلکیاں حضرت حکیم الامۃؒ کے ہاں دیکھیں، انہوں نے اس سلسلہ میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''حضرت مجدد الف ثانیؒ ایک روز بیت الخلا میں تشریف لے گئے۔ اندر جا کر نظر پڑی کہ انگوٹھے کے ناخن پر ایک نقطہ روشنائی (سیاہی) کا لگا ہوا ہے جو عموماً لکھتے وقت قلم کی روانی دیکھنے کے لیے لگایا جاتا تھا۔ فوراً گھبرا کر باہر آ گئے اور اس کے دھونے کے بعد تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اس نقطہ کو بھی علم کے ساتھ ایک ملابست اور نسبت ہے بے ادبی معلوم ہوئی کہ اس کو بیت الخلاء میں پہنچاؤں''۔

احقر نے یہ واقعہ سنا تو حیرت کی انتہا نہ رہی کہ بارِ الٰہ! یہ کیسے لوگ تھے اور ان کی کیا کیا کرامتیں تھیں اور ان کے دل میں علم دین کا کتنا احترام تھا اور پھر اس کے کیسے کیسے ثمرات وہ حاصل کرتے تھے؟

Marfat.com

یہ سب ریاضت اور مشقت سے نہیں اساتذہ کی توجہ اور دعا سے حاصل ہوا ہے

بات احترام کی آگئی حضرت حکیم الامتؒ کو دیکھا وہ تو سراپا مجسمۂ ادب و احترام تھے یہ بھی تو انہوں نے خود ارشاد فرمایا کہ:-

"نہ تو میں نے کبھی طالب علمی میں محنت کی اور نہ اس طریق میں کبھی مجاہدات اور ریاضیات کیے، جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے یہ سب اپنے حضرات اساتذہ و مشائخ کی دعا و توجہ اور میری طرف سے غایت درجہ ادب و عقیدت کا ثمرہ ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ الحمد للہ میں نے کبھی کسی استاذ یا بزرگ کو ایک منٹ کے لیے بھی مکدر نہیں کیا۔"

پھر اس کی کیسی کیسی برکتیں حاصل ہوئیں، اس سلسلہ کا ایک واقعہ یہ پیش آیا بلکہ حضرت حکیم الامتؒ کے خلیفہ مجاز، خادم خاص اور محب و مخلص خواجہ مجذوبؒ نے سنایا کہ ایک مرتبہ کانپور میں ایک وکیل نے حضرت حکیم الامتؒ کا وعظ سُنا، تقریر علوم و معارف کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھی، خطاب مؤثر تھا، تو آپ کے خطاب کے بعد ایک مُعزز وکیل صاحب نے حضرت حکیم الامت کو مخاطب کر کے بہت ہی جوش کے ساتھ یہ شعر پڑھا کہ:-

تو مکمل از کمالِ کیستی
تو منور از جمالِ کیستی

(ترجمہ) حضرتؒ! آپ کس عظیم شخصیت کے کمالات کو جذب کر کے مکمل ہوئے ہیں اور کس عظیم ہستی کی نظرِ توجہ اور جمال و انوار نے آپ کو منور کر دیا ہے۔

حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ میرے جی میں آیا کہ میں اس کا جواب دوں، مگر کیا جواب؟ —— اگر آج کے دور کا خطیب ہوتا "ہم جیسا خود پرست اور خود غلط ہوتا تو کہہ ڈالتا جناب! میں نے سینکڑوں کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، یہ میری محنت و ریاضت اور مجاہدہ کا ثمرہ ہے، یہ میری عظیم استعداد اور بہترین دماغی قوت کا نتیجہ ہے، وغیرہ وغیرہ

مگر حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ میں کیا اور میری بساط کیا، یہ تو میرے شیخ

Marfat.com

میرے مُربّی اور میرے مُحسن حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی توجہات اور نظرِ عنایت کی برکات ہیں۔

فرماتے ہیں جی میں آیا کہ یہ کہہ دوں کہ ؎

من مکمل از کمال حاجیم
من منوّر از جمال حاجیم

(ترجمہ) "اگر تمہیں میرے اندر کوئی کمال، کوئی کردار یا نورِ ایمان نظر آتا ہے تو اس میں میرا ذاتی کوئی کمال نہیں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی نظرِ توجہ ہے"۔

مگر پھر حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ یہ جواب دل میں بن پڑا، زبان پر اس لیے نہ لا سکا کہ خواہ مخواہ کمال اور جمال کا دعویٰ کیوں کروں؟

Marfat.com

حضرت مولانا محمد الیاس بانی تبلیغی جماعت

۱۳۰۲ھ ـــــــــــــــــــ ۱۳۶۳ھ

گزشتہ کئی روز سے ایک ہی خیال دامن گیر تھا کہ جو کوششیں حق اور سچائی کے اعلان کیلئے کی جائیں خواہ زمانہ کتنی ہی ان کی مخالفت کرے لیکن وہ دریا کے پانی کی طرح اپنی راہ خود نکال لیتے ہیں اور کبھی ان لوگوں کی محنت ضائع نہیں جاتی جو اوروں کی معیت چھوڑ کر حق و صداقت کا ساتھ دیتے ہیں کارساز قدرت کا وعدہ ہے اِنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ (میں کسی کام کرنے والے کے کام کو ضائع اور رائیگاں نہیں کرتا) قرآن میں متعدد مقامات پر وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ فرمایا گیا ہے جس کے یہی معنیٰ ہیں کہ دنیا میں انجام کار کی کامیابی صاحبانِ حق و معروف ہی کے لئے ہے ـــــ مگر یہاں صورت حال اس کے برعکس ہے کتنے عرصہ سے اہل حق معروفِ خدمتِ دین ہیں کتنی جماعتیں، کتنی تنظیمیں، کتنے رہنما ہیں جو شب و روز غلبہ حق کے لئے کام کر رہے ہیں مگر منزل قریب تو کیا؟ دور ہوتی چلی جا رہی ہے۔

علماء کو اقتدار کیوں حاصل نہیں ہوتا یہی سوال لے کر جب عظیم مبلغ بانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس ؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے احقر کے مطالعاتی استفسار کے جواب میں ارشاد فرمایا "انقلاب آتے ہیں مگر علماء اور دینی قوتوں کو حکومت اور اقتدار حاصل نہیں ہوتا، کیونکہ اللہ کے احکام اور اوامر و نواہی کی حفاظت و رعایت جب کہ تم اپنی ذات اور اپنی منزل زندگی میں نہیں کر رہے ہو (جس پر تمہیں اختیار حاصل ہے اور کوئی مجبوری نہیں ہے) تو دنیا کا نظم و نسق کیسے تمہارے حوالہ کر دیا جائے ایمان والوں کو حکومتِ ارضی دینے سے تو منشاءِ الٰہی یہی ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی مرضیات اور اس کے احکام کو دنیا میں

Marfat.com

نافذ کریں تو تم جب اپنے حدودِ اختیار میں آج یہ نہیں کر رہے ہو تو دنیا کی حکومت تمہارے سپرد کرکے کل کے لئے تم سے اس کی کیا امید کی جا سکتی ہے!

ذکر اللہ کی حقیقت احقر نے حضرت مولانا محمد الیاس رح کی ملاقات اور مطالعاتی استفادہ کو نعمت غیر مترقبہ جانا ان کی جماعت کے چھ اصولوں میں ایک اصل ذکر بھی ہے قرآن حکیم نے بھی ذکر کی تاکید کی ہے اہل طریقت کے حلقے بھی ذکر ہی کے لئے قائم ہوتے ہیں۔

طریق محبت کے سوختہ ساماں کا زاد راہ یادِ حبیب اور توشہ درد و سوز ہوتا ہے جو محبوب کی یاد میں ہر دم مگن، اس کے نام سے اُن کی زبانیں تر اور اس کے دھیان سے ان کے قلوب شاداں اور روحیں منور ہوتی ہیں، مگر جگہ جگہ ذکر کے حلقوں شیوخ طریقت کے تعلیمات اور ارباب طریقت کے ہدایات میں مقصد کی وحدت کے باوجود حصول مقصد کے طریقے مختلف نظر آتے ہیں اور بعض دوستوں کو اس طرز عمل سے ذکر کی حقیقت سمجھنے میں غلط فہمی بھی ہو جاتی ہے احقر نے یہی سوال اٹھایا تو ارشاد فرمایا۔

"حقیقی ذکر اللہ یہ ہے کہ آدمی جس موقع پر اور جس حال اور جس مشغلہ میں ہو اس کے متعلق اللہ کے جو احکام و اوامر ہوں ان کی نگہداشت رکھے اور میں اپنے دوستوں کو اسی ذکر کی زیادہ تاکید کرتا ہوں۔"

حضرت رح کا یہ ارشاد سنا تو اپنے اساتذہ کا پڑھایا ہوا یہی سبق یاد آیا کہ عبدیت کے فرائض و واجبات کی ہر حال میں ادائیگی اور سنن نبویہ و مستحبات دینیہ کی پابندی و استقامت اور آخری سانس تک انہی فضائل و مزایا کے حصول کی تگ و دو مسلمان کی زندگی کا حاصل ہونا چاہئے۔

حاصلِ عمر نثارے رہ یارے کردم
شادم کہ زندگی خویش بہ کارے کردم

راہ خدا میں جب مصیبت آئے آج جب حق کی آواز اٹھتی اور دینی اسلامی تحریک چلتی ہے اقامت دین اور دعوت اسلام کا کام شروع ہوتا ہے تو اس کے دبانے کے لئے دولت اجتماع، سازش اور رئیسانہ و حاکمانہ اقتدار

Marfat.com

اور تمام قوتیں مستعد ہو جاتی ہیں، حضرتؒ احقر کی اس مجمل گفتگو کی تہہ میں اصل سوال کو سمجھ گئے۔ ارشاد فرمایا۔

"ہماری جماعت کے کارکنوں کو سمجھا دو۔ کہ اس راہ میں بلاؤں اور تکلیفوں کو خدا سے مانگیں تو ہرگز نہیں (بندہ کو ہمیشہ اللہ سے عافیت ہی مانگنی چاہیئے) لیکن اگر اللہ پاک اس راہ میں مصیبتیں بھیجدے تو پھر اُن کو خدا کی رحمت اور ذریعۂ کفارہ سیّات و رفعتِ درجات سمجھا جائے راہ خدا میں اس قسم کی مصیبتیں تو انبیاء اور صدیقین و مقربین کی خاص غذائیں ہیں"۔

کام کرو کام خطابت، وعظ، تبلیغ اور نصیحت گو ایک مامور، ایک عملِ خیر و برکت اور ایک حکم کی تعمیل ہے مگر جب یہ مقصود بن جائے تو تمام حجت ہے اسلام کو گفتار نہیں کردار کی ضرورت ہے اس عنوان سے جب حضرتؒ کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ۔

"باتوں سے خوش ہو لینا ہماری عادت ہو گئی ہے اور اچھے کام کی باتیں کر لینے کو ہم اصل کام کے قائم مقام سمجھ لیتے ہیں۔ اس عادت کو چھوڑ دو کام کرو کام"

اس موقع احقر کو خواجہ مجذوب یاد ہو گئے۔ ارشاد فرمایا۔ ؎

کامیابی تو کام سے ہو گی ۔۔۔ نہ کہ حسنِ کلام سے ہو گی
ذکر کے التزام سے ہو گی ۔۔۔ فکر کے اہتمام سے ہو گی

حضرتؒ کا ارشاد سنا تو مجھے اسلام اور دیگر مذاہب کی تعلیمات میں تقابل کا تخیل کہاں سے کہاں لے گیا اپنی مطالعاتی زندگی میں یہ حقیقت سامنے آ چکی ہے کہ "اسلام" یکسر عمل ہے مذہبی تاریخ میں جو انقلابات ذہن و اصول سے عمل کی جانب ہوئے ہیں اور جن کی ابتدائی حالت کا مکمل نمونہ (گوتم بدھ) اور آخری صورت (مسیحی تحریک) تھی اسلام اس کے انقلاب آخری کا نام ہے جس کے بعد مذہب خالص ایک عملی قانون کی شکل میں متبدل ہو گیا اسلام صرف ایک ذہنی زندگی رکھنے والا اصول ہی نہیں بلکہ انسان کی عملی زندگی میں تبدیلی پیدا کرنے والا قانون ہے

دعا دعا سے متعلق ایک حدیث کی تحقیق مطلوب تھی احادیث کی تمام کتب کے متعلقہ ابواب چھان مارے، مطلوبہ حدیث بھی مل گئی اور سینکڑوں احادیث

Marfat.com

رسول ؐ کا مطالعہ و استفادہ بھی ہوگیا اور بعد الفراغ دعا کے بارے میں تازہ کیفیت و اذعان یہ ہے کہ دعا ایمان کا نشان، تعلق الٰہی کی دلیل، مغزِ عبادت، حقیقتِ عبودیت، جانِ بندگی، روحِ فقر اور رونقِ درویشی ہے، دعا بندہ و رب کا رابطہ قویہ، مومن کا اسلحہ، بے تاب روح کی غذا، جانِ حزین کا اقرار، زخمی دل کا مرہم، اور سوختہ سامان عشاق کی نامرادیوں کا مداوا ہے۔ فقراء کا خزانہ، مسکینوں کا توشہ، ناداروں کی ڈھارس، لاچاروں کی تسکین، بے نواؤں کی تسلّی، ضعیفوں کی قوت، راہ حق کے طلبگاروں کی ڈھال اور سالکین طریق کا زادِ راہ ہے دعا کا شغف و اشتغال اس میں الحاح وزاری، تضرع و خشوع اور ابتہال و تبتل، توحید و للّٰہیت اور صفات الٰہیہ پر ایمان کامل اور یقین راسخ کا نتیجہ ہے۔

اور جب حضرت مولانا محمد الیاسؒ سے استفادہ ہوا تو بڑے سادہ، آسان، عام فہم اور سلیقہ سے ایسی بات کر دی کہ وہ دل میں ترازو بن کر رہ گئی ارشاد فرمایا

"مسلمان دعا سے بہت غافل ہیں اور جو کرتے بھی ہیں ان کو دعا کی حقیقت معلوم نہیں۔ مسلمانوں کے سامنے دعا کی حقیقت کو واضح کرنا چاہیئے۔ دعا کی حقیقت ہے اپنی حاجتوں کو بلند بارگاہ میں پیش کرنا پس جتنی بلند وہ بارگاہ ہے اتنا ہی دعاؤں کے وقت دل کو متوجہ کرنا اور الفاظ دعا کو تضرع وزاری سے ادا کرنا چاہیئے اور یقین و اذعان کے ساتھ دعا کرنا چاہیئے کہ ضرور قبول ہوگی۔ کیونکہ جس سے مانگا جارہا ہے وہ بہت سخی اور کریم ہے اپنے بندوں پر رحیم ہے زمین و آسمان کے خزانے سب اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں"۔

علم، عمل اور ذکر

حضرت اقدس مولانا محمد الیاسؒ کی محبت اور معیت کی سعادت جن لوگوں کو حاصل ہوئی وہ جانتے ہیں کہ ان پر علم، عمل اور ذکر کا کتنا غلبہ تھا، مجھے آپ کی مطالعاتی ملاقات میں بھی ذکر کی تاثیر کھلی محسوس ہوتی تھی حضرت کو دیکھتے اور سنتے ہی سامعین و ناظرین کا وہ حال ہو جاتا تھا جسے خواجہ مجذوبؒ نے اپنے ایک شعر میں بیان کیا ہے ؎

یہ کون آیا کہ مدھم پڑ گئی لو شمع محفل کی
پتنگوں کے عوض اڑنے لگی چنگاریاں دل کی

Marfat.com

مجھے تو اپنی جہالت اور کورے پن کا علم ہے ہی مگر پھر بھی اُن کی معرفت سے معمور باتیں سمجھنے کی کوشش ضرور کرتا رہا ایک قیمتی ارشاد یہ بھی فرمایا کہ

"علم سے عمل پیدا ہونا چاہیئے اور عمل سے ذکر پیدا ہونا چاہیئے، تب ہی علم علم ہے اور عمل عمل ہے اگر علم سے عمل پیدا نہ ہوا تو سراسر ظلمت ہے اور عمل سے اللہ کی یاد دل میں نہ پیدا ہوئی تو ٹھیسپھسا ہے اور ذکر بلا علم بھی فتنہ ہے۔"

حضرت رح کا قول بار بار دھراتا ہوں احباب کو سناتا ہوں درس و تقریر میں اس کا تکرار کرتا ہوں تو معاً حضرت سید سلیمان ندوی کے درد دل کی تماشیں بھی سامنے آجاتی ہیں لیجئے آپ بھی حظ وافر حاصل کیجئے۔ سہ

کس نے بھردی یہ صدائے دلنواز — ہر رگ جان ساز الا اللہ ہے
کوئی ہو آواز میرے کان میں — ہر صدا آوازِ الا اللہ ہے
ہے اسی کی سانس انفاس حیات — جو کوئی دمساز الا اللہ ہے
دل سے ہوتا ہے ترانہ خود بلند — قلب ذاکر ساز الا اللہ ہے
وجد میں جاں ہے تو اعضاء رقص میں — جام مئے آواز الا اللہ ہے

جب مہمان میزبان کو تکلیف پہنچائے

مندرجہ بالا ارشاد کے لطف اور حلاوت و عذوبت اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی کیفیات اور حالات پر پوری طرح قابو نہیں پایا تھا کہ حضرت سے طلبہ علوم دینیہ کی ایک جماعت کو خطاب کرتے ہوئے یہ ارشاد سنا کہ۔

"بتلاؤ تم کون ہو؟ (پھر خود ہی فرمایا) تم مہمانان خدا و رسول ہو مہمان اگر میزبان کو ایذا پہنچائے تو اس کی ایذا دوسروں کی ایذاء سے بہت زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے پس اگر تم طالب علم ہو کر خدا و رسول ص کی رضا کے کام نہ کرو اور غلط راہوں پر چلو تو سمجھ لو کہ تم اللہ و رسول ص کے ستانے والے ان کے مہمان ہو۔"

Marfat.com

تبلیغی کارکنوں کے تین طبقوں میں تین مقاصد

تبلیغی جماعت کے بزرگوں، کارکنوں اور مشاہیر سے بہت کچھ سنا ـ سہ روزوں، چلوں اور زندگی وقف کر دینے والے بزرگوں سے بھی بہت کچھ سننے کی سعادتیں حاصل ہوئیں مگر حضرت بانی جماعت کی تو بات ہی دوسری تھی جب تبلیغی کارکنوں کے مقاصدِ کار اور اہداف کے تعین کی بات آئی تو حضرتؒ ہی کی بات حرفِ آخر پائی ـ

ارشاد فرمایا۔ ہماری تبلیغ میں کام کرنے والوں کو تین طبقوں میں تین ہی مقاصد کیلئے خصوصیت سے جانا چاہیئے ـ

۱- علماء اور صلحاء کی خدمت میں دین سیکھنے اور دین کے اچھے اثرات لینے کے لئے ـ

۲- اپنے سے کم درجہ کے لوگوں میں دینی باتوں کو پھیلانے کے ذریعہ اپنی تکمیل اور اپنے دین میں رسوخ حاصل کرنے کے لئے ـ

۳- مختلف گروہوں میں ان کی متفرق خوبیاں جذب کرنے کے لئے ـ

ایمان کی تحریک

اسی محفل میں یہ بھی ارشاد فرمایا۔

"ہمارا کام دین کا بنیادی کام ہے اور ہماری تحریک درحقیقت ایمان کی تحریک ہے آج کل عام طور سے جو اجتماعی کام ہوتے ہیں ان کے کرنے والے ایمان کی بنیاد کو قائم فرض کر کے امت کی اوپر کی تعمیر کرتے ہیں اور اوپر کے درجہ کی ضروریات کی فکر کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک امت کی اوّل ضرورت یہی ہے کہ ان کے قلوب میں پہلے صحیح ایمان کی روشنی پہنچ جائے ۔"

دین کی قدرومنزلت

یہ بھی ارشاد فرمایا۔

"ہمارے نزدیک اس وقت امت کی اصل بیماری دین کی طلب وقدر سے ان کے دلوں کا خالی ہونا ہے اگر دین کی فکر وطلب ان کے اندر پیدا ہو جائے اور دین کی اہمیت کا شعور واحساس ان کے اندر زندہ ہو جائے تو ان کی اسلامیت دیکھتے دیکھتے سرسبز ہو جائے ۔ ہماری

Marfat.com

اس تحریک کا اصل مقصد اس وقت بس دین کی طلب و قدر پیدا کرنے کی کوشش کرنا ہے نہ کہ صرف کلمہ اور نماز وغیرہ کی تصحیح و تلقین۔"

حضورؐ اور صحابہؓ کی راہ جاں بازی وجاں سپاری تھی تحقیقی اکیڈمیوں، جدید کتب خانوں آراستہ الماریوں، کمپیوٹرز سسٹم کی کتابوں، زرق برق مجلد کتابوں اور وسیع و عظیم لائبریریوں کے قیام اور ارباب ذوق کی جدت آفرینیوں کا تذکرہ ہوا تو اسی ملاقات میں ارشاد فرمایا۔

"جن مقامات کو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جانوں کی بازی لگا کے بلکہ اس کو جانبازی کے شوق و عشق سے حاصل کرنا بتلانا تھا اور صحابہ کرامؓ نے دین کی راہ میں اپنے کو مٹا کے جو کچھ حاصل کیا تھا تم لوگ اس کو آرام سے لیٹے لیٹے کتابوں سے حاصل کر لینا چاہتے ہو۔"

ایک انقلاب آفرین ارشاد حضرت کے مواعظ، ارشادات مجالس یوں تو سارے ضبط میں آتے رہے مگر ایک بات جو لاکھوں پہ بھاری اور قلب میں پتھر کی لکیر بن گئی ہے اس نے تو جھنجھوڑ کے رکھ دیا ہے۔ ارشاد فرمایا۔

"جو انعامات اور ثمرات خون سے وابستہ تھے اُن کے لئے کم از کم پسینہ تو گرانا چاہیئے۔"

اجتماعی جدوجہد کی ضرورت ایک اور ارشاد بھی ملاحظ فرمایئے اور سر دھنیئے۔۔۔ عمل کی دنیا میں اتریئے پھر نتائج و ثمرات خدا پر چھوڑ دیجئے۔ فرمایا!

بھئی اس وقت کفر دالی دبہت طاقتور ہے ایسی حالت میں منتشر اور انفرادی اصلاحی کوششوں سے کام نہیں چل سکتا، لہٰذا پوری قوت کے ساتھ اجتماعی جدوجہد ہونی چاہیئے۔

Marfat.com

امامِ انقلاب حضرۃ مولانا عبیداللہ سندھیؒ

۱۲۸۹ھ ——————

—————— ۱۳۶۲ھ

احقر کو اپنی مختصر مطالعاتی زندگی میں اس بات کا اذعان اور یقین حاصل ہو چکا ہے کہ انسان کی شخصیت کی تعمیر میں بڑا دخل عرفان نفس اور خودی کا ہے جب تک عرفان ذات حاصل نہ ہو اس وقت تک زندگی میں نہ سوز و مستی ہے نہ جذب و شوق! اقبال کے یہ اشعار اس کی پوری ترجمانی کرتے ہیں ۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی — تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن

من کی دنیا من کی دنیا، سوز و مستی جذب و شوق — تن کی دنیا، تن کی دنیا سود و سودا مکر و فن

من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں — تن کی دولت چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن

من کی دنیا میں نہ پایا میں نے افرنگی کا راج — من کی دنیا میں نہ دیکھے میں نے شیخ و برہمن

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات — تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن

اس کے مصداق امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ تھے، جو اپنے مسلک عقیدہ، اور عمل کے لحاظ سے پکے سچے راسخ العقیدہ اور پُر جوش مسلمان تھے مجسم انقلاب اور نہایت ہی حساس دل رکھنے والے اُولُوا العزم شخصیت کے مالک تھے توکل و قناعت کے درجہ عالیہ پر فائز تھے ذاکر شاکر تھے ان علماء ربانیین میں سے تھے جو ظاہر و باطن کے کمالات سے متصف ہوتے ہیں خدا پرست تھے، فکر عالی رکھتے تھے عالم باعمل تھے جن کا علم عمیق فہم دقیق اور فکر انیق تھا۔ سیاست و انقلاب کے امام تھے۔ ان سے مطالعاتی ملاقات ہوئی تو میرا پہلا سوال ان کی علمی و مطالعاتی زندگی سے متعلق تھا، چنانچہ

Marfat.com

ارشاد فرمایا۔

علم و مطالعہ اور وسعت نظر میں تقریباً ۱۲-۱۳ سال سے قرآن عظیم اور حجۃ اللہ البالغہ کا بہ نظر عمیق مطالعہ کرتا رہا تفسیر قرآن عظیم میں جس قدر مقامات میرے لئے مشکل تھے اس زمانے میں انہیں امام ولی اللہ دہلویؒ کے اصول پر بالاطمینان حل کر سکا جو لوگ میری طرح امام ولی اللہ دہلویؒ کو نہیں مان سکتے ان کو مطمئن کرنے کا دعویٰ میں نہیں کر سکتا لیکن مجھے اپنے اصول پر قرآن عظیم میں اس زمانہ میں قابل تعلیم کا ایک عملی نصاب نظر آیا اس میں سے تجلی ربز مقدس مقام کی تاثیر ضرور ماننا پڑتی ہے میں نے امام ولی اللہ دہلویؒ کی مشہور کتابوں کا خاص طور پر مطالعہ جاری رکھا مثلاً بدور بازغہ، خیر کثیر، تفہیمات الٰہیہ، سطعات الطاف القدس، وغیرہ ان کتابوں کے لیے بطور مفتاح میں نے مولانا رفیع الدینؒ دہلویؒ کی تکمیل الاذہان اور مولانا اسماعیل شہیدؒ کی عبقات اور مولانا محمد قاسمؒ کی قاسم العلوم اور تقریر دلپذیر اور آب حیات کو استعمال کیا مجھے لوگوں کے پڑھانے کا بھی موقع ملتا رہا اور ساتھ ہی مدرسہ قرآن حکیم بھی جاری رہا اس سے میرے نظریات بہت وسیع ہو گئے۔

اکابر علماء دیوبند کے علوم و معارف اکابر علماء دیوبند کی علمی و تحقیقی کاوشیں، حدیث و قرآن کی شروحات اور تفاسیر، فقہ و تاریخ عظیم کتب خانہ کی صورت میں منظر عام پر آچکا ہے علماء عصر اس بات پر متفق ہیں کہ دارالعلوم دیوبند اپنی صدی کا مجدد ہے مجھے اس جامعیت کے بارے میں حضرت سندھیؒ سے استفسار پر جواب ملا کہ اللہ کی رحمتوں میں سے ایک نعمت عظمیٰ جس کا شکریہ بھی ادا نہیں کر سکتا یہ ہے کہ فقہ و حدیث کی تحقیق و تطبیق میں اور ایسا ہی قرآن عظیم کی تفسیر میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی سے شروع کر کے امام ولی اللہ دہلویؒ تک سلسلہ علماء میرا رہبر بنا اور اس کو میں نے اپنا امام بنا لیا مجھے اپنی علمی و سیاسی ترقی میں اس سلسلہ سے باہر جانے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ اس سے میری تمام کوششیں ایک اصول پر منظم ہو گئیں اور میں اسلام کی فلاسفی سمجھنے کے قابل ہو گیا میں نے دہلی میں قبلہ نما کا مطالعہ کیا اس کے معارف میرے روح سے پیوست ہو گئے حدیث کی تحقیق میں حجۃ اللہ کا تعارف مولانا شیخ الہندؒ نے کرایا تھا آخر میں اس طرح کے مطالعہ سے

Marfat.com

مجھے اطمینان نصیب ہوا میں نے علماء کو حجۃ اللہ البالغہ پڑھائی اور کافی عرصہ بعد حضرت شیخ الہندؒ سے پڑھی۔

حضرت سندھیؒ کا قبول اسلام

میں حضرت سندھیؒ کا پس منظر جاننا چاہتا تھا بار ہا سنا تھا کہ حضرت نو مسلم تھے اور تحفۃ الہند نامی کتاب کا مطالعہ ان کے قبول اسلام کا ذریعہ بنا تو جب ان کی زبانی داستان سننا چاہی تو انہوں نے ارشاد فرمایا۔

۱۸۸۷ء میں مجھے ایک آریہ سماج لڑکے کے ہاتھ سے ایک کتاب تحفۃ الہند ملی میں اس کے مسلسل مطالعہ میں مصروف رہا اور بالتدریج اسلام کی صداقت پر یقین بڑھتا گیا ہمارے قریب کے پرائمری سکول (کوٹلہ مغلاں) سے چند ہندو دوست بھی مل گئے جو میری طرح تحفۃ الہند کے گرویدہ تھے انہیں کے توسط سے مجھے مولانا اسماعیل شہیدؒ کی تقویۃ الایمان ملی اس کے مطالعہ پر اسلامی توحید اور پرانک شرک اچھی طرح سمجھ میں آگیا اس کے بعد مولوی محمد صاحب لکھوکی کی کتاب احوال الآخرۃ پنجابی ایک مولوی سے ملی اب میں نے نماز سیکھ لی اور اپنا نام تحفۃ الہند کے مصنفؒ کے نام پر عبیداللہ خود تجویز کیا، احوال الآخرت کے بار بار مطالعہ اور تحفۃ الہند کا وہ حصہ جس میں نو مسلموں کے حالات لکھے ہیں یہی دو چیزیں جلدی اظہار اسلام کا باعث بنیں ورنہ اصلی ارادہ یہ تھا کہ جب کسی ہائی سکول میں اگلے سال تعلیم کے لئے جاؤنگا تو اس وقت اظہار اسلام کروں گا۔

اہل علم کا فریضہ

مغربی لٹریچر کی یلغار جدید فلسفہ اور تہذیب و ادب کی یلغار کے پیش نظر مجھے ہمیشہ یہ جستجو رہی کہ اسلامی علوم اور نظام شریعت مروجہ زبان اور فلسفہ میں سمجھایا جائے حضرت سندھیؒ نے یہی کہ کرامت کی رہنمائی کی چنانچہ ارشاد فرمایا۔

(مولانا) اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک زمانہ میں مسلمانوں کی اپنی حکومت تھی ان کی سلطنت کا دبدبہ تھا ان کے بازوؤں میں قوت اور ان کے اخلاق میں پختگی تھی ان کی قومی جمعیت بنی ہوئی تھی اور ان کا قانون حاکم اور نافذ تھا۔ اس لئے اسرار دین کو سمجھنے اور ہر خاص و عام کو ان حکمتوں سے واقف کرانے کی علماء نے اس وقت زیادہ ضرورت محسوس نہ کی لیکن آج نقشہ ہی دوسرا ہے نہ حکومت باقی رہی نہ سلطنت کا دبدبہ ہے جمعیت کبھی کی مفقود ہو گئی، قانون کا عمل دخل نہیں رہا، انفرادی اور اجتماعی زندگی میں انتشار آخری حد تک پہنچ چکا ہے اور تو اور اب تو خود

Marfat.com

ہمارا دین اغیار کے نرغے میں ہے اور اس پر ہر طرف سے اور ہر طرح کے حملے ہو رہے ہیں اور ڈر ہے کہ جس طرح ہماری قومی جمعیت توڑ دی گئی ہے اسی طرح خدا نہ کرے کہیں ہمارے دین کو گزند نہ آجائے چنانچہ آج اس زمانے میں اہل علم کا سب سے اہم فریضہ یہ ہے کہ وہ دین اسلام کی حکمتوں کو سمجھیں اور غیر تو ایک طرف رہے خود اپنوں کو ان کے دین کی یہ حکمتیں سمجھائیں کیونکہ اب تو نوبت اس کی آرہی ہے کہ کہیں مسلمان خود ہی اسلام سے خدانخواستہ دل برداشتہ نہ ہو جائیں۔

قرآن کے پروگرام کے مقابلے میں مولانا سندھیؒ کسی پروگرام کو نہیں مانتے

مسلمانوں کے پاس انسانیت کی بقاء امن، فلاح، نجات اور ترقی کا ایک محفوظ راستہ ہے اور وہ قرآن کا راستہ ہے حضرت امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرماتے ہیں۔

میں نے جب سکھ مذہب چھوڑا اور اسلام لایا تو میں نے قرآن کو اللہ کا کلام مانا اور قرآن کے عقائد اور احکام کے بارے میں جو فکر ذہن میں مرتکز ہے میں نے ہمیشہ اس فکر کو اپنا مقصود بنایا میری ذات ہمیشہ اس فکر کی تابع رہی ہے اور دنیا کی بڑی بڑی کامیابی کو میں تے اس فکر کے مقابلے میں مقدم نہیں مانا۔

کامل توکل

اخلاص و انابت الی اللہ اعتماد اور توکل علی اللہ، اولیاء اللہ کا سب سے بڑا ہتھیار ہے، اللہ پاک پہلے ابتلاء میں ڈالتے ہیں، امتحان لیتے ہیں، پھر استقامت بھی تو اسی کی عنائت سے ملتی ہے اس کے بعد فتوحات ہوتے ہیں، انعامات ہوتے ہیں حضرت امام انقلاب بھی اسی راستے سے گزرے ہیں۔

حضرت سندھیؒ کو مکہ معظمہ میں قیام کے زمانہ میں سخت معاشی پریشانیوں میں سے گزرنا پڑا آمدنی کا کوئی مستقل ذریعہ نہ تھا۔ ہندوستان سے بعض احباب کچھ بھیج دیتے تھے۔ لیکن وہ ناکافی ہوتا تھا بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ ان کے پاس صرف اللہ کا نام رہ گیا اور فاقوں تک نوبت گئی ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ دو تین دن تک کھانے کو کچھ میسر نہ آیا۔ شاید عید الفطر کا دن تھا مولانا نے اپنے عزیز سے جو زندگی بھر ان کی خدمت میں رہے فرمایا کہ میں نماز کے لئے کعبہ جاتا ہوں خداتعالیٰ

Marfat.com

اپنے بندوں سے غافل تو نہیں ہے وہ کچھ دے گا تو کھائیں گے مولاناؒ فرماتے ہیں کہ اس طرح کے فاقے کئی بار آئے ہیں لیکن طبیعت کبھی بددل نہیں ہوئی اور دل کو ہمیشہ یہ یقین رہا کہ ایک ذات ہے جو سب کا خیال رکھتی ہے اس یقین نے سخت سے سخت مصیبتوں میں بھی مجھے اطمینان اور سکون بخشا اور میں اس کی رحمت سے اپنی زندگی میں کبھی بھی نا امید نہیں ہوا۔

شیخ الہندؒ کی وصیت عزم راسخ

حضرت امام انقلاب، جس خلوص، محبت، اطاعت اور عشق کے لہجے میں جس عظیم شخصیت کا تذکرہ کرتے ہیں وہ ان کے شیخ و مربی حضرت شیخ الہندؒ ہیں۔ چنانچہ احقر جاننا چاہتا تھا کہ حضرت شیخ الہندؒ کے خصوصی وصایا میں حضرت سندھیؒ کا کیا انتخاب ہے انھوں نے ارشاد فرمایا۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ الہندؒ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اگر ساری دنیا تمھاری مخالف ہو جائے لیکن تم اپنے ارادے میں ثابت قدم رہو تو تم ہی کامیاب ہو جاؤ گے مولانا کا کہنا ہے۔ کہ یہ اعتماد نفس ہے اور اعتماد کے لئے یہی اعتماد نفس پہلی شرط ہے

سنبھلو ورنہ مٹا دیئے جاؤ گے

مروجہ مولویت، امامت، خطابت، تنظیم سازی، سیاست گروہ بندی، نعرہ بازی اور اختلافات اور انتہاء پسندی کے بارے میں احقر نے عرض کیا حضرت اس کا کیا بنے گا تو انہوں نے دورِ حاضر کی محدود فکر کی ناقص قیادت کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

کہ یہ گھروندے جو تم نے بنا رکھے ہیں۔ اور انہیں تم فلک الافلاک سے بلند سمجھتے ہو یہ گھروندے زمانہ کے ہاتھ سے اب بچ نہیں سکتے تمھارا تمدن، تمھارا سماج تمھاری سیاست اور تمھاری معاشرت سب کھوکھلی ہو چکی ہے تم اسے اسلامی تمدن کہتے ہو لیکن اس تمدن میں اسلام کا کہیں شائبہ بھی نہیں۔ تم مذہب کا نام لیتے ہو لیکن یہ مذہب تمھاری ہٹ دھری کا نام ہے۔ مسلمان بنتے ہو تو اسلام کو سمجھو یہ اسلام جسے تم اسلام کہتے ہو۔ یہ تو کفر سے بھی بدتر ہے تمھارے امیر جاہ پرست ہیں حکمران شہوات میں پڑے ہیں اور غریب طبقے توہمات کا شکار ہو رہے۔ بدلو! ورنہ زمانہ تمھارا نشان تک بھی نہ چھوڑے گا۔

Marfat.com

سنبھلو اور نہ مٹا دیئے جاؤ گے۔

حقیقی انقلاب

جب سے عقل و شعور سنبھالا ہے حکومتیں انقلاب، انقلاب کی آوازیں سن رہا ہوں۔ انقلاب کیا ہے، اس کی حقیقت کیا ہے، محض انقلاب چاہیئے یا اسلامی انقلاب۔ حضرت امام انقلاب مولانا سندھی کا نظریہ انقلاب کیا تھا اُن ہی کی زبانی سنیے۔

"فطرت انسانی کے تقاضے۔ خدا پرستی (للہیت اور توحید الٰہی پر راسخ یقین) سے انکار کرنے والے سرکشوں کی گردن توڑنے والا انقلاب۔ فطرت انسانی کی تکمیل کرنے والے کمزور قوموں کو سر بلند کرنے والا انقلاب، ظالموں سے باز پرس کرنے والا انقلاب، اجتماعی انسانی کو مادی اور روحانی امراض سے پاک کرنے والا انقلاب، فطرت انسانی کا وہ گوہر نایاب ہے جسے وہ کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتی۔"

شیخ الہندؒ کی وصیت

اس ضمن میں یہ بھی ارشاد فرمایا۔

ہماری سرگزشت ناکامیوں کی طویل فہرست ہے اور غلط کاریوں کے اعتراف سے بھری ہوئی ہے۔ لیکن اس میں ایک خوبی ضرور محسوس ہوگی اس میں مایوسی کا شائبہ تک بھی نہیں ہے ہمیں حضرت شیخ الہند کی وصیت ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہیئے۔

ایمن مشوکہ مرکب مردان راہ را
در سنگلاخ بادیہ پے کہ بریدہ اند
نومید ہم مباش کہ رندان بادہ نوش
ناگہ بیک خروش بہ منزل رسیدہ اند

الجہاد الجہاد

غلامی ایک ذلت ہے جو غلام قوموں کو پستی و ضلالت کے اندھیروں میں ڈال دیتی ہے، اسلامی نقطۂ نظر سے غلامی سے بچنے اور غلامی کے ابتلا سے نجات پانے کا واحد ذریعہ اسلامی جہاد ہے حضرت سندھیؒ نے ارشاد فرمایا۔

جو لوگ ہمت اور طاقت کے باوجود جہاد میں حصہ نہیں لیں گے انہیں دوسری قوم کی غلامی کے عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا اور جو لوگ اس عذاب غلامی میں مبتلا ہونے

Marfat.com

کے باوجود اس سے بچنے کی پوری کوشش نہ کریں گے انہیں اس میں مبتلا رکھا جائے گا۔

اسلامی انقلاب کی بنیاد علم و عقل اور عدل پر ہے

بات انقلاب کی چل رہی تھی۔ اسلامی جہاد اس کا اوّلین ذریعہ ہے اس عنوان پر ارشادات اور بیان جاری تھا کہ ارشاد فرمایا۔

جب مسلمان تمام قوموں میں سے ظلم اور جہالت دور کرنے کا پکا ارادہ کریں اور ان پر اپنی جان کی بازی لگادیں تو وہ ضرور غالب آئیں گے، یہی انقلاب ہے۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ بھی ان کی مدد کریں گے اور ان کی انقلابی جماعت چاہے چھوٹی ہی ہو بہت بڑی ارتجاعی طاقت پر غالب آجائے گی، کیونکہ اس انقلاب کی بنیاد علم عقل اور عدل پر ہے یہ انقلاب سب لوگوں کو اپنے ساتھ ملائے گا (وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ) (تمہارے پاؤں مضبوطی سے گاڑ دے گا) جب تک کوئی چیز سوسائٹی کے صرف عقل مند طبقہ میں رہتی ہے اور عوام میں نہیں آتی وہ پائیدار نہیں ہوتی لیکن جب وہ عوام میں گھر کر لیتی ہے وہ پائیدار اور مضبوط ہوجاتی ہے۔

مسلمانوں کے انحطاط اور زوال کے اسباب اور علاج

آج سائنس اور مادی دور ہے مسلمان اخلاقی اقتدار کے ساتھ ساتھ سیاسی اعتبار سے بھی آئے دن روبہ انحطاط ہے یہ ایک لاعلاج مرض ہے حضرت سندھیؒ نے اس مرض کا علاج امام ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفہ کی روشنی میں ارشاد فرمایا۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے مسلمانوں کی داء عضال (لاعلاج بیماری) شاہ ولی اللہؒ کی حکمت کے مطابق دو چیزوں کو قرار دیا۔

۱۔ قرآن کریم کی حکمت عملی سے روگردانی۔

۲۔ دولت وملت کے تمام اخلاقی اور عملی مفاسد کا مرجع اور مدار اقتصادی عدم توازن

اسلام کا شاندار مستقبل

حضرتؒ نے مجلس کے آخر میں تسلی دی اور اسلامی انقلاب کے کارکنوں کو مسلسل جہاد اور پیہم جدوجہد کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

Marfat.com

میرا یہ غیر متزلزل یقین اور عقیدہ ہے کہ اسلام کا مستقبل بڑا روشن اور شاندار ہے
بے شک اسلام پوری قوت اور توانائی کے ساتھ ایک بار پھر ابھرے گا لیکن خارج میں اس
اڈھانچہ وہ نہیں رہے گا جو اس وقت ہے۔

ر دنیا میں زندہ رہنا ہے تو

مطالعاتی ملاقات کے اختتام پر زندہ قوموں کی طرح زندہ رہنے کے اصول دریافت کرنے پر ارشاد فرمایا۔

کہ اگر دنیا میں زندہ رہنا ہے تو اپنے صحیح مقصد کے لئے قربانی کرنا سیکھو پھر فرمایا کہ قرآن
یم کے نزول کے زمانہ میں جو لوگ جہاد سے گریز کرتے تھے قرآن نے ان کو منافق کہا ہے اور
رمایا ہے (قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِی تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلَاقِیْکُمْ)
رجمہ: اور تم لوگ جو قربانی اور موت سے گریز کرتے ہو کیسے پکے مسلمان ہو!

Marfat.com

امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ

۱۲۹۲ھ ——— ۱۳۵۲ھ

گذشتہ پندرہ بیس روز سے طبیعت افسردہ تھی کچھ عوارض، بعض اسفار اور بعض
غیر علمی افکار نے بیکار بنا دیا تھا خود اپنے پر حیرانگی تھی کہ کسی بھی کتاب کے مطالعہ کے لیے جی
آمادہ نہیں ہو رہا تھا اس میں کچھ اپنوں کی ستم ظریفیاں بھی شامل تھیں اور کچھ احباب کے افکار اور اغیار
کے کردار بھی تھے کہ اچانک " نفحۃ العنبر فی ہدی شیخ الانور اور نقش دوام " کے واسطے سے علامہ
انور شاہ کشمیری کی ملاقات ہو گئی ان کے روشن اور مقدس چہرہ پر ایمان کی چمک نمایاں تھی جسے
غیر مسلم بھی دیکھ کر یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے تھے کہ اگر اسلام مجسم صورت میں آتا تو وہ علامہ انور شاہ
کشمیری کی صورت میں ہوتا" دراصل اس جملہ کا بھی ایک پس منظر ہے حضرت شاہ صاحب
کی مطالعاتی ملاقات مجھے تخیلاتی دنیا میں لے گئی اور حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ کا بیان
فرمودہ ایک واقعہ یاد دلا دیا۔ جب انسان محو خیالِ یار ہو جاتے تو آرزوئے دل اور ذوقِ نظر
حقیقت میں ڈھل کر سامنے آجاتی ہے۔

میں تو ہوں محو خیالِ یار مجھ کو کیا خبر
آرزوئے دل ہے کیا ذوقِ نظر کیا چیز ہے

انور شاہؒ کے چہرے پر اسلام برستا نظر آتا ہے

ہوا یوں تھا کہ تقریباً آج سے ۸۰
سال قبل جب حضرت علامہ انور شاہؒ
جوان العمر تھے مظفر نگر کے ایک جلسہ مناظرہ میں جو مسلمانوں اور آریوں کے درمیان ہوا تھا
حضرت مرحوم بھی دارالعلوم دیوبند کی طرف سے اپنے استاذ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن
صاحب قدس سرہ العزیز کے ساتھ شرکت جلسہ کے لیے تشریف لے گئے اور اسٹیج پر تشریف

Marfat.com

تھے تو اس وقت آریہ مبلغ نے کھلے لفظوں میں کہا تھا کہ " اگر کسی کی صورت دیکھ کر اسلام
ل کیا جاتا تو آج مجھے مولانا انورشاہ کی صورت دیکھ کر مسلمان ہو جانا چاہیئے تھا جس کے
ے ہی پر اسلام برستا ہوا دکھائی دیتا ہے"۔

مجھے سوانحی اور مطالعاتی ملاقات کے اس مبارک اتفاقیے میں حضرت کو قریب سے
ھنے کا موقع ملا انہیں درس میں دیکھا تو پورے وقار سے بیٹھے ہوئے نظر آتے جیسے
ی پر رعب و باہیبت بادشاہ اپنی رعایا کے سامنے تخت نشین ہو ان کی باتیں سنیں ان کا
م سنا جو نہایت باعظمت متین اور علمی مواد سے لبریز تھا کتب حدیث کا ڈھیر سامنے رکھا ہوا
ان کے درس حدیث میں علمی تبحر اور تفقہ دونوں یکساں چلتے ہوئے دیکھے درس صرف
حدیث تک محدود نہ تھا بلکہ جمیع علوم و فنون کے حقائق پر مشتمل تھا جو ان کے درس سے
ر واپس آتا تو اسے یقین ہوتا کہ وہ صرف حدیث پڑھ کر نہیں آیا بلکہ جمیع فنون متداولہ
رس لے کر آ رہا ہے۔ ؎

لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی الواحد

ی انہماک حضرت علامہ کو بے شمار اور گوناگوں اوصاف کے ساتھ موصوف پایا مگر
ان کی زندگی کا ممتاز ترین وصف ان کا علمی انہماک تھا آپ کی زندگی کا
ر اور ایک ایک گھڑی علمی عقدوں کے سلجھانے میں صرف ہوتی میرے تجسس اور استفسا
ی کی روح بول اٹھی اور ازراہ عنایت اپنے معمولات کی فہرست بتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"میں ہر وقت فکرِ علم میں مستغرق رہتا ہوں بجز ان اوقات کے جب نیند
کا شدید غلبہ ہو"۔

؎ کر رہا ہے تجھ سے باتیں بیخودی شوق میں
تیرے دیوانے کی تنہائی بھی لطف انگیز ہے

ناواقف اگر بعض اوقات ان کی عجیب و غریب باتوں کو دیکھتے تو خدا جانے کیا کہتے مجھے
ے اساتذہ سے ان کی عظمت علمی اور اپنے علمی و مطالعاتی اور تصنیف و تالیف کے مشاغل
ں علم کے کیفیات ضبطِ علم کا کچھ تجربہ ہو گیا تھا بارہا ایسا ہی دیکھا گیا کہ۔

Marfat.com

"حضرت علامہ کشمیری نماز پڑھنے کے لیے مسجد کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں کہ درمیان ہی سے مسکراتے ہوئے واپس ہوتے کمرہ میں پہنچ کر کتاب اٹھائی یا کاغذ اٹھائے اور کچھ لکھنے بیٹھ گئے جاننے والے جانتے تھے کہ کوئی علمی انکشاف ہوا ہے۔"

میں حضرت کی ایسی کیفیات حالات اور واقعات کے مشاہدہ سے محو حیرت تھا کہ آپ کے ایک خصوصی معتقد اور مجلس میں عقیدت سے شرکت کرنے والے ایک صحب علم نے بتایا کہ:

"ایک مرتبہ میں نے حضرت شاہ صاحبؒ کو تین مرتبہ بیت الخلاء کے ارادے سے نکلتے ہوئے اور پھر واپس کمرہ میں آتے ہوئے دیکھا۔"

اس کی وجہ صرف اور صرف حضرت کا علمی استغراق، ہر وقت فکر علم اور اسی ملنے بانے میں لگے رہتے تھے۔

بیس روز میں فتح الباری کی ۱۲ جلدیں مکمل دیکھ لی تھیں

میرے اس موضوع اور تحقیق و تفحص کی مناسبت سے مولانا فخر الدینؒ نے ارشاد فرمایا کہ:

"میرا جس سال دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث تھا حضرت شاہ صاحب کے کمرہ سے متصل میرا کمرہ تھا اس لیے آپ نماز کے لیے گاہے گاہے تشریف لے جاتے ہوئے میرے کمرے پر رک جاتے ایک بار میں فتح الباری شرح بخاری کا مطالعہ کر رہا تھا دریافت فرمایا کہ روزانہ کتنے صفحات کا مطالعہ کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا تیس پینتیس صفحات کا مطالعہ معمولاً جاری ہے ارشاد فرمایا یہ بہت کم مقدار ہے میں نے اپنے زمانۂ طالب علمی میں ۲۰ روز میں فتح الباری کی ۱۲ جلدیں مکمل دیکھ ڈالی تھیں۔

~ دیکھا جو اپنے دل میں وہ دیکھا نہ پھر کہیں
یوں تو میری نگاہ سے دنیا گزر گئی

Marfat.com

۳۲ سال قبل کی ایک حیرت انگیز مطالعاتی یادداشت

اسی سوانحی اور مطالعاتی ملاقات

میں مجھے حضرت شاہ صاحب بہاولپور کے مشہور مقدمہ جس میں قادیانیت کے خلاف کئی روز آپ مسلسل بیان دیتے ہوئے نظر آئے ایک روز اس مفصل تقریر پر جو آپ نے ختم نبوت کو ثابت کرنے کے لیے "تواتر" سے متعلق فرمائی جس سے آپ یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ ہمارا دین متواتر ہے اور تواتر کا انکار کرنے والا مرتد اور کافر ہے اس ذیل میں اپنی اجتہادی تحقیق تواتر کی چہارگانہ تقسیم، ان کی تعریف اور مثالوں سے تشریح و تفصیل کی جلال الدین شمس قادیانی نے آپ کو مخاطب فرماکر کہا کہ آپ تواتر کے منکر کو کافر کہتے ہیں حالانکہ "بحر العلوم" نے "فواتح الرحموت" شرح مسلم الثبوت میں امام فخر رازی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ تواتر معنوی کے منکر ہیں اس پر شاہ صاحب نے جج سے فرمایا "آپ ان سے یہ کتاب اور حوالہ طلب کیجیے میرے پاس اس وقت یہ کتاب موجود نہیں۔

جلال الدین شمس کتاب ہاتھ میں لے کر ورق گردانی کرنے لگا تو آپ پر جوش انداز میں کھڑے ہوگئے اور کتاب اس کے ہاتھ سے چھین لی اور جج سے فرمایا کہ:

> "یہ صاحب ہمیں دھوکہ دینا چاہتے ہیں لیکن میں طالب علم ہوں دو چار کتابیں دیکھی ہیں ان سے میں مفحم (خاموش) نہیں ہوں گا بتیس ۳۲ سال ہوئے میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا تھا بحر العلوم نے یہ نہیں لکھا کہ "رازی" تواتر معنوی کا انکار کرتے ہیں بلکہ انہوں نے لکھا ہے کہ امام رازی حدیث "لاتجتمع امتی علی الضلالہ" کے متواتر معنوی ہونے کا انکار کرتے ہیں:

حضرت علامہ کے قوتِ حافظہ ذہانت، سرعتِ مطالعہ، حفظ و استحضار اور وسعت علم اور ہمہ جہت دانش و ہمہ فن دانی کے اتنے واقعات اور مشاہدات سوانح نگاروں نے لکھے ہیں کہ اس کے لیے بھی ایک مستقل کتاب چاہیے احقر بھی اس سلسلہ کے دلچسپ واقعات ایک مستقل کتاب "علماء دیوبند کے حیرت انگیز واقعات" میں جمع کر رہا ہے مجھے حضرۃ علامہ

Marfat.com

کی زندگی کا ہر زاویہ رشد و ہدایت اور عبرت و نصیحت کا مرقع نظر آیا۔

جب کبھی اہلِ وفا یاد کریں گے مجھ کو
جانے کیا کیا میری روداد کے عنواں ہوں گے

عالی ظرفی

میری سعادت تھی کہ آج مجھے بہت قریب سے مجالس انور کے فیوضات اور برکات کے مشاہدات کا حظِ وافر حاصل ہو رہا ہے حضرت اگرچہ شیخ طریقت، مجاز اور صاحبِ عرفان تھے مگر اس کے باوجود پیری مریدی یا سلوک و تصوف کی دکانداری ان کے ہاں نہیں تھی۔

حضرت کے ملفوظات، تقاریر، درسی امالی اور افادات میں جس قدر اور جس انداز سے زبان کی احتیاط، مزاج کی لطافت، ذوق کی سلامتی، فکر کی ہمواری جیسے فضائل اور خصائل جس طرح نمایاں نظر آتے ہیں یہ ایسے شعبے ہیں جن کا حصول سلوک و تصوف کی وادیاں عبور کیے بغیر حاصل نہیں ہوتا مگر ان کے ہاں توڑ کا ر دینا بھی حرام تھا۔

ذرا پی کر بہک جانا یہ کم ظرفوں کا شیوہ ہے
جو عالی ظرف ہیں جتنی پئیں وہ کب بہکتے ہیں

حافظ ابن حجر کی زیادتیوں کا جواب دفاع ہے آغازِ جنگ نہیں

یہی وجہ تھی کہ حنفیت میں استحکام کے باوجود دوسرے فقہی مکاتب کے ان جلیل القدر اشخاص پر بھی تنقید میں احتیاط برتتے جن کی جرح و تنقید سے حنفیت کو خاص طور پر نقصان پہنچا ایک مرتبہ درس میں خود ارشاد فرمایا۔

"حافظ ابن حجر عسقلانی، جنہوں نے حنفیت کو خاص طور پر نقصان پہنچایا۔ جب مجھے بخاری پڑھانے کے لیے دی گئی تو حنفیہ کی جانب سے حافظ ابن حجرؒ کی زیادتیوں کا جواب دینے کے لیے میں ذاتی طور پر کوئی فیصلہ نہیں کر سکا "سرہند" پہنچ کر حضرت مجدد الف ثانی کے مزار پرانوار پر مراقب ہوا اور اس طویل مراقبہ کے بعد قلب میں یہ بات آئی کہ حافظ ابن حجرؒ نے حنفیت کو نقصان پہنچانے کی ابتداء کی ہے اس لیے ان کی زیادتیوں کا جواب دفاع ہوگا

Marfat.com

آغاز جنگ نہیں۔

صرف امام اعظم کا مقلد ہوں بلکہ ایک موقع پر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ الحمدللہ میں کسی فن میں کسی کا مقلد نہیں ہوں ہر فن میں میری مستقل رائے ہے بجز فقہ کے کہ فقہ میں کوئی رائے نہیں رکھتا صرف امام اعظم کا مقلد ہوں ہر فن کی اساس شخصیتوں اور ان کے افکار پر میرے تعقبات ہیں جنہیں میں پیش کروں تو سلیم الفکر ان کا انکار نہیں کریں گے لیکن اس کے باوجود طلباء کو نصیحت کرتا ہوں کہ اہل علم کے احترام میں کوتاہی نہ کریں خواہ ان علماء کا تعلق کسی بھی مکتب فکر سے ہو خصوصاً ائمہ فقہ پر مناقشات اور تعقبات میں سوءِ ادبی کو ہرگز شریک نہ ہونے دیں اس سے حضرتؒ کے قلبی کیفیات، سلف صالحین سے عقیدت وارتباط اور ادب واحترام اور ان کی عظمت اکرام کا اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے ۔

کس کو نصیب ہے یہ ذوق کس کو بتاؤں عارفی
کتنا سرور وکیف ہے عشقِ جگر گداز میں

"تواتر" کی چار قسمیں علم الحدیث اور علم مصطلح الحدیث سے شغل اور تعلق خاطر تو اس وقت سے پیدا ہو گیا تھا جب ۱۹۷۰ھ میں دار العلوم حقانیہ میں دورہ حدیث کی تکمیل کی سعادت حاصل ہوئی ہے پھر بعد میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ کے امالی ترمذی پر حقائق السنن کے نام سے کام شروع کیا تو متون وشروحات، فن کی تمام کتب، مصطلح الحدیث کے ذخیرہ کتب سے خوب خوب واقفیت ہوتی اخذ واستفادہ اور استنباط مسائل کے خوب خوب مواقع ملتے رہے مگر تواتر اور اس کی چار صورتوں کا علم پہلی بار علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے مطالعاتی ملاقات میں حاصل ہوا آپ نے مقدمہ بہاولپور میں اپنے عدالتی بیان میں ارشاد فرمایا۔

دین محمدی کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت یا تواتر ہے یا خبر واحد سے تواتر کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات متصلاً پہنچی ہو اور اس میں غلطی کا کوئی امکان نہ ہو تواتر کی چند صورتیں ہیں جن کی تفصیل یہ ہے ؛

Marfat.com

" تواتر ہمارے دین میں چار قسم پر ہے۔ حدیث من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار۔ حدیث متواتر ہے اور ۳۰ صحابہ کرام سے بسند صحیح مذکور ہے اس کو تواتر اسنادی کہا جاتا ہے۔ نزول مسیح کے سلسلہ میں ہمارے پاس چالیس احادیث متواتر موجود ہیں ان کا انکار کفر ہے:

تواتر کی دوسری قسم " تواتر طبقہ " ہے جس میں معلوم نہیں ہوتا کہ ایک چیز کو کس نے کس سے لیا مگر اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ پچھلوں نے اگلوں سے لی تھی قرآن مجید کا تواتر اسی تواتر کے ذیل میں آتا ہے اس کا منکر بھی کافر ہے یہ بیان فرماتے ہوئے آپ نے ایک اہم بات یہ بھی ارشاد فرمائی کہ ،

" مسواک کا ثبوت بھی اوپر ذکر کردہ دونوں تواتر کے ذیل میں آتا ہے اس لیے مسواک کے ترک استعمال میں تو کوئی حرج نہیں لیکن پیغمبر سے اس کے استعمال کے ثبوت کا انکار کفر ہے۔ اسی طرح اگر کوئی یہ کہہ دے کہ " جو " (غلہ) حرام ہے تو وہ کافر ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے " جو " کھائی ہے اور امت اب تک " جو " کھاتی چلی آئی ہے اس تواتر قطعی کا انکار بھی کفر ہوگا حالانکہ " جو " کا کھانا نہ کھانا کوئی بڑی بات نہ تھی "۔

تواتر کی تیسری قسم " قدر مشترک " ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ بہت سی حدیثیں خبر واحد کی شکل میں آتی ہوں لیکن ان سب کا مضمون اور مفاد تواتر کی حد تک پہنچ گیا جس کی مثال آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں کہ ان میں سے بعض متواتر ہیں اور بعض خبر آحاد۔ ان اخبار آحاد میں ایک مضمون مشترک ملتا ہے جو قطعی ہے اس کا بھی منکر کافر ہے

تواتر کی چوتھی قسم تواتر توارث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک نسل نے دوسری نسل سے لیا ہو مثلاً تمام امت اس علم میں مساوی طور پر شریک ہے کہ :

" خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اس تواتر کا انکار بھی کفر ہے متواترات میں تاویل اور ان کے مطالب کو مسخ کرنا بھی کفر ہے۔

Marfat.com

مذہبی تنظیم کے قیام کے مقاصد آج بھی ملک بھر میں دینی سیاسی جماعتوں اور مذہبی قیادت کی کمی نہیں ملک بھر میں متعدد مذہبی سیاسی جماعتیں اور پھر ہر جماعت میں جماعت در جماعت قائم ہو چکی ہیں انتشار، افتراق باہمی بے اعتمادی اور بدمزگی کی مسموم فضا ہے جس نے پوری ملت کو داغدار بنا دیا ہے حضرت علامہ سے اس عنوان پر کچھ استفسار کرنا چاہا تو ارشاد فرمایا،

"مذہبی تنظیم کے قیام کا واحد مقصد رابطۂ دینی اور اخوتِ مذہبی کو باقی رکھنا ہونا چاہیے اسی اہم مقصد کے انصرام کے لیے علماء کرام کا ایک دائرہ میں نظام قائم کیا گیا تھا جس کا نام جمعیۃ علماء ہند تھا تاکہ موجودہ زمانے کے ابھرتے ہوئے مسائل جن کا تعلق سیاسیات، مذہبیات، اخلاقیات، معاشرت و تمدن یا اقتصادیات کسی سے بھی ہو اس کے لیے دربیش حل طلب مسائل کے لیے بحث و تمحیص، تحقیق و تدقیق کے بعد علماء اسلام جمہور مسلمین کے لیے راہِ عمل نکالیں اور صحیح قیادت کا فریضہ انجام دیں۔ چونکہ اسلام کی تعلیم یہی ہے اور شریعت غرہ کا مقتضیٰ بھی یہی ہے اور اسلاف کا نمونۂ عمل بھی اس کا تقاضا کرتا ہے۔"

سود کی مثال جذام کے مرض جیسی ہے گذشتہ تین ماہ سے یہاں پاکستان کے ایک مرکزی وزیر سردار آصف اور ان کے ہمنوا بزعمِ غلط مسلمان سود کی حرمت کے خلاف سرکار کی سرپرستی میں ایک مہم چلا رہے ہیں اور علی الاعلان اخبارات میں سود کے جواز کا فتویٰ بھی صادر فرمایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ سودی نظام کے بغیر ملکی استحکام ناممکن ہے، حضرت شاہ صاحبؒ کا اس سلسلہ میں موقع محل اور حالات کی مناسبت سے نقطۂ نظر معلوم کرنا چاہا تو ارشاد فرمایا۔

"سود کی مثال جذام کے مرض جیسی ہے جو بڑھتا ہی جاتا ہے اور کم نہیں ہوتا حسبِ قواعدِ شرعیہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سود ایک لعنت ہے جو دینے والے، لینے والے، کھانے والے، کھلانے والے، اس پر گواہ بننے والے

Marfat.com

اور اس کی تحریر لکھنے والے پر مساوی طور پر تقسیم ہوتی ہے یہ دنیا میں روحانی اور اخلاقی جذام ہے اور آخرت میں جہنم کا موجب ہے۔"

مولانا ظفر علی خاں جو اسی زمانہ میں سود کے مسلمانوں کے لیے سود مند ہونے کا رجحان رکھتے تھے حضرت شاہ صاحب سے سوال کیا اور نیت یہ تھی کہ مسلمانوں کے لیے کوئی جواز حاصل کر لیا جائے تو حضرت نے جواب میں ڈیڑھ گھنٹہ اس کی حرمت و ہلاکت اور بلا انگیزیوں پر مفصل تقریر کی جو ظفر علی خاں کے مقصد کے خلاف پڑی وہ بھی جہاں دیدہ تھے انہوں نے اسلوب بدل کر پھر سوال کیا تو حضرت شاہ صاحب نے اپنے خصوصی انداز میں فرمایا کہ

بھائی! ہم مسئلہ کشف (واضح) کر چکے ہیں اب جس کو جہنم میں جانا ہو چلا جائے لیکن ہماری گردنوں کو پل نہ بنائے۔

انور شاہ کا مسلمان ہونا بھی اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے

حضرت علامہ انور شاہ کے بارے میں بچپن میں اپنے اساتذہ کرام اور مشائخ کی علمی مجالس میں جو کچھ سنا تھا مطالعاتی ملاقات میں اس سے کہیں بڑھ کر پایا یہ تو ابتدائے شعور سے اپنے اساتذہ کی زبان سے کانوں میں بات بیٹھ چکی تھی کہ ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رح کی مجلس میں ایک روز مستشرقین میں سے کسی ایک کا ایک حاضر مجلس نے یہ مقولہ سنایا کہ "الاسلام کی حقانیت کی علامت امام غزالی کا وجود ہے" تو حضرت حکیم الامت رح نے بروایت علامہ عثمانی مرحوم سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے فرمایا کہ

"میرے نزدیک اسلام کی حقانیت کے دلائل میں سے موجودہ وقت میں مولانا انور شاہ کا مسلمان ہونا ہے یہ اتنے بڑے عالم ہیں کہ اگر اسلام میں کہیں اور کسی جگہ بھی کجی ہوتی تو اسلام کو چھوڑ دیتے اور جب یہ اسلام پر ہیں تو یقیناً یہ اسلام کی صداقت کی ایک دلیل ہے۔"

اسی طرح اپنی طالب علمی کے زمانہ آغاز ہی سے یہ بات بھی بڑی دلچسپی سے ذہن میں بٹھا دی گئی تھی اور آج مطالعاتی ملاقات میں دوبارہ اس کی یاد تازہ ہو گئی اور دل و دماغ پر گویا پتھر کی لکیر بن گئی ہے۔

Marfat.com

عمل کیلئے حنفیت کافی ہے

ہوا یوں تھا کہ ایک مرتبہ مصر کی معروف علمی و دینی شخصیت اور عظیم بین الاقوامی سکالر علامہ رشید رضا صاحب "المنار" جن کے علم وفن اور خصوصی نگارشات سے ایک عالم واقف ہے شیخ عبدہ ان ہی کے ممتاز تلامذہ میں سے ہیں اور جنہیں عالم اسلامی کی تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی ندوۃ العلما لکھنو کے جشن علمی میں علامہ رشید رضا کو مدعو کیا گیا تو مختصر وقت کے لیے وہ دارالعلوم بھی تشریف لائے موصوف شافعی المذہب تھے اور احناف سے عام بدگمانی کے شکار تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں خیر مقدمی اجلاس میں علامہ انور شاہ کی ایک ارتجالی تقریر جس میں دارالعلوم کے انداز فکر مختلف فقہی مکاتب میں فقہ حنفی کا تفوق، حدیث و قرآن فقہی سرچشمہ کی آبیاری، شاہ ولی اللہ کا مجتہدانہ درس اور ان خصوصیات و ممیزات کا تذکرہ بیان کیا جن کا حامل یہ عظیم اسلامی ادارہ ہے علامہ رشید رضا کرسی پر جلوہ افروز تھے اور شاہ صاحب کا بحر علم تلاطم پذیر تھا دیکھنے والوں کا بیان ہے رشید رضا عربوں کے خصوصی انداز پر داد دیتے ہوئے کرسی سے کھڑے ہوتے اور بار بار ان کی زبان پر آتا۔ واللہ ما رایت مثل ھذا العالم الجلیل قط۔ اللہ کی قسم! میں نے انور شاہ جیسا عالم جلیل ہرگز نہیں دیکھا۔

صرف یہی نہیں علامہ انور شاہ کی جوابی تقریر میں علامہ رشید رضا نے فرمایا۔

"اگر حنفیت وہی ہے جس کا ذکر ابھی میرے سامنے مولانا انور شاہ نے کیا تو پھر میں واضح اعلان کرتا ہوں کہ عمل کے لیے حنفیت کافی وافی ہے"

جب مصر پہنچے تو اپنے شہرہ آفاق رسالہ "المنار" میں غیر مبہم الفاظ میں لکھا۔

"اگر میں ہندوستان میں دارالعلوم دیوبند نہ دیکھتا تو یقیناً اس ملک سے مایوس واپس آتا"

مشکلات القرآن کے راستے سے جب علامہ انور شاہ کی مجلس میں حاضری کی دوسری بار سعادت حاصل کی تو ارشاد فرما رہے تھے۔

لم یدر اعجاز القرآن الا الاعجبان
احدھما من زمخشر وثانیھما من
جرجان وانا ثالثھما۔

قرآنی اعجاز کو صرف دو لنگڑوں نے سمجھا ہے
جن میں سے ایک زمخشر سے ہے اور دوسرا
جرجان سے اور میں ان کا تیسرا ہوں۔

Marfat.com

مشکلات القرآن اس کا واقعاتی ثبوت ہے جو مفسرین کے لیے ایک راہنما و امام کتاب ہے۔

آخری وصیت

ملاقات طویل ہوگئی تھی اور میرے لیے افادات کا ضبط بھی کارے دارد تھا پھر قارئین کے لیے اس کی ترتیب بھی تو وقت کا تقاضا کرتی تھی لہٰذا ان سے آخری تبلیغی نصیحت حاصل کرنے کی درخواست کی ارشاد فرمایا۔

علم وسیلہ ہے جس کا حسن تب ظاہر ہوگا کہ وہ مقصود تک پہنچا دے۔

هتف العلم بالعمل فان اجاب والا ارتحل۔

علم عمل کو آواز دیتا ہے اور بلاتا ہے اگر عمل ساتھ آجائے فبہا ورنہ وہ علم بھی گیا گذرا ہو جاتا ہے۔

چنانچہ میں نے تمام عمر میں یہ نہیں دیکھا کہ عاصی و گنہگار کی سمجھ دینیات میں صحیح ہو۔

Marfat.com

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمّد زکریاؒ

۱۳۱۵ھ ——— ۱۴۰۲ھ

ایک عظیم گناہ بلکہ عظیم تر گناہ کئی روز سے فکر و خیال کے زاویوں میں زیر بحث تھا جو مغربی تہذیب کا تحفہ اور جدید تمدّن کا پیدا کردہ ہے وہ ہے مادہ پرستی اور پھر اس سے نفع پسندی، جنسی محبت اور نفسانی خواہش، جو درحقیقت جدید عصری مادی تعلیم کا ثمرہ ہے جس نے ہماری نسلوں کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے احقر نے اپنے تخیل میں آج کے حال کا جائزہ لیا تو اسی نتیجے پر پہنچا کہ ہماری نسل نو کے قلوب، ایمان کی حرارت، تپ صادق کی تپش اور یقین کے سوز سے خالی ہیں اور یہ عالم نو ایک ایسی متحرک شے بن کر رہ گیا ہے کہ جس میں نہ کوئی زندگی ہے اور نہ کوئی روح، نہ شعور و وجدان ہے اور نہ مسرت و غم کا احساس! اس کی مثال اس جامد شے کی طرح ہے جو کسی جابر و قاہر شخص کے دست تصرف میں ہو وہ جس طرح چاہے اسے حرکت دے اور استعمال کرے۔

خانقاہی نظام مادیت پرستی اور اس کا فروغ اور اس سے عشق و وارفتگی قدیم زمانے سے چلی آرہی ہے مگر پرانے زمانہ میں اس کا توڑ اور موثر معالجہ خانقاہی نظام تھا اہل اللہ اور اولیاء اللہ کی نظر کیمیا اثر تھی توجہات، فکر آخرت کے مراقبے، ذکر کے حلقے اور سوز و گداز کی محفلیں ہوا کرتی تھیں جو مسلمانوں کے شعور و احساس، قلب و وجدان اور اعصاب میں حرکت و حرارت، سوز و گداز اور درد و تپش پیدا کر دیتے تھے جو ایسا شعلہ جوالہ بن کر بھڑک اٹھتا کہ اس کے بھڑکنے سے مادیت کی زنجیریں پگھل جاتی تھیں۔ فاسد معاشرہ اور باطل قدروں کے ڈھیر جل کر فنا ہو جاتے تھے، تاریخ ماضی کے ایسے اوراق کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ ہمارے اسلاف کس قدر طاقت ور ایمان و

Marfat.com

پُرسوز سینہ اور بے چین روح رکھتے ہیں۔

اسی تخیل نے مجھے سلفِ صالحین اور امت کے مصلحین سے ملاقات، استفادہ اور اکتسابِ فیض کے لیے بے چین کر دیا قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت ملا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا امداد اللہ مہاجر مکی غرض کئی ایک اکابر اور عظیم تر علمی و دینی شخصیات تخیل کی زمین پر ابھرتے رہے اور دل گواہی دیتا رہا کہ اِس بس ان ہی سے ملنا چاہیئے ابھی یہ فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ آج کی حاضری کس کی محفل میں ہو اور استفادہ کے لیے کسے متعین کر دیا جائے کہ دارالعلوم میں اپنے دفتر "دارالتصنیف" میں موجود دائیں جانب کی چھوٹی میز پر محدث کبیر ریحانۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کی خود نوشت سوانح حیات آپ بیتی پر نظر پڑ گئی نگاہیں اسی پر جم گئیں۔ بے تابیٔ دل نے کتاب کے اوراق اور کھلے صفحات نگاہوں کے سامنے کر دیئے اسی طرح شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ سے کتابی اور مطالعاتی ملاقات ہو گئی۔

درس نظامی کا آخری نمونہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا ہندوستان ہی نہیں پورے عالم اسلام میں صدیوں سے کار فرما نظام تعلیم درس نظامی کی تعلیم و تربیت کا بظاہر آخری نمونہ اور جامع ترین پیکر تھے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی ذات صرف شخص واحد کی سوانح، کردار اور تاریخ نہیں بلکہ ان کا مطالعہ، ان سے استفادہ اور ان کی بارگاہ میں حاضری گویا ایک مردم خیز دور، ایک مردم آفرین معاشرہ، ایک حیات بخش نظام تعلیم و تربیت اور ایک پُرثمر اور شاداب شاخ و نہال کی آخری بہار کی کہانی ہے۔

ایک جامع الکمالات شخصیت میں نے آج بہت قریب سے دیکھا اور اس سے قبل بار بار ٹٹول ٹٹول اور پرکھ پرکھ کر یہ جانچنے کی سعادت حاصل ہو چکی ہے کہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے تعلیمی، تدریسی، تصنیفی، تبلیغی، فکری اور قومی و ملی عظمتوں کی بنیاد اخلاص، للہیت اور ایمان و احتساب پر مبنی تھی اساتذہ و شیوخ کے بارے میں ان کے معاملات اور رویہ کامل اطاعت و انقیاد کا تھا مربیوں اور محسنوں کے مسلک میں وہ مکمل تفویض و تسلیم کا عملی نمونہ تھے مقاصد زندگی کے بارے میں وہ توکل و قناعت،

Marfat.com

اعتماد علی اللہ بلکہ ایثار و قربانی اور محنت و مطالعہ کو ہدف سمجھتے تھے حصول کمال کے سلسلہ میں استغراق و خود فراموشی ان کا طرۂ امتیاز تھا معاصرین کے ساتھ تعلقات میں تواضع و اعتراف ان کا وطیرہ تھا مختلف الخیال عناصر افراد اور جماعتوں کے سلسلہ میں وہ ہمیشہ حسن ظن، التماس عذر اور جمع بین الاضداد کی قوت و صلاحیت کے مالک تھے کمالات علمی اور مدارج باطنی کے حصول میں علو ہمت و مجاہدہ ان کی عادت تھی۔

آج مجھے بھی خوش نصیبی اور نیک بختی نے یاوری کی کہ آپ کی اپنی آپ بیتی کے راستے ان کی ملاقات اور ان سے استفادہ کا موقع مل گیا اس قدر جامع الکمالات اور ہمہ جہت شخصیت سے استفادہ کے دوران جو چیزیں احقر حسب عادت محفوظ کرتا رہا وہی نذر قارئین ہیں خدا کرے کہ ہم لوگ عملی زندگی میں واقعۃً ان جواہر بیش بہا کی کوئی قدر کر سکیں۔

دیندار ماحول اور ہونہار زکریا

احقر کا سب سے پہلا تجسس اور طالبعلمانہ سوال یہی تھا کہ مجھے اور میرے قارئین کو اولاً یہ معلوم ہو جاتے کہ حضرت شیخ رح کی آنکھ کس ماحول میں کھلی ان کی تربیت کرنے والی گود کیسی تھی ان کے گھر کا ماحول کیا تھا انہیں پدری تربیت کس طرح حاصل ہوئی انہیں اللہ والوں کے ترجہات کا کس طرح منظور نظر بنا پڑا۔ چنانچہ آپ بیتی کا مطالعہ اسی نقطہ نظر سے کیا تو جو جواب حاصل ہوا وہ یہی تھا کہ،

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کے گھر کے اندر اور باہر عبادت کا ذوق، نوافل و تلاوت کا اہتمام، اہل اللہ اور مردان خدا سے وابستگی و شیفتگی، درس و مطالعہ کا انہماک، تہذیب و متانت، وضعداری و سنجیدگی اور بلند ہمتی و جفاکشی، ہوا اور فضا میں رچی بسی ہوئی تھی اس سے ہونہار بچے زکریا کے حساس اور بیدار دل و دماغ متاثر ہوتے۔ چونکہ آپ کے والد مولانا محمد یحیی صاحب سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رح کا سرپرستانہ، مربیانہ بلکہ ایک گونہ پدرانہ تعلق تھا لہٰذا خوش نصیب کو حضرت گنگوہی کی خصوصی شفقتوں، محبت کی نگاہوں اور مقبول دعاؤں کا بھرپور حصہ ملا۔

Marfat.com

یکسوئی اور ذوقِ مطالعہ

آج کی اس محفلِ رشد و ہدایت کو احقر نے غنیمت جانا اور ان کے زمانہ ماضی میں ذوقِ کتب بینی، اشتیاقِ مطالعہ کے بارے میں دریافت کرنا چاہا تو انہوں نے از خود ارشاد فرمایا کہ ہمارے ان کی تعلیم و تربیت، ذہن سازی، علم و مطالعہ اور عبادت و ریاضت کے احول کی یہ برکتیں یقین کر کبھی بھی سیر و تفریح کا شوق پیدا نہیں ہوا یکسوئی اور تنہا پسندی اور کتب بینی کا ذوق اس قدر بڑھا کہ ایک مرتبہ مدرسہ قدیم سے چھ مہینے تک باہر جانے کی نوبت تک نہ آئی۔

مدرسہ قدیم میں ابتداء سے سب ضروریات کا انتظام ہے مدرسہ کتب خانہ، مسجد، غسل خانہ اور بیت الخلاء سب موجود ہیں بیت الخلاء کے لیے کچھ ٹوٹے پھوٹے جوتے بھی پڑے رہتے ہیں اس طرح بعض اوقات شیخ کو ہفتوں ر مہینوں اپنا جوتا استعمال کرنے یا نیا جوتا خریدنے کی بھی ضرورت پیش نہ آتی۔ اس پر ایک واقعہ بھی سنایا کہ ایک مرتبہ میرا نیا جوتا مدرسہ میں سے کسی نے اٹھا لیا تو چھ ماہ تک مجھے دوسرا جوتا خریدنے کی ضرورت نہیں ہوئی کیونکہ اس مدت میں مجھے مدرسہ سے باہر قدم نکالنے کی نوبت ہی نہیں آئی مدرسہ ہی کی مسجد میں جماعت ہوتی تھی اور مدرسہ کے بیت الخلاء میں ایک دو جوتے جو کسی کے پرانے ہو جاتے ہیں وہ ڈال دیتا جواب تک بھی دستور ہے اس وجہ سے مجھے کسی ضرورت کے واسطے بھی مدرسہ کے دروازہ سے نہ تو باہر قدم رکھنا پڑا نہ جوتے کی ضرورت ہوئی۔

باطنی ترقیات میں کامیابی کی راہ

اپنے اساتذہ کرام بالخصوص سیدی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہ اور حضرت امام لاہوری کے خلیفہ اجل مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ سے بارہا یہ سنا اور اب عقیدہ بھی تو یہی بن گیا ہے کہ،

شیوخ کاملین سے استفادہ اور باطنی ترقیات میں اس بات کو بڑا دخل ہے کہ ان کی مفوضہ خدمت کی تکمیل اور ان کے ذوقی مشغلہ میں تندہی خود فراموشی اور جانکاہی سے موافقت و اعانت کی جاتے اہل بصیرت کے نزدیک مسترشد کو اس سے اپنے شیخ کی جو محبوبیت اور اعتماد حاصل ہوتا ہے اور اس سے جو باطنی ترقیات حاصل ہوتی ہیں اور جس سرعت کے ساتھ سلوک

Marfat.com

کے مدارج اور معرفت کے مراحل طے ہوتے ہیں وہ عام طور پر کسی اور راہ سے اور بعض اوقات بڑے بڑے مجاہدات سے بھی طے نہیں ہوتے۔

آغازِ شباب میں خود کو تصنیف و تالیف کے لیے وقف کر دیا

خوش نصیبی اور مقدرت کی یاوری سے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کو بھی اپنے وقت کے عظیم محدث حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی خدمت و صحبت، محبت اور قربت کی سعادت آغاز شباب سے حاصل ہوگئی حضرت سہارنپوری ہمہ تن "بذل المجہود" کی تالیف کی طرف متوجہ تھے اور اس کی تکمیل کا جذبہ اور ذوق ہر چیز پر غالب تھا، یہ شیخ زکریا کی بڑی خوش قسمتی اور اسی کے ساتھ ان کی بڑی ذہانت اور حقیقت شناسی تھی کہ انہوں نے اپنے آپ کو اس کام کے لیے وقف کر دیا اور دنیا و مافیہا سے بے خبر اور بے تعلق ہو کر اپنی صلاحیتوں کے ساتھ اس میں لگ گئے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نے اس عرصہ میں سوائے شدید مجبوری کے ہر طرح کے سفر، نقل و حرکت اور ہر اس چیز سے جس سے اس کام میں حرج واقع ہو گریز کیا اس طرح انہوں نے گویا خود کو ہر طرح پابہ زنجیر بنا دیا۔

پھر حضرت شیخ نے نہ صرف یہ کہ متعلقہ مواد کے استخراج، تعلیق و تحقیق ترتیب کا کام کیا بلکہ تحریر، تسوید اور تصحیح سے لے کر طباعت تک کے جاں گسل مراحل میں خود کو اس طرح لگا دیا گویا یہی ان کی زندگی ہی کا مقصد ہے۔

صحبت اور خدمت شیخ

احقر نے اپنی مطالعاتی ملاقات میں حضرت شیخ الحدیث کو بہت قریب سے دیکھا ان کی بلند ہمتی، طرز زندگی، خداداد مقبولیت خدا تعالیٰ کی مسبب الاسبابی کا عینی شاہد اور عالی حوصلگی ان کی ہر ادا سے جھلکتی نظر آتی تھی وہ بڑی سے بڑی راحت، آسائش اور پیش کش کو ٹھکرا سکتے تھے مگر اپنے شیخ کی صحبت اور اخلاص کے ساتھ خدمت دین کو ترک کرنا گویا موت کو دعوت دینا تھا۔

چاٹگام (ڈھاکہ) کے مدرسہ عالیہ سے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کو شیخ الحدیثی کے منصب کی پیش کش ہوئی جس کی ۱۲۰۰ روپے تنخواہ تھی اور صرف ترمذی اور بخاری پڑھانا تھا پہلے خط آیا پھر ارجنٹ تار کہ خط کے جواب کا سخت انتظار ہے شیخ الحدیث نے فرمایا کہ تار

Marfat.com

کے جواب میں مَیں نے صرف یہ لکھ دیا کہ معذوری ہے خط میں مفصل لکھا کہ یہ ناکارہ اس کا اہل نہیں ہے آپ نے محض حسنِ ظن سے کام لیا ہے۔

مجھ کو جینا ہی نہیں بندۂ احساں ہو کر اس سے قبل جب آپ دورہ کے اسباق بڑی قابلیت سے پڑھا رہے تھے دائرۃ المعارف حیدر آباد سے خط آیا کہ دائرہ میں بیہقی کے اسماء رجال پر مستقل کام کا فیصلہ ہوا ہے دائرہ کا رجحان آپ کی طرف ہے تنخواہ ۸۰۰ روپے ماہوار ہو گی سرکاری موٹر بھی ملے گی اور مکان بھی دیا جائے گا ملازمت بھی صرف چار گھنٹے کی ہو گی کتب خانہ آصفیہ سے استفادہ کی مکمل آزادی اسی پیش کش میں متعدد اقتصادی اخلاقی اور علمی ترغیبات تھیں اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ بڑے قوی دلائل اور وجوہ جواز بھی موجود تھے لیکن مولانا محمد زکریاؒ پر اپنے شیخ، اپنے مربی اور اپنے محسن استاذ مولانا خلیل احمد سہارنپوری کا فراق اور ان کے صحبت فیض اثر سے جدائی شاق تھی ایک کارڈ پر برجستہ جواب لکھ دیا کہ ع

مجھ کو جینا ہی نہیں بندۂ احساں ہو کر

شیخ کی یہ قربانیاں تھیں کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور کفالت ہمہ دم ان کی رفیق رہی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مدارج عالیہ سے نوازا اور اپنی محبت رضا کی دولت سے سرفراز فرمایا۔

شیخ کا کتب خانہ شیخ کی عظمت تو بچپن ہی سے دل و دماغ پر مسلط تھی جب سکول میں پڑھا کرتا تھا تب سے تبلیغی نصاب سے بھی شناسائی ہو گئی تھی مگر جب دار العلوم حقانیہ میں اپنے شیخ و مربی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ کے امالی ترمذی پر حقائق السنن کے نام سے کام شروع کیا تو پھر تو اوجز المسالک، لامع الدراری، بذل المجہود الکوکب الدری اور تقریر بخاری لازمۂ مطالعہ بن گئے تھے تب معلوم ہوا کہ شیخ علوم و معارف کی عظمت کی انتہا پر پہنچے ہوئے ہیں خیال آیا کہ اس قدر عظیم محدث اور محقق مصنف نے کتنی زیادہ کتابوں کا مطالعہ کیا ہوگا ان کے پاس کتنا کتب خانہ، کیا جدید نظام کیا کمپیوٹر سسٹم کیسا جدید کتب خانہ ہوگا مگر جب کتابی ملاقات ہوئی تو دیکھا کہ ان کے مطالعہ اور تصنیف و تالیف کی نشست گاہ ویسی ہی تھی نہ کہ شنیدنی ایک چھوٹا سا

Marfat.com

کمرہ جس میں کتابوں کا اس طرح ذخیرہ تھا گویا در و دیوار اس کے ہیں ان کتابوں کے درمیان پناہ لیتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ کوئی پرندہ جو دن بھر غیر جنس میں رہا ہے ابھی اپنے آشیانہ میں واپس آگیا ہے خواجہ میر درد نے اسی کی تصویر کھینچی ہے۔ ؎

جا بیٹے کس واسطے اے درد میخانہ کے بیچ
کچھ عجب مستی ہے اپنے دل کے پیمانہ کے بیچ

تصویر پر نکیر شہرت، حبِّ جاہ حبِّ مال، خود نمائی اور ذاتی تشہیر کا فتنہ زوروں پر ہے عوام تو عوام، اچھے بھلے دیندار لوگ، علماء و مصلحین بھی اسی مرض میں گرفتار وہاں ایں تصویر جو چاروں مذہب میں حرام ہے جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ " لعن اللہ المصورون " تصویر بنانے والوں پر اللہ نے لعنت کی ہے آج اس پر کوئی نکیر نہیں کرتا اسے عیب نہیں سمجھا جاتا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کی سوانحی اور مطالعاتی ملاقات میں اس سلسلہ کا دلچسپ واقعہ نظروں کے سامنے گذرا شاید میرے سمیت قارئین کے لیے باعث عبرت و موعظت بن جائے۔

ہوا یوں کہ ۱۹۳۹ء میں اخبار الجمیعۃ میں " شیخ الہند جنتری " پر تبصرہ نگار نے یہ بھی لکھ دیا کہ " اس کی بڑی قدر و قیمت اس بات سے ہے کہ اس میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کی تصویر ہے "

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی رگ حمیتِ دینی پھڑک اٹھی ان سے نہ رہا گیا انھوں نے فوراً مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور مولانا محمد منظور نعمانی کو ایک مکتوب تحریر فرمایا کہ یہ (تصویر کی اشاعت و تعریف) مشائخ و علماء کے آرگن (الجمیعۃ) کے لیے نہایت نامناسب ہے یہ حضرات تصویر کشی کی تقبیح نہ کریں تو کم از کم مدح سرائی تو نہ کریں اس کے متعلق اگر آپ حضرات کے نزدیک نامناسب نہ ہو تو " الفرقان " اور " تعمیر " دونوں میں تنقید ضروری ہے۔

تمام فتنوں کا ایک علاج مرحوم نے آخر عمر میں باوجود، ضعف، علالت، امراض اور دسیوں عوارض کے طویل طویل اسفار کئے۔ طبیعت میں خلوت پسندی اور سفر سے نفرت تھی مگر اس کے باوصف سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔

Marfat.com

احقر کے استفسار پر فرمایا:

" میرا یقین ہے کہ فتن کا علاج اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور اسی جذبہ کے تحت گھوں ملکوں پھر را ہوں کہ خانقاہیں دنیا سے ختم ہی ہوگئیں "

اخلاص وللہیت اور حرارت باطنی کی ضرورت

جب حضرت شیخ کی پوری زندگی کے مساعی اور تعلیمات کا بہت قریب سے مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ تمام دینی وعلمی اور اصلاحی کاموں اور دعوت و تبلیغ کے لیے اخلاص وللہیت، حیاتِ قلبی اور حرارتِ باطنی کو ضروری سمجھتے تھے جو ان کے نزدیک نمبر بمنزلہ اسٹیم کے تھی جس کے بغیر دین کی کوئی گاڑی چلتی نہیں اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا کہ :-

" انجن میں آگ کی ضرورت ہوتی ہے اور یہی آگ انہیں درباروں (خانقاہوں اور ذکر کے حلقوں) سے ملتی ہے "

میرے بڑوں کے دو باغ

گذشتہ عشرے میں دارالعلوم دیوبند میں اختلاف اور انتشار کی ہوائیں چلیں اس سے قبل ۱۳۸۲ھ میں جب مظاہر العلوم سہارنپور میں ا چلی اور ہنگامہ وانتشار رہا تو اس سے حضرت شیخ کے دل پر بڑی چوٹ لگی وہ ان دنوں اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

وہ محروم تمنا کیوں نہ سوئے آسماں دیکھے
کہ جو منزل بہ منزل اپنی محنت رائیگاں دیکھے

دارالعلوم دیوبند کا قضیہ اپنی آخری حدود کو نہیں پہنچا تھا کہ حضرت نے اپنی ایک تحریر میں ارشاد فرمایا

" دیوبند و سہارنپور کا ہر وقت فکر ہے کہ میرے بڑوں کے دو باغ ہیں کتنے صلاح وفلاح سے اکابر نے لگایا تھا اور ہم ناخلفوں نے اس کو کس طرح برباد کرنا شروع کر دیا ہے فالی اللہ المشتکی بڑوں کی نصیحت تھی کہ جب تک اخلاص رہے گا یہ پھلے گا اور پھولے گا اور جب اخلاص نہیں رہے گا برباد ہو جائے گا اس کا منظر اب سامنے ہے .... کاش یہ حضرات حضرت نانوتوی

Marfat.com

حضرت گنگوہی وغیرہم کی سوانح عمریاں ہی دیکھ لیتے تو اچھا تھا میرا تو جی چاہتا ہے کہ یہ لوگ ان حضرات کی سوانح کے علاوہ کچھ اور نہ پڑھیں :

تصوف کی حقیقت ولب لباب آج لوگوں کو تصوف کے نام سے چڑ ہے حالانکہ اس کے ذریعہ نفوس کا تزکیہ ، اخلاق کا تصفیہ اور ظاہر و باطن کی تعمیر ہوتی ہے اس سے سعادت ابدیہ کی تحصیل ہوتی ہے اسی کو اصطلاح شرع میں احسان اور علم الاخلاق کہتے ہیں میں چاہتا تھا کہ حضرت شیخؒ جو صوفیاء کے سرخیل اور صاحب سرو تقوٰی ہیں سے بھی تصوف کی حقیقت معلوم کرلی جائے وہ میرے ارادے کو بھانپ گئے اور اس سلسلہ کا یہ واقعہ سنایا کہ :

ایک دفعہ مجھ سے رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے دریافت کیا حضرت ! یہ تصوف کیا بلا ہے ؟ اس کی حقیقت کیا ہے ؟ پرسوں واپسی ہوگی اس کا جواب آپ سوچ رکھیں ۔ شیخ فرماتے ہیں :

میں نے مصافحہ کرتے کرتے جواب دیا " صرف تصحیح نیت " اس کے سوا کچھ نہیں جس کی ابتدا " انما الاعمال بالنیات " سے ہوتی ہے اور انتہا " ان تعبد اللہ کانک تراہ " ہے وہ میرے اس جواب پر سکتہ میں کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے دلّی سے سوچتا آرہا ہوں کہ تو یہ جواب دے گا تو یہ اعتراض کروں گا اور تو یہ اعتراض کرے گا تو یہ جواب دوں گا اس کو تو میں نے سوچا ہی نہیں ۔

انما الاعمال بالنیات سارے تصوف کی ابتداء ہے اور " ان تعبد اللہ کانک تراہ " سارے تصوف کا منتہاء ہے اسی کو نسبت کہتے ہیں اور اس کو یاد داشت کہتے ہیں ۔ اسی کو حضوری کہتے ہیں ۔ سہ

حضوری گر ہمی خواہی ازو غافل مشو حافظ
متی ما تلق من تھوی دع الدنیا واھملھا

اگر بارگاہ ربوبیت میں حضوری چاہتے ہو تو کبھی بھی اُن سے غافل نہیں ہونا چاہیئے جب کبھی اپنے محبوب کے ساتھ ملاقات ہو تو دنیا کو چھوڑ و اسے رخصت کردو ۔

Marfat.com

سارے پاپڑ اسی کے لیے بیلے جاتے ہیں ذکر بالجہر بھی اسی کے واسطے ہے مجاہدہ و مراقبہ بھی اسی کے واسطے ہے اور جس کو اللہ جل شانہٗ اپنے لطف و کرم سے کسی بھی طرح یہ دولت عطا کر دے اس کو کسی کی بھی ضرورت نہیں۔

تیرا ہر سانس نخل موسوی ہے

حضرت شیخ اپنی مجلس رشد و ہدایت میں ارشادات عالیہ سے نواز رہے تھے حاضرین اپنے اپنے ظرف کے مطابق ہدایات اور تعلیمات کے جواہر سے جھولیاں بھر رہے تھے ایک موتی جو میرے پلے پڑا ایسی سمجھتا ہوں اتنا قیمتی ہے کہ ساری دنیا بھی اس کی قیمت نہیں بن سکتی۔ ارشاد فرمایا اوقات بہت قیمتی ہیں زندگی کا جو وقت مل گیا ہے اس کی قدر پہچاننی چاہیے حدیث میں آتا ہے۔

فلیتزود العبد من نفسہ لنفسہ ومن حیاتہ
لموتہ ومن شبابہ لکبرہ ومن دنیاہ لاخرتہ

"بندے کو چاہیے کہ وہ اپنی زندگی میں اپنے لیے اور زندگی میں موت سے پہلے اور جوانی میں اپنے بڑھاپے سے پہلے اور اس دنیا میں آخرت سے پہلے زاد راہ تیار کر لے۔

تیرا ہر سانس نخل موسوی ہے
یہ جزر و مد جواہر کی لڑی ہے

حضرت عمر فاروقؓ اونٹ کی نکیل تھامے ہوئے

اسی محفل میں یہ بھی ارشاد فرمایا۔ حضرت عمرؓ جس وقت شام تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں ایک جگہ کچھ گارا پانی آ گیا آپ اونٹ پر سے اتر لیے موزے نکال کر شانہ پر رکھ لیے اور اس میں گھس کر اونٹ کی نکیل ہاتھ میں پکڑ لی وہ ساتھ ساتھ تھا۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے عرض کیا آپ نے یہ ایک ایسی بات کی کہ شام والے تو اس کو بڑی ذلت کی چیز سمجھتے ہیں میرا دل نہیں چاہتا کہ اہل شہر آپ کو اس حالت میں دیکھیں۔ آپ نے ان کے سینہ پر ایک ہاتھ مارا اور ارشاد فرمایا کہ ابو عبیدہ! تمہارے علاوہ کوئی دوسرا ایسی بات کہتا تو میں عبرت انگیز سزا دیتا، ہم لوگ ذلیل تھے حقیر تھے اللہ جل شانہٗ نے اسلام کی بدولت

Marfat.com

عزت عطا فرمائی اب جس چیز سے اللہ نے عزت دی اس کے سوا اگر کسی کے ساتھ عزت ڈھونڈیں گے تو اللہ ہم کو ذلیل کر دیں گے (مستدرک للحاکم) حقیقۃً مسلمان کے لیے اصل عزت اللہ کے یہاں کی عزت ہے دنیا اور دنیا والوں کے نزدیک اگر ذلت ہوتی ہی کیا اور کتنے دن کی۔

لوگ سمجھیں مجھے محروم وقار و تمکین
وہ نہ سمجھیں کہ میری بزم کے قابل نہ رہا

ایک ایمان افروز واقعہ

حضرت شیخ بڑی سرج میں تھے کئی موضوعات اور مختلف عنوانات ہدایات جاری تھے بہت سی باتیں ایسی بھی تھیں جو میرے فہم و ادراک سے بالاتر تھیں میں زیادہ تر آسان اور عمل کے اعتبار سے نافع باتیں اور سہل تعلیمات کے ضبط کا اہتمام کرتا رہا اس سلسلہ کا ایک ایمان افروز واقعہ بھی محفوظ ہو گیا لیجیے آپ بھی ایمان تازہ کرلیں۔

حضرت سعید بن المسیب مشہور تابعی ہیں، بڑے محدثین میں شمار ہیں، ان کی خدمت میں ایک شخص عبداللہ بن ابی وداعہؓ کثرت سے حاضر ہوا کرتے تھے، ایک مرتبہ چند روز حاضر نہ ہو سکے کئی روز کے بعد جب حاضر ہوئے تو حضرت سعید نے دریافت فرمایا کہاں تھے عرض کیا کہ میری بیوی کا انتقال ہو گیا ہے اس کی وجہ سے مشاغل میں پھنسا رہا، فرمایا کہ ہم کو خبر نہ کی ہم بھی جنازہ میں شریک ہوتے، تھوڑی دیر کے بعد میں اٹھ کر آنے لگا، فرمایا دوسرا نکاح کر لیا؟ میں نے عرض کیا، حضرت مجھ سے کون نکاح کر دے گا، دو تین آنے کی میری حیثیت ہے، آپ نے فرمایا ہم کر دیں گے، اور یہ کہہ کر خطبہ پڑھا اور اپنی بیٹی کا نکاح نہایت معمولی مہر آٹھ دس آنے پر مجھ سے کر دیا (اتنی مقدار مہر کی ان کے نزدیک جائز ہو گی، جیسا کہ بعض ائمہ کا مذہب ہے، حنفیہ کے نزدیک اڑھائی روپے سے کم جائز نہیں) نکاح کے بعد میں اٹھا اور اللہ ہی کو معلوم ہے کہ مجھے کس قدر مسرت تھی، خوشی میں سوچ رہا تھا کہ رخصتی کے انتظام کیلئے کس سے قرض مانگوں کیا کروں، اسی فکر میں شام ہو گئی، میرا روزہ تھا مغرب کے وقت روزہ افطار کیا نماز کے بعد گھر آیا چراغ جلایا روٹی اور زیتون کا تیل موجود تھا اس کو کھانے لگا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کون ہے؟ کہا سعید ہے، میں سوچنے لگا کہ کون سعید ہے،

Marfat.com

حضرت کی طرف میرا خیال ہی نہیں گیا کہ چالیس برس سے اپنے گھر یا مسجد کے سوا کہیں آنا جانا تھا ہی نہیں باہر آکر دیکھا کہ سعید بن المسیبؒ ہیں میں نے عرض کیا آپ نے مجھے نہ بلا لیا فرمایا میرا ہی آنا مناسب تھا، میں نے عرض کیا کیا ارشاد ہے؟ فرمایا مجھے یہ خیال آیا کہ اب تمہارا نکاح ہو چکا ہے، تنہا رات کو سونا مناسب نہیں، اس لیے تمہاری بیوی کو لایا ہوں، یہ فرما کر اپنی لڑکی کو دروازے کے اندر کر دیا اور دروازہ بند کر کے چلے گئے، وہ لڑکی شرم کی وجہ سے گر گئی میں نے اندر سے کواڑ بند کیے اور وہ روٹی اور تیل جو چراغ کے سامنے رکھا تھا وہاں سے ہٹا دیا کہ اس کی نظر نہ پڑے اور مکان کی چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو آواز دی، لوگ جمع ہو گئے تو میں نے کہا کہ حضرت سعیدؒ نے اپنی لڑکی سے میرا نکاح کر دیا ہے، اور اس وقت وہ خود ہی اس کو پہنچا گئے ہیں، سب کو بڑا تعجب ہوا کہنے لگے واقعی وہ تمہارے گھر میں ہے؟ میں نے کہا! ہاں اس کا چرچا ہوا میری والدہ کو خبر ہوئی وہ بھی اسی وقت آگئیں اور کہنے لگیں کہ اگر تین دن تک تو نے اسے چھیڑا تو تیرا منہ نہ دیکھوں گی، ہم تین دن میں اس کی تیاری کرلیں، تین دن کے بعد جب میں اس لڑکی سے ملا تو دیکھا نہایت خوبصورت قرآن شریف کی بھی حافظہ اور سنت رسول سے بھی زیادہ واقف، شوہر کے حقوق سے بھی زیادہ باخبر، ایک مہینہ تک نہ تو حضرت سعید میرے پاس آئے نہ میں ان کی خدمت میں گیا ایک ماہ کے بعد میں حاضر ہوا تو وہاں مجمع تھا، میں سلام کر کے بیٹھ گیا جب سب چلے گئے تو فرمایا اس آدمی کو کیسا پایا، میں نے عرض کیا نہایت بہتر ہے کہ دوست دیکھ کر خوش ہوں دشمن جلیں، فرمایا اگر کوئی بات ناگوار ہو تو لکڑی سے خبر لینا، میں واپس آگیا، تو ایک آدمی کو بھیجا جو بیس ہزار درہم (تقریباً پانچ ہزار روپیہ) مجھے دے گیا، اس لڑکی کو عبدالملک بن مروان بادشاہ نے اپنے بیٹے ولید کے لیے جو ولی عہد بھی تھا مانگا تھا، مگر سعیدؓ نے عذر کر دیا تھا، جس کی وجہ سے عبدالملک ناراض بھی ہوا، اور ایک حیلہ سے حضرۃ سعیدؓ کے سو کوڑے سخت سردی میں لگوائے اور پانی کا گھڑا بھی ان پر گروایا۔

Marfat.com

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

۱۲۹۶ھ ——— ۱۳۷۷ھ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اسی کے انتخاب و منت اور احسان و امتنان سے بالآخر افغان مجاہدین عبوری کونسل پر متحد ہو گئے اور کابل میں فاتحانہ انداز سے داخل ہو گئے یہ پندرہویں صدی میں عظیم اسلامی اعجاز کا واقعاتی ثبوت ہے، دو تین روز سے اس مسرت، اس انقلاب اور فتح و غلبۂ مجاہدین کے سرور نے دین اسلام کی صداقتوں کے نشۂ حقیقت سے مخمور کر دیا ہے پھر خیال آیا کہ یہ تو ساری محدث کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی کرامت ہے کہ ۸۰ فی صد مفتوحہ افغانستان پر قابض مجاہدین محاذِ جنگ کے جرنیل اور قیادت کی اہم شخصیات دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء ہیں پرسوں جب وزیر اعظم پاکستان، فوجی جرنیل، آئی ایس آئی کے سربراہ، دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم مولانا سمیع الحق افغانستان دارالحکومت کابل تشریف لے گئے تو وہاں فوجی جرنیلوں نے جب چاروں طرف دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء کو دیکھا تو یوں کہنے لگے۔ یہ دینی مدارس بالخصوص دارالعلوم حقانیہ جن کی موجودہ میڈیا اور پروپیگنڈہ میں یا سرکاری اداروں میں کوئی اہمیت نہیں مگر یہ تو درحقیقت، فوجی چھاؤنیاں اور مجاہدگری کے کارخانے ہیں یہ افغان مجاہدین، یہ دنیا کی عظیم سپر پاور کو شکست دینے والے، یہ ببرک کارمل اور نجیب اللہ کے وحشیانہ مظالم کے مقابلہ میں سیسہ پلائی دیوار بن کر عظیم استقامت کا مظاہرہ کرنے والے دینی مدارس ہی کے طلبہ اور فضلاء ہیں۔

اس تخیل سے مجھے اپنے شیخ کی عظمت

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ سے مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تک

Marfat.com

اور بھی اجاگر ہوتی گئی آج ملک بھر کے دینی مدارس میں ہمارے حضرتؒ کے تلامذہ پڑھا رہے ہیں دنیا بھر کے اطراف میں ان کے زمانہ، دارالعلوم دیوبند کے تلامذہ اور دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء پھیلے ہوئے ہیں اسی تخیل سے مجھے اپنے دادا استاذ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ یاد آئے، جن کا فیض ملکوں ملکوں پھیلا اور افغان مجاہدین میں بھی تو ان کے ایک واسطے سے شاگرد ہیں، برصغیر سمیت آج جو دنیا بھر میں دینی مدارس کا جال پھیلا ہوا ہے اس میں بھی تو ۸۰ فی صد حضرت مدنیؒ کا فیض ہے جس نے اپنے اپنے مراکز اور ماحولوں کو بقعۂ نور بنا دیا ہے۔

اکابر کے حالات، سوانح، خیالات اور واقعات سے تسلی ہوتی ہے چنانچہ آج قلب کا داعیہ تو تھا ہی، طلب بھی تڑپ کے مرحلے میں ڈھل چکی تھی اس کو غنیمت جانا اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی بارگاہ علم و معرفت میں حاضری کے لئے "مکتوبات شیخ الاسلام" کا وسیلہ اختیار کرتے ہوئے قریب دو سال، تلمذ اور استفادہ کی سعادت حاصل کی، پھر ان کی نگاہ ناز کی لذتیں، وہ کب احاطۂ بیان میں آسکتی ہیں۔ ؎

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا
نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے،

میر کارواں

حضرت مدنیؒ کے ہاں مطالعاتی حاضری میں ان کو مختلف جہات سے دیکھا سب سے پہلا تاثر یہ ابھر کر سامنے آیا کہ

سیاسی جلسوں، کانفرنسوں اور اجتماعات کے بے ہنگم انتظامات کبھی بھی ان کے مزاج، افتاد طبع اور معمولات میں فرق نہیں پیدا کر سکے، بڑے بڑے ہوٹلوں میں انتظامات امراء کی کوٹھیوں میں قیام کی درخواستوں کے باوصف وہ ایک سادہ بے تکلف مخلصانہ قیام گاہ جہاں سے مسجد قریب ہو اور جہاں معمولات آسانی سے پورے ہو سکتے ہوں، جہاں رہنے اور کھانے کے تکلفات نہ ہوں کو ہزار درجہ ترجیح دیتے تھے یہی وہ بنیادی وصف ہے جو ان کی عظمت اور ایک عظیم رہنما کے طور پر ان کو بلند ترین سٹیج پر لے آیا۔ مجھے شیخ مدنیؒ کی صورت میں اقبال کا میر کارواں نظر آیا۔ ؎

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پُرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کیلئے

Marfat.com

استقامت وعزیمت حضرت مدنیؒ کے ہاں آنکھوں نے متضاد مناظر دیکھے، ایک مرحلہ میں لوگوں میں عقیدت وارادت کا جوش بھی دیکھا ان کی نیازمندی واظہار جاں نثاری بھی دیکھی مگر حالات بدلے تو زود رنج وطوطا چشم عوام سخت برہم اور مغلوب الغضب ہوئے ان کے لاابالی رہنماؤں کو شیخ مدنی کے سامنے تند وتلخ الفاظ رو در رو کہتے بھی سنا لیکن حضرت مدنیؒ کی حالت بہرحال یکساں پائی ان مواقع پر جو چیز خاص طور پر ان میں دیکھی گئی اور واضح طور پر محسوس کی وہ ان میں ان کی شگفتگی، مستعدی وبیدار مغزی، ہر ایک کی طرف توجہ والتفات اور شب کے معمولات کی پابندی وشغولی اور استقامت وعزیمت کا مظاہرہ تھا۔

ہمت مردانہ کا عملی شاہکار اپنے مربی ومحسن محدث کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کو بہت قریب سے دیکھا۔ ۱۰سال ان کی رفاقت اور خدمت کا موقع بھی ملا وہ حضرت مدنیؒ کے صحیح جانشین اور ان کے علوم ومعارف اور اعمال واخلاق کے امین تھے، حضرتؒ اپنے شیخ حضرت مدنیؒ کا نام لیتے تو احترام سے سارا بدن جھک جاتا، نگاہوں میں ادب واحترام اور اعضاء واندام پر عشق ووارفتگی کی ادائیں آجاتی تھیں، اب جب مجھے کتابی ملاقات کا موقع ملا تو واقعتاً یہی کچھ دیکھا، شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ ایک عارف باللہ، مجاہد فی سبیل اللہ عالم دین تھے، آپ کا علم عارفانہ، عمل مجاہدانہ، اور اخلاق درویشانہ تھے وہ بیک وقت دارالعلوم دیوبند کے علوم ومعارف کے صدر نشین جمعیۃ کے سیاسی سٹیج کے مسند نشین، ریاضت کدہ کے خانقاہ نشین بھی ہیں، غرض شریعت وطریقت اور سیاست جیسے متضاد رخ مقامات کی سیر اور ان میں بیک وقت ان تک عروج آپ کی عظمت اور ہمت مردانہ کا ایک عملی شاہکار ہے ؎

یوں ہم کس نے کیے ساغر وسنداں دونوں

شیخ الہند کا عکس جمیل احقر ان کی اس جامعیت پر حیران تھا کہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے میرا عقدہ لاینحل حل کر دیا۔

Marfat.com

ہوئے ارشاد فرمایا کہ عام طور سے لوگوں نے حضرت مدنیؒ کی صرف سیاسی جدوجہد کو ان کا اصل کمال سمجھ لیا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سالہا سال حضرت شیخ الہند قدس سرہ کی خدمت و محبت میں رہنے کی جو توفیق عطا فرمائی انہوں نے اپنے شیخ کی خدمت اور عقیدت و محبت میں اپنے آپ کو جس طرح فنا کیا اور اپنی عام زندگی میں اپنے شیخؒ کے اوصاف و کمالات کو جس طرح منعکس کرنے کی کوشش کی حضرت مدنیؒ کی عظمت کے اس پہلو کو اتنا اجاگر نہیں کیا گیا جتنا اس کا حق تھا۔

حضرت شیخ الہند کی نگاہ محبت نے شیخ مدنی کی زندگی بدل دی اور شیخ مدنیؒ کی نگاہِ تجسس اور نگاہ عشق و محبت نے انہیں اپنے شیخ کا عکس جمیل بنا دیا ؎

نہ بادہ ہے نہ صراحی نہ دورِ پیمانہ
فقط نگاہ سے رنگین ہے بزمِ جانانہ

سیاسی سٹیج یا کتاب و سنت کی درس گاہ

ہندوستان کی جنگ آزادی میں شیخ الہند کی تحریک ریشمی رومال پھر شیخ مدنیؒ کی مالٹا کے جزیرہ میں اپنے استاذ کے ساتھ قید و بند کی صعوبت اور شیخ کی خدمت اور استخلاص وطن کی تحریک میں تاریخی قربانیاں سب ایک ایک کر کے سامنے آتی گئیں تاریخ کی شہادت ابھر کر سامنے آئی کہ ہندوستان کی تحریک جنگِ آزادی میں آپ کے علم اور جوشِ عمل نے اہل علم کے سیاسی حلقوں کی لاج رکھ لی استخلاص ملک و ملت کیلئے آپ نے جو قربانیاں دی ہیں وہ جریدۂ عالم سے کبھی محو نہیں ہو سکتیں ——— احقر نے دیکھا قارئین بھی بخوبی جانتے ہیں سب پر عیاں ہے اور عیاں را چہ بیاں ؛ عموماً سیاسی میدانوں کے تناور سٹیج پر پہنچ کر غیر محتاط اور ذہنی طور پر آزاد و بے باک ہو جاتے ہیں لیکن حضرت ممدوحؒ کا یہ کمال استقامت تھا کہ سیاسی اسٹیج پر بھی آپ کا تقشفِ مذہبی اس حد تک قائم رہا جس حد تک ایک مدرس کا اپنے حلقۂ درس میں قائم رہ سکتا ہے گویا آپ کا سیاسی اسٹیج بھی درس کتاب و سنت ہی کا محل و مقام ہوتا تھا جس سے وہی آثار خیر و برکت ہویدا ہوتے تھے جو کتاب سنت کے خصوصی آثار ہو سکتے ہیں۔

Marfat.com

مدارِ نجات نسب نہیں عمل ہے

المجاہد فی سبیل اللہ کی مجلس میں علم پروانہ حقائق اور عمل آفرین دقائق جو شرعی رہنمائی کے ساتھ عرفانی ارشادات اور سیاسی ہدایات کے جامع تھے بہت سے کار آمد فوائد موجود تھے اس زلال حیات سے ابدی زندگی کا حصول سہل ہو جاتا تھا۔ حضرت کی مجلس میں حاضری کے وقت سب سے پہلا ارشاد (جو دل پر نقش اور دماغ پر پتھر کی لکیر بن گیا) سنا تو باطن کی کیفیت بدل گئی۔ ارشاد فرمایا۔

میں تو اپنے نام کے ساتھ سید لکھتا بھی نہیں ہوں جس کی وجہ یہ ہے کہ مدارِ نجات نسب نہیں ہے عمل ہے اگر نسبی حیثیت سے کوئی اعلیٰ درجے کا عالی نسب ہے مگر اعمال قبیح ہیں تو مثل پسرِ نوح علیہ السلام کے وہ راندہ درگاہ خداوندی ہے اور اگر چمار زادہ یا بھنگی زادہ ہے مگر وہ مسلمان متقی ہے تو اس کی فوز و فلاح مثل حضرت بلال و صہیب رضوان اللہ علیہما ہے میرے عمل اس ادعا (سید زادہ ہونا) کی اجازت نہیں دیتے مجھ کو شرم آتی ہے اگر قبولیت عند اللہ نصیب ہو جائے تو نجاح و فلاح ہے ورنہ سب ہیچ ہے۔

ابتلاء اور آزمائش کیوں؟

مثل مشہور ہے کہ دیوانہ بکار خویش ہشیار باشد احقر گذشتہ دو تین ہفتوں سے کچھ مشکلات کچھ پریشانیوں، کچھ اپنوں کی مہربانیوں، کچھ اغیار کی جفاؤں اور کچھ حوادثات اور غیر متوقع حالات میں گھر جانے کی وجہ سے پریشان اور مضطرب الحال رہا۔ موقع غنیمت جانا شاید پھر ملاقات ہو یا نہ ہو، احقر نے اپنی تمام تر صورت حال عرض کر دی۔ مکتوبات جلد اوّل کے حوالہ سے ارشاد فرمایا۔

کیا عجب کہ رؤف و رحیم کے یہاں اس ابتلاء میں کوئی بڑی خیر مضمر ہو۔

حضرت سہیل تستریؒ فرماتے ہیں

اگر بلا از طرف حق نہ بودے	اگر خدا کی جانب سے مصیبت اور
بندگان را طریق الی اللہ نمی بود	آزمائش نہ ہوا کرتی تو خدا تک پہنچنے کا
	راستہ ہی مفقود ہو جاتا۔

Marfat.com

حضرت ابوسعید خراز رحمہ اللہ فرماتے ہیں
بلائے خدا تعالیٰ محبین را تحفہ و ہدیہ و تحریک سلسلہ مواصلت مضمر است

مصیبت و آزمائش محبین اور عاشقان مولیٰ کے لیئے تحفہ اور ہدیہ اور پوشیدہ تعلق کی سلسلہ جنبانی ہے۔

عارف اور مصیبت

رویمؒ فرماتے ہیں۔

عالم از بلا استغاثہ مے کند و صرفِ او مے خواہد و عارف بیلا لذت مے گردد و ہرگز کشفِ او نمے خواہد

دنیا مصیبت سے فریاد کرتی ہے اور چاہتی ہے کہ وہ ہٹ جائے مگر عارف اس سے لذت حاصل کرتا ہے اور اس کے ازالے کی خواہش نہیں کرتا

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں۔
بلا چراغ عارفین و تنبیہ مریدین است و ہلاک غافلین

مصیبت عارفین کیلئے چراغ ہے مریدین اور راہ سلوک کے راہرو کیلئے تنبیہ ہے اور غافلوں کیلئے ہلاکت ہے۔

حضرت مدنیؒ نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے مزید ارشاد فرمایا۔
میرے محترم! اس بلا میں اہل عقل و انصاف خوش ہوتے ہی ضرب الجبیب ذبیب دوست کی ماریں بھی مٹھاس ہے۔ مشہور مقولہ ہے بالخصوص اس فراغت اور خلوت کی بنا پر جس کے ذریعہ اہل دل بہت زیادہ مجالست مع الحبیب رکھتے ہیں

فاغتنم ایها الاخ هذه الفرصه۔ ولا تضیعها بقیل وقال وبما لا یعنی فان العمر قصیر والطریق طویل والعوائق کثیره۔

برادر من! اس فرصت کو غنیمت جانو! اس کو قیل وقال اور بے فائدہ باتوں میں ضائع مت کرو کیونکہ عمر تھوڑی ہے اور راستہ لمبا ہے اور مشکلات بہت ہیں۔

عشاء کے بعد کسی وقت ہی نفل پڑھ لینا تہجد ہے

گذشتہ کئی روز سے یہاں اپنے احباب میں یہ بات

Marfat.com

چل پڑی تھی کہ جب علمی کام ہو، بحث وتحقیق، تدریس اور تصنیف وتالیف کا شغل ہو، دن بھر علمی مطالعاتی مشاغل ہوں اور رات کو اُن کی ترتیب وتالیف کی ذمہ داری ہو ایسے عالم میں اگر تہجد رہ جائے تو کیا بنے گا؟ آخر تہجد کے بغیر کیا علمی مساعی کی بھی کوئی حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔

چنانچہ احقر نے یہی مسئلہ امام العصر حضرت شیخ مدنیؒ سے دریافت کیا تو ارشاد فرمایا

"آخر شب تہجد کی بھی کوشش کیجئے اگر مشاغل کی کثرت سے موقع نہ ملے تو چنداں مضائقہ نہیں ہے کیونکہ حسن نیت بھی مفید نتائج پیدا کرتی ہے اگر سوتے وقت دو رکعت سورہ بقرہ آخر رکوع کے ساتھ پڑھ لیں تو کافی ہے انشاء اللہ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں اس سلسلے میں وارد ہے نیز عشاء کے بعد کسی وقت نماز پڑھنا تہجد ہے کیونکہ اس میں ترک نوم ہے اگر مطالعہ سے فراغت پانے کے بعد قبل استراحت دو رکعت پڑھ لیں تو یہ بھی تہجد ہو جائے گی۔"

جو بلند مرتبہ چاہتے ہیں وہ راتوں کو جاگتے ہیں

امت اور تلامذہ ومحبین کیلئے تو آپ نے یسر کر دیا آسانی اور رخصت کی راہ بتادی مگر خود عزیمت پر عمل رہا جس زمانہ میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن اور ان کے رفقاء مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا عزیز گل کو گرفتار کرکے جزیرہ مالٹا میں بھیج دیا گیا تھا جہاں یہ حضرات ساڑھے چار سال مقید رہے۔ حضرت شیخ الہند معمر اور مریض تھے ٹھنڈا پانی استعمال کرنے سے تکلیف ہوتی تھی اور مالٹا میں بلا کی سردی پڑتی ہے مگر گرم پانی کہاں سے آئے، اپنے شیخ ومربی اور محسن واستاد حضرت شیخ الہند کو گرم پانی مہیا کرنے کے لئے مولانا مدنی عشاء اور ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد برتن میں پانی ڈال کر پیٹ سے لگا کر ساری رات بیٹھے رہتے اور تہجد کے وقت بکمال ادب واحترام سے اپنے شیخ حضرت شیخ الہند کی خدمت میں پیش کر دیتے ــــــ

حضرت مدنی کا اپنا عمل۔

Marfat.com

عطار ہو، رومی ہو رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحرگاہی

وہ ایک عظیم انسان تھے

حضرت مدنی کی سیاسی عظمت، علمی مقام، دینی وجاہت، محبوبیت، اور رتبہ ومقام کے پیش نظر ذہن نے ان کے کئی پُروقار ہیئتیں ترکیب دے رکھی تھیں مگر سوانحی اور مطالعاتی ملاقات میں جب قریب سے دیکھا تو بس وہ ایک انسان، ایک عظیم انسان، ایک شفیق انسان، ایک ہمدرد اور ایک باخدا انسان کی صورت میں سامنے آئے ان کی عملی زندگی، ان کی علمی زندگی ان کی انفرادی زندگی اور ان کی اجتماعی زندگی ایک سمجھدار ذی فہم اور بندہ خدا کی زندگی تھی۔

ان کی زندگی کو مختلف زاویوں سے دیکھا سفروں میں جاڑے کی راتوں میں پلیٹ فارم پر دیکھا کسی کونہ میں مصلی پر کھڑے ہوکر تہجد میں مشغول ہیں خدام گزارش کرتے ہیں کہ حضرت ویٹنگ روم میں کیوں نہیں کھڑے ہوگئے تو جواب ملتا ہے لوگوں کی نیند خراب ہوتی، مجھ جیسے شیخی خورے اور روسیاہ انسان کو کیا حق ہے کہ وہ خدا کے بندوں کو پریشان کرے۔

خدمتِ خلق

۱۲ بجے رات کو بخاری شریف کا درس دے کر فارغ ہوتے ہیں سیدھے مہمان خانے میں تشریف لاتے ہیں مہمانوں کے بستر اور تکیوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں ایک دیہاتی مہمان کو تکلیف میں پاتے ہی پتہ چلتا ہے کہ یہ شخص حقہ کا عادی ہے فوراً چلم لے کر جاتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے اسے حقہ بھر کر پلاتے ہیں۔ حق کی طرف توجہ کا یہ حال کہ ایک قدم بھی شریعت اور سنت کے خلاف نہیں اٹھتا منہ پر اگر کوئی تعریف کرتا ہے تو کھڑے ہوکر اسے روک دیتے ہیں، مجال نہیں کہ سٹیج پر کوئی شاعر شیخ کی مدح میں قصیدہ پڑھے۔

صاحب جمال درویش کا جلال

جہاں کسی نے تعریف میں زبان کھولی تو جمالی درویش کا جلال بھڑک اٹھا بندگی کا اتنا گہرا رنگ کہ اگر کوئی عقیدت کے جوش میں ہاتھ چومنے کے لئے ذرا جھکے تو ہاتھ کھینچ لیں۔ کسی کو پیر دبانے کی ذرا اجازت نہ دیں اور خود رات کو سوتے میں اپنے مہمانوں کو ہمیشہ دباتے رہیں پھر توجہ

Marfat.com

الی الخلق کا یہ عالم کہ بندہ گانِ الٰہی کو انگریزی سامراج کے ظلم کی چکی میں پستا ہوا دیکھا تو پوری قوت سے آزادیٔ وطن کے لئے میدان میں اتر آئے ذکر الٰہی اور محبت رسول پر وعظ فرمایا تو دلوں کو نورِ ایمان سے روشن کردیا برطانوی سامراج کے مذموم ارادوں اور انسانیت سوز مظالم پر تقریر کی تو کمزوروں میں حریت و آزادی کی تڑپ پیدا کی۔

پھر آزادی کی جدوجہد کسی لالچ میں نہیں، کسی عہدے کے لئے نہیں صرف بندہ گانِ الٰہی کو ظلم سے نجات دلانے کے لئے وطن عزیز کی پیشانی سے غلامی کا داغ مٹانے کے لئے اور صرف حب وطن کی سنتِ رسول کو زندہ کرنے کے لئے۔

شیخ مدنی کا سراپا مولانا عبدالماجد دریاآبادی کی قلم سے

میں حضرت شیخ کے فضائل اخلاق اور محاسن اعمال کے حسن و جمال کے جلووں میں مستغرق تھا کہ مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے اپنے علمی ادبی اور نرالے انداز میں شیخ مدنی کا جلوۂ جہاں آراء کا سراپا سامنے رکھدیا، ان کے اس شاندار ایجاز اور جامع و جاندار انداز پر احقر عش عش کر اٹھا لیجئے آپ بھی حظ وافر حاصل کیجئے۔

"شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی مدظلہ العالی کے فضل و کمال مرتبہ و مقام پر گفتگو تو وہ کرے۔ جو خود بھی کچھ ہو۔ مجھے ذاتی تجربہ اور عینی مشاہدہ تو مولانا کے ایک ہی کمال اور ایک ہی کرامت کا ہے اور وہ آپ کی بے نفسی، سادگی، تواضع اور انکساری اور خدمت خلق کا عشق ہے۔ کہتا ہوں اور گویا خانۂ شہادت میں کھڑا ہوا بیان دے رہا ہوں کہ وہ بہترین دوست ہیں۔ بہترین رفیقِ سفر ہیں۔ مہمان ہو۔ تو آپ کی میزبانی میں اپنے معمولات کو ترک کردیں گے۔ روپیہ پیسہ کی ضرورت پیش آئے تو خود قرضدار ہو جائیں گے۔ لیکن آپ کی حاجت ضرور کہیں سے پوری کردیں گے۔ خدانخواستہ بیمار پڑ جائیے تو تیمارداری میں دن رات ایک کردیں گے۔ نوکری کی ضرورت پیش آئے۔ کوئی مقدمہ کھڑا ہو۔ کسی امتحان میں بیٹھ جائیے تو سفارشناموں میں اور عملی دوڑ دھوپ میں نہ اپنے مرتبہ کا لحاظ کریں گے۔ نہ اپنی صحت کا اور نہ خرچ کا۔ جس طرح بھی ہوگا۔ آپ کا کام نکالنے پر تل جائیں گے۔ اپنے بزرگوں کے ساتھ جو معاملہ بھی رکھتے ہوں۔ اپنے خوردوں شاگردوں اور مریدوں

Marfat.com

کے ساتھ یہ روش رکھتے ہیں کہ خادم کو مخدوم بنا کر ہی چھوڑتے ہیں۔ حالی کے شعر کے معنے اب جاکر روشن ہوئے ہیں ؎

ہم نے ہر ادنیٰ کو اعلیٰ کر دیا　　خاکساری اپنی کام آئی

بہت سنا ہے کہ یہ شان محمود الحسن شیخ الہند دیوبندی کی تھی۔ اگر یہ صحیح ہے تو جانشینی کا حق ان سے زاید کسی کو نہیں پہنچتا۔ فرصت میسر آتی تو اس متن کی شرح بھی اپنے قلم سے کرتا اور پھر نوبت شرح پر حواشی کی آتی۔ اور ایک مختصر المعانی پر کئی کئی مفصل اور مطول تیار ہو جاتے۔ ؎

سفینہ چاہیئے اس بحر بیکراں کے لئے

مجھے مولانا عبدالماجد دریا آبادی کی اس تحریر نے حیرت میں ڈال دیا تھا کہ امام لاہوری نے مزید شہادت مہیا کر دی اور ارشاد فرمایا۔

یہ حضور کی بندہ نوازی ہے جو سمجھ سے باہر ہے

جب حضرت مدنیؒ آخری حج سے تشریف لا رہے تھے تو ہم لوگ سٹیشن پر شرفِ زیارت کے لئے گئے۔ حضرت کے متوسلین میں سے ایک صاحب محمد عارف ضلع جھنگ دیوبند تک ساتھ گئے۔ ان کا بیان ہے کہ ٹرین میں ایک ہندو جنٹلمین بھی تھے جن کو ضرورتِ فراغت لاحق ہوئی۔ وہ رفع حاجت کے لئے گئے اور الٹے پاؤں بادلِ نخواستہ واپس ہوئے۔ حضرت مولانا مدنی سمجھ گئے۔ فوراً چند سگریٹ کی ڈبیاں اِدھر اُدھر سے اکٹھی کیں اور لوٹا لے کر پاخانہ میں گئے اور اچھی طرح صاف کر دیا اور ہندو دوست سے فرمانے لگے کہ جائیے پاخانہ تو بالکل صاف ہے۔ نوجوان نے کہا کہ مولانا میں نے دیکھا ہے پاخانہ بالکل بھرا ہوا ہے۔ قصہ مختصر وہ اٹھا اور جا کر دیکھا تو پاخانہ بالکل صاف تھا۔ بہت متاثر ہوا۔ اور بھرپور عقیدت کے ساتھ عرض کرنے لگا۔ یہ حضور کی بندہ نوازی ہے جو سمجھ سے باہر ہے۔

راقم الحروف کو یہ بات بھی پہنچی ہے کہ اسی واقعہ کو دیکھنے پر یا اس طرح کے کسی دوسرے موقعہ پر اسی ڈبہ میں خواجہ نظام الدین تونسوی مرحوم نے اس ڈبہ میں ایک ساتھی

Marfat.com

سے پوچھا کہ یہ کھدر پوش کون ہے جواب ملا کہ یہ حسین احمد مدنی ہیں تو خواجہ صاحب مرحوم بے اختیار ہو کر حضرت مدنی کے پاؤں سے لپٹ گئے اور رونے لگے۔ حضرت نے جلد پاؤں چھڑائے اور پوچھا کیا بات ہے تو خواجہ صاحب نے کہا۔ سیاسی اختلافات کی وجہ سے میں نے آپ کے خلاف فتوے دیئے اور برا بھلا کہا۔ اگر آج آپ کے اس اعلیٰ کردار کو دیکھ کر تائب نہ ہوتا تو شاید سیدھا جہنم میں جاتا۔

حضرت نے فرمایا ــــ میرے بھائی میں نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا ہے۔ اور وہ سنت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک یہودی مہمان نے بستر پر پاخانہ کر دیا تھا۔ صبح جلدی اٹھ کر چلا گیا۔ جب اپنی بھولی ہوئی تلوار لینے واپس آیا تو دیکھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس اپنے دستِ مبارک سے بستر کو دھو رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا۔

میرے والدین کے نکاح کے گواہ زندہ ہیں

صبر و تحمل، استقامت، بردباری اور تواضع و انکسار کے الفاظ بارہا سنے اس موضوع پر مطالعہ بھی کیا، حکایات بھی سنیں، مواعظ سے بھی لطف اندوز ہوا مگر عملی نمونہ نہیں دیکھا تھا آج شیخ مدنی کے ہاں اس کی عملی اور علمی تصویر بھی دیکھ لی۔

چنانچہ مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادے مولانا حبیب اللہ جو برسوں سے مسجد نبوی میں درسِ حدیث دیتے رہے دورۂ حدیث میں شریک تھے۔ کسی گستاخ نے ایک رقعہ بھیجا۔ جس کا جواب حضرت نے دوسری نشست میں نہایت نرم و شائستگی سے دیا اور فرمایا کہ کسی دوست نے مجھ کو یہ رقعہ لکھا ہے کہ تو اپنے باپ سے نہیں ہے۔ تمام مجلس میں ہیجان برپا ہو گیا۔ اور ہر طالب علم غیض و غضب میں بھر گیا۔ آپ نے فرمایا۔ خبردار! کسی کو غصہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا حق ہے کہ میں اس کی تسلی کر دوں۔

فرمایا:۔ میں ضلع فیض آباد قصبہ ٹانڈہ محلہ الہ داد پور کا رہنے والا ہوں اس وقت بھی میرے والدین کے نکاح کے گواہ زندہ ہیں۔ خط بھیج کر یا جا کر سمجھ لیا جائے"۔ العظمۃ للہ۔ بردباری کی انتہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ پہلوان وہ نہیں ہے جو کسی کو

Marfat.com

بچھاڑدے۔ بلکہ بہادر وہ ہے کہ غصہ کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے اور اپنے نفس سے کو مغلوب کردے۔ (او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم)

عظمت کا راز حضرت کی عظمت اور اس قدر رفعت کا راز ان کی ان تھک جدوجہد اور مسلسل کام ہے پھر جس کے لئے کام کرتے ہیں وہ کام بھی جانتے ہیں اور نام بھی، چنانچہ احقر نے جب دریافت کیا تو ارشاد فرمایا۔

ہم عبید ہیں ہمارا کام عبودیت اور امتثال امر ہے عاجزی اور نیازمندی ہے۔ خواہ ہمت افزائی اور اجابت ہو یا نہ ہو ؎

یابم او را یا نہ یابم جستجوئے مے کنم
بشنود یا نشنود من گفتگوئے مے کنم

میں اپنے محبوب کو پاؤں یا نہ پاؤں اسکے پانے کی جستجو بہر حال کرتا رہوں گا، وہ میری درخواست سنے یا نہ سنے میں اپنی معروضات پیش کرتا رہوں گا۔

اخلاص حضرت مدنی کو انسانی بلندی کے اعلیٰ معیاروں پر پورا پایا اخلاص و بے غرضی ان کی زندگی کا جوہر اور ان کے تمام اعمال و مساعی اور سرگرمیوں کا محرک تھا جس طرح بعض غیر مخلصین کے لئے کسی حالت اور کسی کام میں بھی مخلص بننا مشکل ہے عدم اخلاص اور غرض پرستی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے، اسی طرح حضرت مدنی کے لئے جن کی سرشت میں اللہ نے اخلاص رکھا ہے غیر مخلص بننا ناممکن ہوتا تھا ان کی فطرت غیر اختیاری طریقہ پر اخلاص کی طرف چلتی تھی۔

Marfat.com

امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

۱۳۱۰ھ ـــــــــــ ۱۳۸۱ھ

گذشتہ چار سال سے ماہنامہ "الحق" کے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نمبر پر مسلسل کام کرنے کی سعادت حاصل رہی اور اب وہ ڈیڑھ ماہ بعد ستمبر ۹۲ء میں انشاء اللہ منظر عام پر آنے والا ہے چونکہ کام سمیٹنا بھی ہے اور اس کی جامعیت اور معیار کو بھی ملحوظ رکھنا ہے اس لئے احقر کا گذشتہ عشرہ شدید مصروف رہا طبیعت اسی کام میں ڈھل گئی۔ شدت کی گرمی، وسائل کی کمی اور پھر کام کرنے کے لئے کسی مناسب و موزوں جگہ کے میسر نہ ہونے کی وجہ سے طبیعت میں اکتاہٹ تو بشر کی فطری کمزوری ہے۔ مگر ملاقاتیوں اور زیارت و ملاقات کے بہانے وقت ضائع کرنے والے مہربانوں نے تو اور بھی جلتی پر تیل چھڑکنے کا اجر و ثواب کمانے میں بھرپور سعی کر رکھی ہے مسلسل ایک ہی کام اور اسی کام کے فکر و ہم سے طبیعت میں نشاط نہ رہا تو جی میں خیال آیا کہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی محفل عشق و محبت اور مجلس درد و سوز میں کیوں نہ حاضری دی جائے کہ وہ روتوں کو ہنساتے اور ہنسنے والوں کو رُلاتے ہیں پھر احقر کے بچپن کے محسن بھی تو وہی ہیں۔

تذکرہ اپنے ایک استاذ کا یاد پڑتا ہے کہ احقر نویں جماعت کا طالب علم تھا درابن ہائی سکول (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) کے ہاسٹل میں قیام ہوا کرتا تھا اپنے گاؤں کے معروف عالم دین حضرت مدنیؒ کے تلمیذ رشید، شیخ درخواستی کے عاشق زار، درویش منش داعی حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالحلیم صاحب۔ اسی سکول میں دینیات کے ماسٹر تھے۔ ان کی خدمت، رفاقت، قربت اور صحبت نے احقر کی زندگی کی کایا پلٹ دی ٹیکنیکل سائنس پڑھنے والا طالب علم دینی کتابوں کے مطالعہ، حفظ القرآن، اور علوم نبوت کے لئے بے تابی کے

Marfat.com

دریاؤں میں مستغرق ہو گیا۔

انہوں نے عوام میں تبلیغی اور مطالعاتی مقاصد کے پیشِ نظر اپنی ذاتی کتابوں پر مشتمل بازار میں لائبریری کھول رکھی تھی۔ لائبریری نے " حیاتِ امیرِ شریعت " مصنفہ مرزا جانباز۔ نامی کتابوں کو اس طرح سجا رکھا تھا کہ اس کے اندر حضرت شاہ صاحب کی تصویر ظاہر کر دی گئی تھی احقر اس تصویر پر فریفتہ تھا دل کی بے تابیوں اور عشق کے ولولوں نے مجبور کیا اور اپنے استاذ کی لائبریری سے وہ کتاب اس طرح اٹھائی کہ آج تک انہیں پتہ نہ لگ سکا کہ کتاب کس طرح اٹھائی گئی اور اس کے لے جانے والا کون ہے؟

اکابر سے سنا ہے کہ بعض اوقات شر میں خیر اور تخریب میں تعمیر کا راز مضمر ہوتا ہے میرے بارے میں قدرت کے کرشموں نے کوئی ایسی تکوینی تقدیر مرتب کر لی تھی۔ وہ کتاب میرے سینے پر پڑی رہتی۔ اس کی اُردو عبارت اس کا ادیبانہ طرز، اس کی تاریخی عظمتیں تو سمجھ میں نہیں آتی تھیں مگر اتنا یاد ہے کہ وہ کتاب بار بار پڑھ ڈالی اس کے اشعار ازبر ہو گئے اس کے جملے زبان پر چڑھ گئے اس کی تصویریں نقش ہو گئیں اس طرح سید عطاء اللہ بخاریؒ میرے محبوب بن گئے اور دل نے فیصلہ کر لیا کہ آئندہ زندگی ان کی راہ پر چلنا ہے کہ وہ بڑے لوگ تھے کامیاب تھے اور مقصدِ حیات کی پگڈنڈی پر چل رہے تھے۔

بعد میں جب دینی علوم کی تحصیل کے لیے باقاعدہ درسِ نظامی میں داخلہ لیا تو غالباً احقر کی تعلیم کا چوتھا سال تھا کہ مذکورہ مسروقہ کتاب کی قیمت چندہ کے عنوان سے لائبریری فنڈ میں داخل کر دی اور اس طرح سرقہ کتاب کے عذاب سے عنداللہ بری الذمہ ہو گیا۔

اس تصور سے گویا شاہ جی میرے محسن ہیں، میرے مربی ہیں اور میرے استاذ ہیں جب ان کا نام آتا ہے تو دل دھڑکتا ہے اور آنکھوں میں تجسس اور طبیعت میں اضطراب آ جاتا ہے احقر اس تمام تر لپس منظر اور حسین تصویر کے ساتھ حضرت شاہ صاحب کی مجلس میں حاضر ہو گیا۔

جمالِ ہم نشین اول وھلہ میں دیکھا تو وہ حدیث پاک (اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل میں بیان کر کے سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور شعر پڑھ رہے تھے۔

Marfat.com

گلے خوشبوئے در حمام روزے
رسید از دستِ محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری
کہ از بوئے دلآویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم
ولیکن مدتے با گل نشستم
جمالِ ہم نشین در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

نبوت کے بہترین گواہ شاہ جیؒ نے مختلف اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت کا دو صحابہؓ کبار کو بہترین گواہ قرار دیا۔ پہلے جناب حضرت عمر بن خطابؓ اور دوسرے حضرت خالد بن ولیدؓ کو۔ کسی نے عرض کیا حضرت! اور ابوبکر صدیقؓ؟ ارشاد فرمایا ان کی اس مقدمے میں سرکاری گواہ کی حیثیت تھی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے سے دوست تھے لیکن یہ دونوں بہادر دشمن اور سخت دشمن تھے لیکن نبوت کی صداقت کو یقین کر کے شرف ایمان حاصل کر گئے۔ وہ حدیث رسولؐ کو نبوت کی مثل فرمایا کرتے تھے اور کہتے کہ اب کچھ لوگ اس مثل ہی کو غتر بود کرنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔

کھاتے رہو پیتے رہو روزہ نہیں ٹوٹے گا شاہ جی کی علمی عظمت سیاسی منزلت، مذہبی جاہ جلال اور خطابت کی شہنشاہیت کا جواب نہیں مگر بزم کی مجلس اور محفل احباب میں بھی تو وہ سب کے دلوں کی دھڑکن ہوا کرتے تھے جس محفل میں ہوتے میر مجلس ہوتے لطائف کا دور چلتا تو محفل کشتِ زعفران بن جاتی۔

ایک وکیل نے رمضان کے دنوں میں شاہ جی سے بزعم خویش مذاق کرتے ہوئے کہا حضرت علماء تعبیر و تاویل میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ کوئی ایسا نسخہ تجویز فرمائیے کہ آدمی کھاتا پیتا رہے اور روزہ بھی نہ ٹوٹے فرمایا سہل ہے، قلم کا غذ لے کر لکھو!

Marfat.com

"ایسا مرد چاہیئے جو اس وکیل صاحب کو صبح صادق سے مغرب تک جوتے مارتا جائے یہ جوتے کھاتے جائیں اور غصّے کو پیتے جائیں اسی طرح کھاتے جائیں اور پیتے جائیں"۔

فرمایا ! جاؤ اس طرح کھاتے پیتے رہو روزہ کبھی نہ ٹوٹے گا۔

بشریتِ رسولؐ

آج ملک میں نور و بشر کے جھگڑے نے جو طوفان مچا رکھا ہے کسی بھی ذی ہوش سے مخفی نہیں دونوں طرف کتابوں اور دلائل کے انبار لگ رہے ہیں جب شاہ صاحب نے دیکھا کہ لوگ اس موضوع پر ملت کی کشتی ڈبونا چاہتے ہیں تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بشریت کے منکرین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"بھائی لوگو ! آپ کے کبوتروں کی بھی نسل ہو اور بٹیروں کی بھی ـــــ لیکن ایک ہم سید ایسے ہیں کہ جن کی نسل نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تم بشر نہیں مانتے ہو تو پھر ہم کس کی اولاد ہوئے ؟"

صاحبزادہ فیض الحسن شاہ ایک زمانے میں جماعت احرار کے اکابر میں سے تھے پھر بریلوی عقائد کے مبلغ بنے۔ اور نوری و خاکی کے چکر میں محصور ـــــ کسی نے سوال کیا شاہ جی صاحبزادہ صاحب آپ کو کیوں چھوڑ گئے۔ فرمایا۔

"بھائی وہ نوری ہے ہم خاکی ہیں ان نوریوں سے وفا کی امید ہی کیا سب سے بڑے نوری (جبرائیل علیہ السلام) میرے نانا کو (شب معراج) راستہ میں چھوڑ گئے تھے۔ حضور صلعم نے کہا کہ آگے چلو، کہا اس سے آگے پَر جل جائیں گے۔ نتیجتاً نوری رہ گیا خاکی آگے نکل گیا۔"

ناقص سوال کا شگفتہ جواب

اسی دوست نے پوچھا حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہما) میں کیا فرق ہے فرمایا خدیجہؓ کا نکاح محمد بن عبداللہ سے ہوا تھا عائشہؓ کا عقد محمد الرسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے وہ محمد (صلعم) کی زوجہ بنیں۔ یہ نبوت کی۔ یہ گویا ایک ناقص سوال کا شگفتہ جواب، لیکن ان لوگوں کے لئے مسکت جواب تھا۔ جو ازواج مطہرات میں بھی بغاوت کے حاشیے باندھتے ہیں۔

Marfat.com

پیکر حکمت و ظرافت

حضرت امیر شریعت ایک عہد ایک ادارہ ، ایک انجمن اور ایک تاریخ تھے ۔ گفتگو طرازی میں ان کا مثیل ملنا مشکل ہے وہ خاص صحبتوں میں بالکل ایک ادیب ، ایک فقیر ، ایک شاعر ، ایک درویش ، ایک متکلم ، ایک صوفی ، ایک نقاد ، ایک عالم اور ایک دوست ہوتے تھے ۔ ان میں سے جس تار کو بھی چھیڑ لو وہی نغمے پھوٹنے لگتے پھر گلفشانی گفتار ، بہار کی طرح پھیلتی جاتی تھی ۔ ایک نقص یہ ضرور تھا کہ اپنی گفتگو لکھنے نہیں دیتے تھے ورنہ انہوں نے تمام زندگی الفاظ و تراکیب کے اتنے انبار لگائے اور لطائف و ظرافت کے اتنے موتی بکھیرے ہیں کہ ایک شاہکار دماغ ہی سے اس کی توقع کی جا سکتی ہے پھر حکمتوں اور بذلہ سنجیوں میں تو وہ ثانی نہیں رکھتے تھے ۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد تھا کہ شاہ جی کی باتیں عطا اللہی ہوتی ہیں ۔

جب روٹی مقصد ہو تو کتا اور انسان ایک برابر ہیں

بعض اوقات ان کا ایک ایک جملہ ، ضخیم کتابوں اور عظیم ڈکشنریوں پر بھاری ہوتا تھا ۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا ۔

"جو لوگ روٹی کے لئے جد و جہد کرتے اور اسی کے لئے جیتے ہیں ان میں اور ایک کتے میں کوئی فرق نہیں ۔ وہ بھی روٹی کیلئے بھونکتا ہے اور دُم ہلا کر مالک کے پیچھے چلتا ہے ۔ روٹی کوئی چیز نہیں اصل چیز عقیدہ اور اس کے مطابق زندگی بسر کرنے کی دُھن ہے ۔"

ایک حرف آرزو اور ایک تمنا

شاہ جی زندگی کے آخری ایام گذار رہے تھے قوم و ملت اور برصغیر کے مسلمانوں کی بات آئی ، کچھ لوگوں نے انقلاب انقلاب کی بات کی ، شاہ جی قوم کے مجموعی طرز عمل سے مایوس تھے سرد آہ بھر کر ارشاد فرمایا

"چوالیس برس لوگوں کو قرآن سنایا پہاڑوں کو سناتا تو عجب نہ تھا کہ ان کی سنگینی کے دل چھوٹ جاتے ۔ غاروں سے ہمکلام ہوتا تو جھوم اٹھتے ، چٹانوں کو جھنجوڑتا تو چلنے لگتے ، سمندروں سے مخاطب ہوتا تو ہمیشہ کے لئے طوفان بلند ہو جاتے ۔ درختوں کو پکارتا تو وہ دوڑنے لگتے کنکریوں سے کہتا تو وہ لبیک کہہ اٹھتیں سر سر سے

Marfat.com

گویا ہوتا تو وہ صبا ہو جاتی دھرتی کو سناتا تو اس کے سینے میں بڑے بڑے شگاف پڑ جاتے، جنگل لہرانے لگتے صحرا سرسبز ہو جاتے ہیں تے ان لوگوں کو خطاب کیا جن کی زمینیں بنجر ہو چکی ہیں۔ جن کے ہاں دل و دماغ کا قحط ہے جن کے ضمیر عاجز آ چکے ہیں۔ جو برف کی طرح ٹھنڈے ہو چکے ہیں۔ جنکی بستیاں انتہائی خطرناک ہیں، جہاں کا ٹھہرنا المناک اور جن سے گزرنا طرب ناک جن کے سب سے بڑے معبود کا نام طاقت ہے۔"

ختم نبوت کی حفاظت تحفظ ختم نبوت حضرت شاہ صاحب کی زندگی کا مشن تھا اور پاکستان بننے کے بعد انہوں نے اپنی تمام تر مساعی اس کے لئے وقف کر دی تھیں، ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"ختم نبوت کی حفاظت میرا جزو ایمان ہے جو شخص بھی اس رداء کو چوری کرے گا، جی نہیں چوری کا حوصلہ کرے گا میں اُس کے گریبان کی دھجیاں پھاڑ دوں گا میں میاں (حضور صلعم کو شاہ جیؒ میاں کہا کرتے تھے) کے سوا کسی کا نہیں نہ اپنا نہ پرایا میں انہوں کا ہوں وہی میرے ہیں۔ جن کے حسن و جمال کو خود رب کعبہ نے قسمیں کھا کھا کر آراستہ کیا ہو میں ان کے حسن جمال پر نہ مرمٹوں تو لعنت ہے مجھ پر اور ان پر جو ان کا نام تو لیتے ہیں لیکن سارقوں کی خیرہ چشمی کا تماشا دیکھتے ہیں۔

دولت انسان کی خدمت کے لئے مخدوم بننے کے لئے نہیں یورپ کے صنعتی انقلاب اور مادی تہذیب نے اگرچہ ساری دنیا کا رخ "من" سے "تن" کی طرف پھیر دیا ہے اور دلوں کی انگیٹھیاں عرصہ سے سرد ہو چکی ہیں۔ ع

دل کے ہنگامے مئے مغرب نے کر ڈالے خموش

مگر حضرت شاہ صاحب من کی دنیا اور استغنا کی دولت سے بھی مالا مال تھے۔ دولت سے بے رغبتی آپ کی طبیعت ثانیہ تھی آپ کے ایک نہایت مخلص خادم کا بیان ہے کہ میں تے

Marfat.com

شاہ صاحب سے بارہا سنا تھا کہ منتظمین جلسوں کے موقعہ پر جو مصارف سفر پیش کرتے تو آپ انہیں کبھی نہیں گنتے تھے کہیں سفر خرچ نہ ملا تو شاہ صاحب کو اس کی کوئی پرواہ نہ تھی عقیدت مند ہدیہ پیش کرتے تو اسے بھی اسی طرح قبول فرما لیتے اس مخلص خادم کا بیان ہے کہ میں نے آپ کے اس بیان کی تحقیق کے لئے ایک دفعہ جب کہ شاہ صاحب وضو کر رہے تھے آپ کے اچکن سے چالیس روپے نکال لیے بعد میں منتظر رہا کہ شاہ صاحب کہیں چوری کی شکایت کریں مگر معلوم ہوا کہ شاہ صاحبؒ کو اس گمشدگی کا پتہ نہیں چند ماہ گزرنے کے بعد میں نے وہ رقم پھر آپ کی جیب میں ڈال دی تو پھر بھی آپ کو اس اضافے کا پتہ نہ چل سکا میں نے جب پوری بات بتائی تو آپ نے بڑے تعجب سے فرمایا۔

"بھائی پچیس ۲۵ سال سے جماعت کے ساتھی ہو ابھی تک تمہیں میرے ایمان کا پتہ نہیں چلا، دولت انسان کی خدمت کے لئے ہے مخدوم بننے کے لئے نہیں مال جمع کرنے اور گننے میں لذت محسوس کرنا اہل جہنم کا نشان ہے (جَمَعَ مَالاً وَّعَدَّدَہ) اچھے لوگوں کے حق میں نہیں۔"

Marfat.com

شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ

۱۳۰۴ھ ———— ۱۳۸۱ھ

آج کی علمی، مطالعاتی اور کتابی ملاقات کی سعادت حضرت الامام الاہوریؒ سے حاصل کر رہے ہیں۔ اگرچہ انگریزوں کے دم قدم سے مادیت کے قدم برصغیر میں جم چکے تھے اور اہلِ دل بڑے درد سے کہہ رہے تھے کہ ؎

جو بیچتے تھے دوائے دل، وہ دکان اپنی بڑھا گئے

پھر بھی عشقِ الٰہی کی دکانیں کہیں کہیں قائم تھیں اور قائم ہیں جہاں سے جذب و شوق اور درد و محبت کا سودا ملتا تھا ان دکانوں میں ایک دکان خاص طور مرجع خاص و عام تھی۔ جسے شیرانوالہ گیٹ لاہور میں شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ نے قائم کیا تھا، انہوں نے اپنے ہاں بھرپور طریقہ سے درد و محبت اور اتباع سنت کا بازار گرم کر رکھا تھا، بلکہ اسی جنسِ نایاب کو وقفِ عام کر رکھا تھا۔

مَن کی دنیا یوں تو اس دنیا میں خدا کا دیا ہوا سب کچھ ہے لیکن اگر اس بھرے بازار میں ایک درد و محبت ہی کی "دکان" نہیں جہاں سے قلب کی حرارت اور عشق کی دولت مل سکتی ہے، پھر دنیا ایک قمار خانہ اور زندگی محض "سود و سودا مکر و فن" ہے اور اس میں وہی زیادہ کامیاب ہو گا جو اس فن میں طاق ہو گا ؎

من کی دنیا، من کی دنیا ، سوز و مستی جذب و شوق
تن کی دنیا، تن کی دنیا ، سود و سودا مکر و فن

"من کی دنیا" اور "تن کی دنیا" وزن برابر ہے، مصرع لگ گیا، الفاظ میں ترنم ہے مگر

Marfat.com

حقیقت کیا ہے؟ اسی جنس نایاب کو احقر نے حضرت الامام الاہوری کی بارگاہ علم و معرفت میں تلاش کیا جستجوئے بسیار کے بعد حضرت کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا عبیداللہ انور نے ارشاد فرمایا کہ

باطن کی آنکھیں

کوئی دو سال کا واقعہ ہے حضرت لاہوری رح کی خدمت میں ایک شخص بیعت کی عرض سے حاضر ہوا آپ نے اُس کے قلب پر توجہ کی تو اپنی طرف سے مائل نہ پایا چنانچہ آپ نے اسے ٹالنا چاہا اور بیعت نہ کیا وہ شخص بضد تھا کہ اسے بیعت کر لیا جائے۔ اور اسی مقصد کیلئے تین دن وہ یہاں رُکا رہا آخر جب اس کا اسرار حد سے بڑھ گیا تو تیسرے دن حضرت رحمۃ اللہ علیہ اسے علیحدہ ایک جگہ لے گئے اور پوچھا بھائی! جی تو آپ کا بیعت کرنے کو چاہتا نہیں اِس سے ابا (انکار) کرتا نظر آتا ہے لیکن زبان سے بار بار اصرار کیے جا رہے ہیں ضد کر رہے ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے اور اِس پر اُسے خدا کی قسم دی کہ وہ صحیح صحیح اور صاف صاف تمام قصہ بیان کرے۔ وہ شخص سخت نادم ہوا۔ اس نے عرض کیا حضرت! آپ کا ارشاد بجا ہے اصل میں مجھے اپنی ہمشیرہ سے لڑکی کا رشتہ اپنے لڑکے کے لئے مطلوب ہے ہمشیرہ کی شرط یہ ہے کہ میں آپ سے بیعت کروں تو وہ میری بات ماننے پر رضامند ہوگی وگرنہ نہیں میں محض رشتہ کی وجہ سے بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سننے کے بعد اسے بیعت کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اور فرمایا: اگر میں اندھا ہوتا تو ضرور تجھے بیعت کر لیتا اور تو اپنی ہمشیرہ کو دھوکا دینے میں کامیاب ہو جاتا لیکن الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے باطن کی آنکھیں عطا کر رکھی ہیں اور میں اس طرح فریب میں نہیں آسکتا۔

دولت، لالچ، مریدوں کی کثرت، حصول زر اور مادیت سے استغناء کا کس قدر عبرت انگیز واقعہ ہے کیسے ایمانی روح تازہ ہو جاتی ہے۔ ؎

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجیب چیز ہے لذتِ آشنائی

اتباع سنت اور احترام شریعت کا التزام

حضرت الامام الاہوری رح کے ہاں عشق و محبت، ذوق و شوق کے

Marfat.com

باوجود اتباعِ سنت اور احترام شریعت کا التزام بہت زیادہ تھا ؎

در کفے جام شریعت ، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسنا کے نداند جام و سنداں ساختن

کی عملی تصویر تھے ـــــ چنانچہ ایک مرتبہ حدیث دیگراں میں سرِ دلبراں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ قرآن مجید کیا ہے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر لکھا ہوا قرآن مجید دیکھنا چاہتے ہو تو یہ سامنے ہے۔ اور اگر چلتا پھرتا قرآن دیکھنا مقصود ہو ۔ تو ہمیں دیکھ لو۔

حضرت عمر فاروق رضؓ نے جو کچھ فرمایا تھا اگر امام لاہوریؒ بھی اس طرح کہہ دیتے کہ چلتا پھرتا قرآن دیکھنا ہو تو احمد علی کو دیکھ لو تو بالکل بجا ہوتا کہ وہ قرآن حکیم کی عملی تصویر تھے ان کی ساری زندگی قرآن کی تعبیر و تفسیر میں گذری تھی ؎

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الّا حدیث یار کہ تکرار مے کنم

فیض وتاثیر کے اسباب

حضرت امام لاہوریؒ کی کتابیں اور مطالعاتی ملاقات میں بھی سادگی اور بے تکلفی نمایاں تھی آپ کے مجالس و ارشادات میں اتنی کیفیت، آپ کی نسبت باطنی میں قوت اور کلام میں ایسی دلآویزی تھی کہ وہ مجھ جیسے کور چشم اور سیاہ سینہ پر بھی بجلی کی طرح اثر کرتا تھا احقر اس فیض وتاثیر کے اصل اسباب پر غور کر رہا تھا کہ سرِ راہ آپ کے جانشین حضرت مولانا عبید اللہ انور نے انکشاف کر دیا اور بتایا کہ حضرت سراپا عجز و نیاز عبدیت کا مرقع اور خلوت جلوت میں باخدا تھے پھر درج ذیل واقعہ سے اصل حقیقت کا اظہار فرمایا کہ " ایک مرتبہ آپؒ گھر میں دیر سے تشریف لائے رات زیادہ ہو چکی تھی والدہ صاحبہ مکرمہؒ کی طبیعت ناساز تھی آپؒ بند میں تھے حضرتؒ نے یہ گوارہ نہ کیا کہ محترمہ والدہؒ کو تکلیف دیتے ۔ ہماری ہمشیرہ (اللہ اسے جنت میں مقامات بلند عطا فرمائے) اس نے اُٹھ کر حضرتؒ کو کھانا دیا اتفاق سے اسے پتہ نہیں تھا کہ تازہ روٹی کہاں رکھی ہے وہ غلطی سے کئی دنوں کی باسی روٹی اٹھا لائی اور سالن برتن میں ڈال کر حضرتؒ کے سامنے رکھ دیا حضرتؒ نے جو دیکھا تو روٹی بہت

Marfat.com

سخت تھی اور اس پر مستزادیہ کہ روٹی پر پھپوٹی جمی ہوئی تھی ہماری ہمشیرہ بیچاری کے علم میں نہ تھا اور نہ اس نے یہ دیکھا کہ روٹی باسی ہے لیکن حضرت کا کمال یہ تھا کہ انہیں بتانا بھی مناسب نہ سمجھا دل سے فیصلہ کر لیا کہ اللہ جو روز اچھی اور تازہ روٹی دیتا ہے اگر آج اس نے یہ باسی روٹی رکھوادی ہے تو اس کی نعمت سے انکار کیوں کیا جائے؟ فرمایا کرتے تھے کہ کھانا میں کراہت محسوس ہوتی تھی جی متلاتا تھا قے آیا چاہتی تھی مگر نفس کو سزا دی اور چاروناچار ساری روٹی کھائی۔ اور یہ تمام واقعات بیان فرماکر اسے اپنے دونوں مربیوں کی محبت کا نتیجہ قرار دیا کرتے تھے انہوں نے انانیت اور نفس کو مسل کر رکھ دیا تھا۔

تقویٰ کی انتہا جس بندے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت وعظمت اور کبریائی وشکل کشائی منکشف ہوجاتی ہے اور اہل دنیا اور ان کے مال ودولت اور ذاتی مفاد ومنفعت سے وہ اپنی امید قطع کر لیتا ہے اور بے طمع ہوجاتا ہے تو اس کی نگاہ میں ثروت، مالی مفاد ورعایت اور دنیا ودولت کا کوئی ترجیحی اثر نہیں رہتا، بعض اوقات بڑے بڑے اہل جاہ اور ارباب حکومت اس کو مورو مگس کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ ؎

جا آئے اخیال غیر کو فرصت نہیں یہاں
ہیں جلوۂ نگار کی ہمانیوں میں ہم

وہ تقویٰ کے بلند ترین مقامات پر فائز ہوجاتا ہے فتویٰ ہزار راہیں بتائے مگر تقویٰ کا دامن ان کے ہاتھ سے نہیں چھوٹتا مولانا عبیداللہ انورؒ نے اسی نوعیت کا ایک واقعہ امام لاہوریؒ کا سنایا کہ۔

حضرتؒ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے میں بھی ہمراہ تھا وہاں جاکر آپؒ نے اپنی گھڑی برادر بزرگوار حضرت مولانا حبیب اللہ صاحبؒ کو دے دی واپسی پر جب ہم کراچی پہنچے تو حضرتؒ نے مجھے حکم دیا کہ بازار سے ان کے لئے کوئی گھڑی خرید لاؤں میں نے سوچا ہم گھڑیوں کے گھر سے آرہے ہیں دام بھی وہاں سستے تھے اور شرعاً بھی اس میں کوئی قباحت نہ تھی کیونکہ خریدنا ضرورت کے تحت تھا نہ کہ کاروبار کے لئے میں اسی سوچ میں تھا کہ حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا ٹھیک ہے گھڑی خریدنے کا شرعی جواز موجود تھا لیکن میں اس ادنیٰ سی رعایت سے فائدہ اٹھا

Marfat.com

بھی تقویٰ کے خلاف سمجھتا ہوں اور میرا یہ اقدام اس غلط روش کی عملی تردید ہے جس نے کاروبار کی شکل اختیار کر لی ہے۔

گورنر کا کھانا ٹھکرا دیا حضرتؒ کو ایک مرتبہ گورنر مغربی پاکستان امیر محمد خاں کے لڑکے کی شادی پر بلایا گیا حضرتؒ فرماتے تھے کہ مجھے اتنی سخت پریشانی کبھی نہیں ہوئی جتنی اب ہوئی ہے کیونکہ گورنر کچھ کھلانے گا اور دے گا میں نہ کچھ کھاؤں گا اور نہ لوں گا لیکن خدا کی قدرت کہ جب نکاح کے بعد سب کھانے کے کمرے میں چلے گئے تو حضرت لاہوری فرماتے تھے کہ میں کمرے میں علیحدہ رہ گیا اور دوسرے دروازے سے نکل کر کار میں بیٹھ کر گھر آگیا نہ انہیں اصرار کرنا پڑا اور نہ مجھے انکار" اور حضرتؒ اس واقعہ کو بیان فرما کر بہت خوش ہوتے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ان کا کھانا کھانے سے محفوظ رکھا۔

جب اللہ کا دروازہ کھٹکھٹایا احقر چاہتا تھا کہ حضرت کے واقعات اور رقت انگیز حالات اپنی جگہ موثر ہیں لیکن اس ملاقات میں براہ راست حضرتؒ کی زبان سے بھی کچھ سن لینا چاہیئے، بات اسی سابقہ موضوع پر ہو رہی تھی کہ حضرت لاہوریؒ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے تو اللہ ضرور دیتے ہیں پھر ارشاد فرمایا۔

تھوڑے دن ہوئے کہ مجھے ایک تانگے میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا اس بوڑھے تانگے والے نے بتایا کہ " میں بے نماز تھا۔ دہلی میں اپنے تانگے میں مولانا محمد الیاسؒ، مفتی کفایت اللہؒ، مولانا احمد سعیدؒ کو بٹھایا کرتا تھا ایک دفعہ مولانا محمد الیاسؒ (بانی تبلیغی جماعت) نے مجھے پوچھا کہ تم نماز پڑھتے ہو؟ میں نے نفی میں جواب دیا تو انہوں نے مجھے نماز پڑھائی اور سکھائی اس کے بعد سے میں پکا پانچ وقت کا نمازی ہوں اس نے مجھے اپنا واقعہ سنایا کہ میں ایک بوڑھی عورت کو سٹیشن سے بٹھا کر مزنگ کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں دو آدمی ملے وہ بھی مزنگ جانا چاہتے تھے اس عورت نے انہیں بھی بٹھانے کو کہا میں نے انہیں بھی بٹھایا راستے میں عورت اتری اور کہا کہ میرے سامان کو ساتھ والی گلی میں پہنچا دو میں سامان لے کر اس کے مکان تک پہنچایا آکر دیکھا تو تانگہ غائب، تھانے گیا تو کوئی رپورٹ نہ لکھی آخر اللہ تعالیٰ کے دربار (مسجد) میں آیا اور گڑگڑا کر دعا کی دوسرے دن ایک اور تانگے والے کے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا اور وہ دونوں آدمی پکڑ لیے گئے

Marfat.com

اور اس طرح میرا بھی تانگہ برآمد ہوا، پولیس کہنے لگی تو نے رپورٹ کیوں نہیں لکھوائی؟ میں نے کہا کہ "آج جس کے پاس پیسے ہیں وہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتا ہے۔ چونکہ میرے پاس پیسے نہیں تھے اس لئے میں تھانے نہیں گیا۔ میں نے اللہ کا دروازہ کھٹکھٹایا، اللہ تعالے نے سن لی۔"

استغناء کی تلوار حضرت الامام الاہوریؒ اللہ کے سچے بندے، عاشق زار، وفادار اور حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص جان نثار تھے دنیا سے کنارہ کش اور بے زار تھے مولانا انور نے کتنا دلچسپ واقعہ سنایا کہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک واحد مثال ہے چودہ مرتبہ حج نصیب ہوا حلال مال حلال راستوں میں لگایا مسجدیں بنوائیں اور غرباء پر خرچ کرتے رہے اگر وہ چاہتے تو مجھے لندن میں بھی تعلیم دلوا سکتے تھے چار دفعہ مجھے حج کروایا ایک دفعہ بھی لندن کی سیر نہیں کرائی نہ کوٹھی بنائی نہ کار لی ایک اللہ کا بندہ جرمنی سے نئی کار لے کر آیا اور حضرتؒ کو پیش کی اور عرض کیا کہ اس کار کی مرمت پٹرول کا خرچ اور ڈرائیور کی تنخواہ میرے ذمے آپ اس کو قبول فرمالیں حضرتؒ نے کار لینے سے انکار فرمادیا، فرمایا کرتے تھے کہ دنیاداروں کی غرور کی گردن کو کاٹنے کے لئے میں نے استغناء سے تیز دھار آلہ نہیں دیکھا۔

حضرتؒ کا یہ واقعہ سنا تو مجھے حضرت فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کے پسندیدہ اشعار یاد آگئے جوانہوں نے سنے تو از خود رفتہ ہوگئے حضرت لاہوریؒ کی بھی بعینہٖ یہی کیفیت تھی ؎

آں کس کہ ترا شناخت جاں راچہ کند
فرزند و عزیز و خانماں راچہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی ،
دیوانہ تو ہر دو جہاں راچہ کند

موت کیلئے تیار کتابی ملاقات بحمداللہ ہر لحاظ سے مفید نافع اور اس گنہگار کے لئے ثمر آور رہی اور ایک امتیاز حضرت کا احقر نے نوٹ کر لیا وہ یہ آپ ہمہ پہلو ہر وقت اور ہر حالت میں موت کے لئے تیار رہتے تھے۔

Marfat.com

خود انہوں نے اپنا کفن تیار کر رکھا تھا کہ یہ احمد علی کا کفن ہے تاکہ کسی کو کفن تیار کرنے کی بھی تکلیف نہ ہو ایک صاحب جو کافی مالدار ہیں انہوں نے حضرتؒ کو خط لکھا کہ اگر آپ کے ذمہ کسی کا قرض ہو تو تحریر فرمایئں وہ میں سارا اپنی جیب سے ادا کروں گا تو حضرت نے جواب میں لکھا کہ الحمد للہ میرے ذمے کسی کا ایک پائی بھی قرضہ نہیں ہے حضرتؒ کا یہ حال تھا کہ فاقہ برداشت کر لیتے تھے لیکن کسی سے قرضہ نہ لیا فرمایا کرتے تھے کہ ہماری حالت اللہ سے پوشیدہ نہیں ہے ہمیں کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں ۔

حضرت الامام الاہوریؒ کی زندگی میں فکر آخرت، تیاریٔ موت اور عشق ومحبت کا جوہر بہت نمایاں تھا ان کے واقعات آج بھی اپنی سادگی کے باوجود دلوں پر تیر ونشتر کا کام کرتے ہیں درد ومحبت، جذب ومستی کے ساتھ اتباع سنت، فکر آخرت، احترام شریعت اور حدیث نبویؐ کے ساتھ عشق کا جیسا نمونہ ان کی زندگی میں ملتا ہے وہ اگر نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہے

ع اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

Marfat.com

محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

(۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء ـــــــــ ۱۳۹۷ھ ۱۹۷۷ء)

گذشتہ کئی روز سے احقر اپنے احباب، یہاں کے اساتذۂ علم اور اپنے دانشور دوستوں سے عام نجی گفتگو اور تبادلۂ خیال میں مغربی نظام تعلیم اور اس کے جدید شعبوں کا جائزہ لیتا رہا۔ خلاصہ بہر حال یہی نکلا کہ مغربی نظام دانش نے نئی نسل کے حق میں سب سے بڑا جرم یہ کیا ہے کہ اسے مدرسہ و خانقاہ دونوں سے بیزار کر دیا ہے۔ نئے افکار، نئی تعلیم اور نئے تمدن میں صورت ہے مگر سیرت نہیں، جہاں نہ زندگی کی چہل پہل ہے نہ محبت کا جوش و خروش، نہ حکمت و بصیرت ہے اور نہ فکر و نظر۔

اسلام کی فریاد

پھر جب چاروں طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو پتہ چلا کہ افغانستان میں، ہندوستان میں، فلسطین میں، کشمیر میں اور نو آزاد وسطی ایشیا کی مسلم یاستوں میں، غرض ہر جگہ مسلمان پٹ رہے ہیں، دینِ محمدی کی دیواریں منہدم ہو رہی ہیں، اسلام کی بنیادیں کھوکھلی ہو رہی ہیں، ہر جگہ اسلام فریاد کر رہا ہے، مدد کے لیے پکار رہا ہے، آج ہر جگہ منافق قیادت اور فریبی سیاست، دوغلی پالیسی اور دو عملی نے اسلام کو بہر حال دل گرفتہ کر دیا ہے ؎

مگر کچھ سا نجات زندگی میں
کہ جس کا زخم دل میں جا گزیں ہے

اسی دردمندی اور بیقراری میں لمحات گذر رہے تھے، کرب و الم میں اضافہ ہو رہا تھا فکر و تدبر کے زاویے بدل رہے تھے، کسی کروٹ بھی چین نہیں مل رہا تھا، ایسے عالم میں قسمت

Marfat.com

نے یاوری کی اور خضرِ راہ نے ہاتھ پکڑ کر محدث العصر علامہ مولانا محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ کی محفلِ علم اور درگاہِ معرفت میں پہنچا دیا۔

مادہ پرستی، بوالہوسی، حُبِ جاہ و منصب، خود غرضی، غیر اللہ کی غلامی، فضائل اخلاق اور اصلِ دین سے بے پروائی اور غفلت و بے اعتنائی کے اس دور میں آپ کی ملاقات، استفادہ اور تلمذ و نسبتِ تعلق بھی ایک نعمت اور مالِ غنیمت سے کسی طرح بھی کم نہیں۔

خدمتِ شیخ، عقیدت اور والہیّت

شیخ بنوریؒ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے تلمیذِ خاص، ان کے جانشین اور ان کے علوم و معارف کے امین ہیں، اپنے علم، اصلاح و تقویٰ اور دینی تعلیمات و تحریکات میں دلچسپی کی وجہ سے ملک و بیرونِ ملک بلکہ عرب ممالک میں بھی عبرت اور عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ انہیں یہ مقام کیوں ملا، یہ عظمتیں کیوں حاصل ہوئیں؟ وہ آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹی کے فاضل نہیں تھے، ان کے پاس اقتدار نہیں تھا مگر پھر بھی لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتے تھے — احقر نے اس نقطۂ نظر سے جب ان کے حالات دیکھے اور سوانح کا مطالعہ کیا تو اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کو امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ سے انتہا درجہ کی عقیدت پیدا ہو گئی تھی۔ دارالعلوم میں قیام پر کچھ عرصہ گذرا تو آپ نے عربی میں ایک طویل خط حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں لکھا، جس میں ان سے استدعا کی گئی تھی کہ مجھے اپنا خادم بنالیں۔ شاہ صاحبؒ نے خط پڑھا، لے کر رکھ لیا اور دوسرے وقت آنے کو کہا۔ مولانا بنوریؒ مقررہ وقت پر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو شاہ صاحبؒ نے سب سے پہلا سوال یہ کیا کہ ادب کہاں پڑھا ہے؟ عرض کیا کہیں نہیں! فرمایا بس آپ کو حاجت نہیں اتنا ہی کافی ہے — درخواست کے جواب میں فرمایا میں آپ کو اپنے ساتھ ملحق کرلوں گا۔

شیخ کی توجہ، الحاق، خدمتِ استاذ اور توجہاتِ قلبیہ نے حضرت بنوریؒ کو مقبولیت اور مرجعیت کا مقام دلایا۔ ان کے افادہ اور افاضہ کے دائرہ کو وسعت ملی، ملکی سیاست، دینی مدارس، نصابِ تعلیم، تحریکِ ملی، فرقِ باطلہ کے تعاقب، تحفظ ناموسِ رسالتؐ، تحفظ

Marfat.com

ناموسِ صحابہؓ، اسلامی معاشرہ اور عام مسلمانوں کی زندگی پر ان کے وسیع و عمیق اثرات اور ان کی برکات آج بھی آشکارا ہیں ۔

نہ جانے کس ادا سے میری جانب اس نے دیکھا تھا
ابھی تک دل میں تاثیرِ نظر محسوس ہوتی ہے

شادی کا دلچسپ واقعہ حضرت بنوریؒ کو جو عظمتیں، محبوبیت، فتوحات اور ختم نبوت کی تحریک میں قیادت کا عظیم تر مقام ملا اس کے پس منظر میں دولت، امارت، منصب وزارت، حکومت اور جاہ و مال کا کوئی کمال نہ تھا، خلوص تھا، للّٰہیت تھی، طلب اور تڑپ تھی، والہیت تھی۔ میں نے جب آپ کے اوائلِ عمر اور فراغت کے بعد اوّلین اجتماعی زندگی معلوم کرنی چاہی تو مولانا لطف اللہ پشاوری نے آپ کی شادی کا دلچسپ اور حیرت انگیز واقعہ سُنایا۔ اسی ایک واقعہ میں اخلاص اور سنّت کی راہ چلنے والوں کے لیے عبرت و موعظت کا کتنا سامان ہے، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت بنوریؒ تحصیلِ علم سے فارغ ہوئے تو سیدھے پشاور آئے، یہ دوران کی بڑی آزمائش اور ابتلاء کا تھا، گھر کے تمام اخراجات ان کے ذمہ تھے مگر آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں تھا، والد صاحب گھر پر موجود نہ تھے۔ مولانا عبدالحق نافع کے مشورے سے طے پایا کہ حضرت بنوریؒ کا نکاح بہرصورت ہو جانا چاہیے۔

مولانا لطف اللہ پشاوری لکھتے ہیں کہ وہ عجیب و غریب رات مجھے نہیں بھولتی جب حضرت بنوریؒ کی بیٹھک میں حضرت بنوریؒ کا نکاح پڑھایا گیا۔ مولانا خود دولہا تھے اور خود ہی دوسری طرف سے وکیل تھے (کہ جس سے آپ کا نکاح ہو رہا تھا وہ آپ کے چچا کی لڑکی تھی) خود ہی نکاح خواں تھے، میں اور مولانا عبدالحق نافعؒ گواہ تھے۔ شادی کے لیے اور اہتمام تو کیا ہوتا کوئی جوڑا بھی نہیں بنایا گیا نہ دولہا کے لیے نہ دُلہن کے لیے۔ بس بدن کے کپڑے جامۂ عروسی تھا، گھر میں دو سیر چاول تھے وہی پکائے گئے اور کھائے گئے، یہ مولانا بنوریؒ کا ولیمہ تھا، گھر میں ایک چارپائی سالم تھی اور ایک ٹوٹی ہوئی، سوائے ہم دونوں کے کسی کو شادی کا پتہ بھی نہ چلا "!

—— یہ تھا مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی شادی کا نقشہ جن کی رحلت پر پورے عالمِ اسلام نے ماتم کیا

Marfat.com

ذوقِ تحقیق اور شوقِ مطالعہ کچھ لوگوں نے مفروضہ قائم کرلیا ہے کہ غربت و افلاس اور ناداری کے ساتھ علمی اور تحقیقی کام نہیں ہوتے، ذہنی سکون حاصل نہیں ہوتا مگر مشاہدۃً یہ بات قطعاً غلط ہے، تحقیقی کام اور علمی کارناموں کے لیے دل گردہ اور ذوق کا غلبہ چاہیئے۔ حضرت بنوریؒ کی زندگی کا جب اس عنوان سے مطالعہ کیا تو اُن کے رفقاء کار نے بھرپور راہنمائی کی۔ ان کے اشتیاقِ علم، ذوقِ مطالعہ، پختگی اور تحقیقات کی تحصیل و ترتیب میں استقامت کا بطور نمونہ ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

"حضرت بنوریؒ نے جب فراغت کے بعد مجلسِ علمی ڈابھیل میں ملازمت اختیار کرلی تو اس میں جو کام آپ کے سپرد کیا گیا وہ بے حد کٹھن تھا یعنی "عرف شذی" کے حوالوں کی تخریج اور انہیں مکمل طور پر نقل کرنا۔ مولانا بنوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت انور شاہ کشمیریؒ کے ایک حوالے کے لیے بسا اوقات مجھے سینکڑوں صفحات کا مطالعہ کرنا پڑتا تھا اور اس کی کئی مثالیں پیش فرماتے تھے۔ ہم ذیل میں صرف ایک مثال کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا:۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے کسی موقع پر متعارض روایات کی تطبیق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اس قبیل سے ہے کہ "ہر راوی نے وہ بات ذکر کر دی جو دوسرے نے ذکر نہیں کی"۔ اس کے بعد فرمایا "یہ بڑا اہم قاعدہ ہے مگر افسوس کہ مصطلح الحدیث کے مدوّنین نے اسے ذکر نہیں کیا البتہ حافظؒ نے فتح الباری میں کئی جگہ اس قاعدہ سے تعرّض کیا ہے"۔ حضرت بنوریؒ نے فرمایا: "میں نے ان مقامات کو تلاش کرنے کے لیے پوری فتح الباری کا مطالعہ کیا۔ تب معلوم ہوا کہ حافظؒ نے پوری کتاب میں دس سے زیادہ جگہوں پر اس قاعدہ سے تعرّض کیا ہے"

اس ایک واقعہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت بنوریؒ کو تخریج میں کس قدر کتابوں کی ورق گردانی کرنی پڑی۔ کس قدر ذوق، کتنا شوق اور عزیمت و استقامت کی صفات سے متصف تھے، اس عظیم کام کے لیے انہوں نے اپنی کتنی صلاحیتوں کو وقف کرنا پڑا۔

اسی زمانہ میں "عرف شذی" کی تخریج و تحقیق میں "معارف السنن" کا مصالحہ تیار ہو گیا

Marfat.com

پھر بعد میں اسی تخریج کو آپ نے جدید طرز پر مدون کر کے "معارف السنن" تالیف فرمائی ؎

دل کو تپش شوق کی یہ لذت بہم
مل تو گئی لیکن بڑی مشکل سے ملی ہے

زمانۂ طالب علمی میں حیرت انگیز انہماک مطالعہ

جن لوگوں نے بڑا بننا ہوتا ہے بچپن ہی سے بڑائی کے آثار ان کے چہرہ سے ہویدا ہوتے ہیں۔ شیخ الادب مولانا اعزاز علی قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ "جس نے زمانۂ طالب علمی میں علم اور اساتذۂ علم کا حق ادا کیا ہو تو فراغت کے بعد قدرت اس کا حق ادا کرتی ہے۔" شیخ بنوریؒ کی تدریسی صلاحیتیں، تصنیف و تالیف بالخصوص "معارف السنن" کے پس منظر میں آپ کے زمانہ طالب علمی کی مخلصانہ مساعی ہیں۔ احقر نے اس سلسلہ میں ان کے ماضی میں جھانکا تو اپنے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے مذاہب اربعہ کے اصول و فروع اور ہر مذہب کے فقہ و فتاویٰ کا مطالعہ طالب علمی کے زمانہ ہی سے شروع کر دیا تھا، ایک روز درس بخاری میں ارشاد فرمایا:۔

"جب ہدایہ پڑھتا تھا تو فتح القدیر، البحر الرائق اور بدائع ان تینوں کتابوں کا دو سبق کے قریب مطالعہ کر لیا تھا اور میرا مطالعہ ہمیشہ استاذ کے سبق سے آگے رہتا تھا پھر مشکوٰۃ شریف کے سال بدایۃ المجتہد اور حجۃ اللہ البالغہ کا مطالعہ کرتا تھا اور ڈابھیل میں حضرت العلامہ انور شاہ کشمیریؒ کی خدمت نصیب ہوئی اور حضرت شاہ صاحب کے پاس مذاہب اربعہ کی کتابیں تھیں چنانچہ میں کتاب الام للشافعی، المغنی فقہ حنبلی اور المجموعہ شرح مہذب وغیرہ کا مطالعہ کیا کرتا تھا جس سے مجھے شوق پیدا ہوا اور میں نے مذاہب اربعہ کی اکثر کتب متداولہ کا مطالعہ کیا، الحمد للہ ثم الحمد للہ یہ تمہارے اندر مطالعہ کا شوق پیدا کرنے کے لیے سنا رہا ہوں۔" ؎

معلوم نہیں حاصل دیے جا صلئہ عشق
اک محویت جذب نہاں میرے لیے ہے

دینی مدرسہ، دنیا یا آخرت کا عذاب

جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی آج ملک کی ممتاز جامعات اور مرکزی دینی مدارس میں اہم مقام رکھتا ہے جس کی متعدد شاخیں بھی قائم ہو چکی ہیں، جس نے فیوض و برکات ور

Marfat.com

معارف سے آج عالم اسلام سیراب ہو رہا ہے۔ اس سلسلہ میں جب شیخ بنوریؒ کی مساعی، ہدف اور نظریۂ عمل معلوم کرنا چاہا تو حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب نے آپ کا یہ ارشاد سنایا کہ:

"اگر دینی مدرسہ دنیا کے لیے بنانا ہے تو آخرت کا سب سے بڑا عذاب ہے
اور اگر آخرت کے لیے بنانا ہے تو دنیا کا سب سے بڑا عذاب ہے"۔

پھر اسی متن کی عملی توضیح بھی حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب نے بیان فرمائی کہ جب آپ نئے مدرسہ کے بارے میں فکر مند تھے تو اس وقت جناب سیٹھی محمد یوسف مرحوم نے عرض کیا کہ حضرت! آپ مدرسہ بنائیے اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ کو بھی بلا لیجئے، میں آپ دونوں حضرات کی پانچ سال کے لیے مشاہرہ کی رقم "پچاس ہزار روپیہ" بینک میں جمع کرا دیتا ہوں ــــ" حضرت بنوریؒ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں چند وجوہ کی بناء پر مدرسہ شروع ہونے سے قبل کوئی امداد قبول کرنے سے معذور ہوں، ہاں مدرسہ بن جائے تو جو امداد فرمائیں گے شکریہ کے ساتھ قبول کی جائے گی ــــ

مرحوم جانتے تھے کہ حضرتؒ مدرسہ بنانے کی فکر میں ہیں اور دوسری طرف بے سروسامانی کا دور دورہ ہے، قرض سے گھر کا گذارہ چلا رہے ہیں اس لیے انہوں نے حضرتؒ سے بے حد اصرار کیا مگر ان کے اصرار پر حضرتؒ کے انکار میں بھی ترقی ہوتی گئی، بالآخر سیٹھی مرحوم نے اپنے ساتھی سے پنجابی میں کہا "سُنداں نئیں" یعنی مولانا میری بات سُنتے ہی نہیں ــــ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ ہمارے مدرسے کا آغاز توکل علی اللہ کے بجائے توکل علی الاغیار سے ہو۔

یہ نازک مسئلے، یہ ایمان و تقویٰ کا بلند معیار، یہ توکل علی اللہ کے حیرت انگیز مظاہر ان کے بعد کون ہے جو سمجھائے، کون ہے جو عمل برت کر دکھائے ــــ

عارفی از بس ہیں نازک یہ رموزِ حسن و عشق
کون سمجھے گا یہ باتیں اور سمجھائے گا کون

فکرِ امت اور محاسبۂ نفس

شیخ بنوریؒ پر آخر عمر میں غلبۂ نظام اسلام، ترویج نشر لعنت اور فرقِ باطلہ کے تعاقب کے سلسلہ میں مساعی کا غلبہ تھا۔

Marfat.com

و۔ اشاعت و ترویج کتاب و سنت، ان کی تفہیم و ترجمانی اور ان کے سلسلہ درس و تدریس، مدارس کے قیام و تنظیم، تزکیہ و تربیتِ باطنی، اصلاحِ عقائد و رسوم کے عظیم الشان کام اور پھر آخر میں جہاد و سعی اعلاء کلمۃ اللہ کے ذریعے اسلام اور شجرِ اسلام کو پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتے تھے بلکہ عالمِ اسلام میں دینی علوم اور فکر و دعوتِ اسلامی کی تحریک کے بھی داعی تھے چنانچہ میرے اسی تجسس کے جواب میں جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب جو حضرت سید سلیمان ندوی کے خلیفہ ہیں، لکھتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت بنوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، دیوان خانہ کھلا تھا، حضرت بنوریؒ تشریف فرما تھے، سامنے "معارف السنن" کی ایک جلد رکھی تھی مولانا اس وقت محاسبۂ نفس میں غرق تھے۔ فرمانے لگے اگر اللہ تعالیٰ حشر کے دن مجھ سے یہ پوچھے کہ کیا اس وقت ملتِ اسلامیہ کو اسی خدمت کی ضرورت تھی؟ کیا ایسے وقت جب کہ ایمان کے لالے پڑے ہوئے تھے، وقت کو انہی فقہی جزئیات میں صرف کرنا چاہیئے تھا؟ تو میں اس کا کیا جواب دے سکوں گا؟ یہ فرمایا اور آبدیدہ ہو گئے۔ پھر کچھ سنبھلے اور فرمایا کہ، "ہمارے استاذ حضرت علامہ کشمیریؒ پر بھی عمر کے آخری دو سال میں یہ احساس شدید ہو گیا تھا، اور روکر یاد کرتے تھے کہ ملتِ اسلامیہ کی وقتی ضرورت کا کچھ کام ہم سے نہ ہو سکا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے یہاں مدارس کھولے تھے اور قیل و قال میں وقت صرف فرما رہا تھا"۔ یہ فرما کر پھر رونے لگے ۔۔۔ ان کی یہ تڑپ بارگاہِ شکوریت میں قبول ہوئی اور درس و تدریس کی مسند سے اٹھا کر اللہ پاک نے ان سے ختمِ نبوت کی کامیاب جدوجہد کا کام لیا ۔

میں نے کر دی کشتیٔ دل نذرِ گردابِ فنا،
بحرِ غم میں اس سے بہتر دوسرا ساحل نہیں

عشقِ رسولؐ

عشقِ رسولؐ اکابر علماء دیوبند کا طرۂ امتیاز اور حاصلِ زندگی ہے، حضرت بنوریؒ کی عملی زندگی سراپا معمورۂ عشقِ رسولؐ تھی، سنت ان کے ہر عمل کا ہدف تھی اور عشقِ رسولؐ ان کی زندگی کی سب سے قیمتی متاعِ عزیز تھی ۔

جناب ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب راوی ہیں کہ مسجدِ نبوی میں اعتکاف کے دوران افطار اور سحری میں قسم قسم کے کھانے آتے تھے، اول اول میں نے کھانے میں کچھ تکلف کیا حضرت

Marfat.com

بنوریؒ نے اس کو کچھ محسوس کر لیا، مجھ سے علیحدگی میں فرمایا تنزیل الرحمٰن! اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے اور ہم یہاں آتے تو ہم آنحضرتؐ کے مہمان ہوتے، آج آنحضرتؐ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں تو یہ خادمانِ رسولؐ جو مدینۃ النبیؐ کے ساکن ہیں ہماری میزبانی کرتے ہیں ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں اور یہ سب خادمانِ رسولؐ ہیں، تم کھانے پینے میں تکلف نہ کیا کرو رغبت سے کھایا کرو۔ مولانا بنوریؒ کا سمجھانے کا وہ پیار و محبت بھرا انداز جب یاد آتا ہے تو آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں" ___ حضرت بنوریؒ کا یہ جذبۂ اطاعتِ رسول اور اکرامِ ضیافت دیکھ مجھے عارفی مرحوم یاد آگئے، چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں ؎

یہی جی چاہتا ہے اب تو دنیا سے تعلق میں
نہ ہو تیرے سوا کوئی جہاں تک بھی نظر آئے

اخلاص و للّٰہیت

موجودہ دور الحاد و زمانۂ مادیّت پرستی میں کوتاہ اندیش، ظاہر داری، بڑے جُبّہ و دستار، مسندِ حدیث پر نشست، مریدوں کا حلقہ، شاگردوں کی جماعت، سیاست کا سٹیج، جلسہ و جلوس اور نعرہ ہائے زندہ باد کے شور و غل کو مطالب میں شمار کر بیٹھے ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہم و خیال کے زندان میں گرفتار ہیں اور کمالاتِ شریعت سے محروم۔ شیخ بنوریؒ سے رجوع کیا تو آپ نے ایک جملہ میں مسئلہ حل کر دیا، چنانچہ ارشاد فرمایا۔

"ایک شخص اپنے اخلاص کی بدولت "الف، با" پڑھا کر جنت میں جا سکتا ہے اور دوسرا اخلاص کے بغیر بخاری پڑھا کر اس سے محروم رہ سکتا ہے"

شیخ بنوریؒ کا ارشاد سنکر مجھے حضرت مجددؒ کی بات یاد آگئی، فرمایا کرتے تھے:۔

"دنیا کے اکثر لوگ خواب و خیال میں مست اور بادام و اخروٹ پر اکتفا کیے ہوئے ہیں انکو کمالاتِ شریعت کی کیا خبر اور طریقت و حقیقت اور اخلاص و للّٰہیت کا کیا علم؟" ؎

یہاں تک دل میں حشر انگیز یادِ یار ہو جائے
رگ و پے میں محبت، جذبۂ بیدار ہو جائے
حیاتِ جاوداں اس کی نشاطِ کامراں اس کا
جو لذت کش ذوقِ نگاہِ یار ہو جائے

Marfat.com

قائدِ ملّت حضرۃ مولانا مفتی محمودؒ

۱۳۳۷ھ ——— ۱۴۰۱ھ

ماہنامہ الحق کے شیخ الحدیث نمبر کے آخری اور صعب ترین مرحلے نے اپنے تمام کام اور شب و روز کا نظام اور اس میں لگے بندھے تمام امور بے نمبر کر دیئے ہیں کام کی شدت اور کثرتِ کار سے بعض اوقات، اکتاہٹ، کسل اور بوجھل پن پیدا ہوتے لگتا ہے اور یہ فطری امر ہے مگر خدا کا شکر ہے کہ کام بڑی تندہی اور طبعی کشادگی کے ساتھ ساتھ بڑے معیار اور ہر لحاظ سے باوقار طریقے سے جاری ہے۔ اللہ کریم مکمل بھی کرا دے گا، نمبر چھپے گا تو ساعتے با ادب بادبھی مکمل ہو کر منظر عام پر آجائے گی۔ انشاء اللہ!

عزم و ہمت کے جذبات کی انگیخت اپنی پرانی عادت یہ ہے کہ جب طبیعت میں انقباض، کثرتِ کار سے دماغی اور اعصابی تناؤ اور جذبات میں انحطاط کا اندیشہ بڑھ جاتا ہے تو طبعی بشاشت، فطری جلا اور جذبات کی انگیخت کے لئے تاریخ دعوت و عزیمت "پاجا سراغ سراغ زندگی" کلام اقبال اور اکابر علماء دیوبند کی سیرت و سوانح کے مطالعہ و استفادہ کی طرف رجوع کرتا ہوں تو بحمد للہ سابقہ حالت عود کر آتی ہے اور کام مطلوبہ معیار کا ہونے لگتا ہے۔

سب سے پہلی ملاقات کل سے کچھ ایسی کیفیتیں تھیں تو قائدِ قافلۂ عزیمت مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ سے اخذ و استفادہ کا فیصلہ کر لیا احقر غالباً نویں جماعت کا طالب علم تھا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی سوانح حیات امیر شریعت" زیر مطالعہ تھی استاذ محترم حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالحلیم صاحبؒ کی صحبتیں حاصل تھیں غالباً یہ

Marfat.com

۱۹۷۰ء کے الیکشن کا زمانہ تھا جمعیۃ علماء اسلام کے عروج کا دور تھا حضرت مولانا مفتی محمودؒ اور حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کا ہمارے علاقہ کا دورہ تھا۔ ان کی سب سے پہلی ملاقات درابن کلاں میں ہوئی اور وہ بھی اتنی موثر کہ ان کی تصویر دل میں نقش ہوگئی۔ ذہن نے قطعی فیصلہ کرلیا کہ انجینئر، ڈاکٹر، پروفیسر، ڈائریکٹر، کلرک، بابو، وکیل اور کسی بھی قسم کے افسر بننے میں کیا خاک عزت ہے یا کیا مقصدیت ہے، عزت تو وہ ہے جو اللہ نے حضرت مولانا مفتی محمودؒ کو دی ہے۔ اقتدار نہیں ہے، حکومت نہیں ہے مگر لوگوں کے دلوں پر بادشاہت کرتے ہیں اور یہی مقصدیت بھی ہے کہ خدا نے جو کام ذمہ لگایا ہے اس کو پورا بھی کیا جا رہا ہے۔

دینی تعلیم کا رجحان

ان کی زیارت و ملاقات سے رجحان دینی تعلیم کی تحصیل کا ہونے لگا اس لحاظ سے گویا وہ بھی میرے محسن، میرے قائد، میرے آئیڈیل اور میری محبوب شخصیت تھے۔ مجھے ان سے باقاعدہ تلمذ کا شرف حاصل نہیں رہا مگر احقر نے انہیں کبھی بھی اپنے ایک عظیم استاد سے کم تصور نہیں کیا۔

دن گذرتے گئے عمر بڑھتی گئی عقل و شعور میں پختگی آتی گئی تو اسی درویشِ خدامست کو صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ کی صورت میں دیکھا۔

ایک درویش خدامست

اپنے خاندانی بزرگ جناب شاہ جہاں خان جنہیں کئی بڑے حکمرانوں، گورنروں اور وزیروں کے ساتھ پرسنل سیکرٹری کا تجربہ حاصل ہو چکا تھا حضرت مفتی صاحب کے چیف سیکرٹری تھے۔

وہی راوی ہیں کہ جب حضرت مفتی صاحب نے صوبہ سرحد کی وزارتِ علیا سے استعفیٰ دیدیا تو مجھے فرمایا کہ شاہ جہاں خان! میرے گھر کے سامان، ضروریات اور اہل و عیال کے لئے ٹریک کا انتظام کردو تاکہ بہ آسانی اپنے گھر ڈیرہ اسماعیل خان منتقل ہوسکیں۔

محترم جناب شاہ جہاں خان فرماتے ہیں کہ میں نے فوراً پانچ ٹرک اور تین چار ویگنوں کا انتظام کردیا آخر جب سرحد کے وزیر اعلیٰ نے منتقل ہونا تھا تو یہ اندازہ بھی میرے سابقہ حکمرانوں کے تجربات کی روشنی میں بہت کم تھا، حضرت مفتی صاحب کو اطلاع کردی آپ تشریف لائے تو مسکرا دیئے اور فرمایا کہ یہ کیا کچھ ہے؛ جب سامان نکالا تو صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ کے گھر

Marfat.com

کا سارا سامان وزارت علیا کے اختتام کے وقت ایک چھوٹی سی ویگن میں سما گیا۔ بیوی بچے اور اہل و عیال اور خاندان کے تمام افراد بھی اس میں سما گئے، پھر بھی ویگن خالی نظر آتی تھی۔

یہ تھے صوبہ سرحد کے درویش وزیر اعلیٰ۔

اب حضرت مفتی صاحبؒ کی عظمت، محبت، شفقات، عنایات، تعلقِ خاطر کے تخیل میں مستغرق ہوں اور مجھے اپنے زمانۂ طالب علمی (غالباً درجۂ موقوف کے سال) کا ایک اور واقعہ یاد آگیا۔ محفوظ ہو جائے تو یہ بھی تاریخ اور حضرت مفتی صاحب کی سیرت و سوانح کا عنوان بن سکتا ہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی ہمت آفرینی و اصاغر نوازی

مسٹر بھٹو نے دینی مدارس کو بھی سرکاری تحویل میں لینے کی پالیسی کا عندیہ دیا تو دینی مدارس، ان کی اہمیت، تاریخی عظمت اور وقت کی ضرورت پر حضرت قائد ملت مولانا مفتی محمودؒ نے ترجمان اسلام لاہور میں کوئی مقالہ تحریر فرمایا تھا۔ پندرہ روز بعد اسی موضوع پر ترجمان اسلام میں احقر کا ایک مفصل مضمون چھپا اسے بھی مدیر ترجمان نے بڑے طمطراق کے ساتھ شائع کر دیا۔

انہی ایام میں حضرت مفتی صاحبؒ پشاور جاتے ہوئے دارالعلوم کے سامنے سڑک پہ رک گئے۔ طلبہ جمع ہوئے تو احقر کا پوچھا یہ کون ہے؟ کہاں کا رہنے والا ہے؟ پھر احقر کے مقالہ کی بڑی تعریف کی۔

یہ عصر کا وقت تھا اور اس وقت احقر کا حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی مجلس میں حاضری کا معمول تھا۔ اس لئے ملاقات سے محروم رہا۔ بعد از نماز مغرب حضرت شیخ الحدیثؒ کی قدیم مسجد سے دارالعلوم آرہا تھا کہ راستہ میں برادرم حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب (جو تب وہ بھی دارالعلوم حقانیہ کے طالب علم تھے) سے ملاقات ہوگئی فرمایا۔ اباجی تشریف لائے تھے تمہارا دریافت کیا مگر تم موقع پر موجود نہ تھے دینی مدارس کے سلسلہ میں ترجمان اسلام میں چھپنے والے تمہارے مضمون سے متاثر تھے اور کہہ رہے تھے کہ عبدالقیوم کی تحریر اچھی ہے مضمون میں روانگی ہے زبان شستہ ہے، مگر بات سمیٹ نہیں سکتے۔

بہرحال جیسا بھی ہو، حضرت مفتی صاحب کے اتنے کلمات بھی ایک طالب علم کیلئے

Marfat.com

عزت افزائی ہمت آفرینی کی تاجپوشی کی سعادت سے کسی طرح بھی کم نہ تھے۔

احقر ابھی حضرت مفتی صاحبؒ نوراللہ مرقدہ سے کتابی ملاقات کی تیاری کر رہا تھا کہ برادر گرامی قدر محب مخلص حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی صاحب مدظلہ تشریف لے آئے موصوف کئی ایک کتابوں کے مصنف ادیب، شاعر اور ایک اچھے مدرس ہیں سب سے بڑی خوبی ان کا بے ضرر انسان ہونا ہے اور اس سے بڑھ کر ان کا امتیازی وصف یہ ہے کہ پژمردہ، شکستہ ہمت اور بوجھل طبیعتوں میں بھی اپنے لطیفوں، چٹکلوں اور شاعرانہ مصرعوں سے نشاط پیدا کر لیتے ہیں — تشریف لائے تو احقر نے حضرت مفتی صاحبؒ کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ حضرتؒ کے سانحہ ارتحال پر ان کے شورش کاشمیری کے لب ولہجہ میں مرثیہ کی بڑی دھوم تھی اس کا ذکر ہوا تو انہوں نے پھر سے سنا دیا لیجئے آپ بھی حظ وافر حاصل کیجئے۔

نوحۂ غم بوفات حضرت مفتی اعظمؒ

آفتابِ علم وحکمت ضوفشاں جاتا رہا — ملت بیضاء کا مخلص پاسباں جاتا رہا
سوئے علیین مخدوم جہاں جاتا رہا — مفتی محمود محمودِ زماں جاتا رہا

حیف میخانہ تہی ہے گردشِ ساقی نہیں
بزم آرائی نہیں شوقِ جنوں باقی نہیں

آبروئے بزمِ گیتی نیّرِ صبحِ زمن — واقفِ رمزِ سیاست شمع تہذیب کہن
پیکرِ صدق وصفا تھے گوہرِ یکتائے فن — جن کی شخصیت تھی اپنی ذات میں اک انجمن

نازشِ محمود وقاسم آہ رخصت ہو گیا
مردِ مومن مردِ حق آگاہ رخصت ہو گیا

کوہِ استقلال وہمت اے ہمالائے وقار — اے زعیم ملک وملت حق شناس وحق شعار
تاجدار فقر تو صبر و رضا کے شاہکار — حضرت شیخ اسیر مالٹا کی یادگار

بوذر وسلمان کی زندہ نشانی آپ ہیں
عزم وہمت میں مجدد الف ثانی آپ ہیں

Marfat.com

اس کے بعد کیا ہوا لیس کہ جب مل بیٹھیں گے دو دیوانے،

ہم دو دیوانے تھے اور حضرت مفتی صاحبؒ کی ذات اقدس کے اوصاف و محامد، کمالات، عظمتیں، فقر و درویشی، عظمت علم، محدثانہ جلالت قدر، سیاسی قد و قامت، غرض کوئی پہلو ایسا نہ چھوڑا جس پر تبصرہ نہ کیا ہو اس تبادلہ خیال سے میرے حوصلے بلند ہوئے کام کی دھن غالب ہوئی ــــــ اور پھر الحق کے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نمبر کا رجحان طبیعت کا ہدف و میلان بن گیا۔

قارئین کو مذکورہ مذاکرے کا ایک واقعہ بھی سنائے دیتا ہوں جو برادرم حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی صاحب نے سنایا۔

ایک منفرد واقعہ قومی اتحاد کی تحریک کے دنوں جس کی قیادت حضرت مفتی صاحب مرحوم فرما رہے تھے۔ کچھ وقت کے لئے پشاور آتے ہوئے دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ جوں ہی طلبہ کو آپ کی آمد کی خبر ہوئی۔ دارالعلوم کی گھنٹی بجی اور اعلان ہوا کہ مفتی صاحب تشریف لائے ہیں اور وہ دارالعلوم کی جامع مسجد میں خطاب فرمادیں گے۔ میرے والد مرحوم حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب صدر المدرسین دارالعلوم حقانیہ کا نام جلسے اور تقریب کی صدارت کے لئے پکارا گیا۔ اور تلاوت کے بعد سٹیج سیکرٹری نے حضرت مفتی صاحب کو علامہ اقبال کے اس شعر کے ساتھ دعوت خطاب دی۔ کہ ؎

ہزار خوف ہوں لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

تقریب کے اختتام پر جب مفتی صاحبؒ واپس جا رہے تھے۔ تو میں نے ازراہ تفنن ان سے عرض کیا کہ جناب میرے جوتے اس ہجوم میں کسی نے پھاڑ دیئے ہیں برائے مہربانی مجھے ایک ڈالر دے دیں۔ تاکہ میں اس پر اپنے لئے نئے جوتے خرید سکوں۔ ان دنوں بھٹو صاحب نے پروپیگنڈہ کیا تھا کہ قومی اتحاد والوں کو امریکہ کی طرف سے ڈالر مل رہے ہیں اس پر مفتی صاحب مرحوم نے اپنے پاؤں میں پہنا ہوا جوتا دکھایا اور فرمایا کہ یہ دیکھو۔ میں نے جب دیکھا تو وہ بھی پھٹا ہوا تھا۔

Marfat.com

اقتدار جوتے کی نوک پر

بہرحال حضرت مفتی صاحب عظیم انسان تھے ان کے کارنامے عظیم تر تھے انہوں نے علماء کو راہ دکھائی، ان کی عظمتو اور وقار کا تحفظ کیا سیاست واقتدار میں علماء کے کردار کو منوایا اور یہ تسلیم کرایا کہ ایک درویش ملا آج بھی اقتدار کے ایوانوں تک پہنچ سکتا ہے اور پھر جب اقتدار عزت ووقار اور دینی اقدار کے تحفظ کی راہ میں رکاوٹ بنے تو اسے جوتے کی نوک سے ٹھکرا بھی سکتا ہے۔

وزیر اعظم کا مقابلہ کرنے والے قومی اتحاد کے سربراہ کے پاس اپنی جیب بھی نہیں

مجھے یاد آیا کہ جب ملک کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ حضرت قائد ملت کا مقابلہ تھا، قیادت کی سطح کا بھی اور ڈی آئی خان میں قومی اسمبلی کے لئے انتخابات کی سطح کا بھی۔ تو روزنامہ نوائے وقت نے اولین صفحہ پر سرخی باندھ کر خبر دی تھی کہ

"وقت کے وزیر اعظم اور مطلق العنان حکمران کے مقابلے میں قومی اتحاد کے سربراہ اور مستقبل کے وزیر اعظم انتخاب لڑ رہے ہیں حالانکہ ان کے پاس اپنی انتخابی مہم چلانے اور ملک میں تحریک کی قیادت کرنے کے لئے اپنی جیب بھی نہیں۔

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے

حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کی زندگی میں سکوت، جمود اور مردنی نہیں تھی وہ صرف مسجد و مکتب کے امام وخطیب بن کر زندگی گذارنا بے مقصدیت سمجھتے تھے، وہ مسجد کے خطیب تھے امام تھے مدرسہ کے مدرس تھے شیخ الحدیث تھے سیاست کے امام تھے حزب اختلاف کے قائد تھے ایک منجھے ہوئے پارلیمنٹرین تھے۔ نوجوانوں کے لئے ایک نمونہ کردار تھے مگر آج کے نوجوان بھی ہم دیکھ رہے ہیں کہ ان کا سمندر صحرا کی طرح ساکن ہو گیا ہے اور جوش وطغیانی کی جگہ اس میں جمود پیدا ہو کر رہ گیا ہے اس میں مدوجزر نہیں ان کے موجوں میں کوئی طلاطم نہیں۔

مجھے حیرت ہے کہ نام تو ہم شاہ ولی اللہؒ کا لیتے ہیں حضرت مدنیؒ کا لیتے ہیں حضرت شیخ الہندؒ کا لیتے ہیں، مولانا مفتی محمودؒ کا لیتے ہیں، قائد شریعت مولانا عبدالحقؒ کا لیتے ہیں

Marfat.com

عظمت و کردار کے سمندروں کی طغیانیوں کا دعویٰ کرتے ہیں مگر یہ کیا سمندر ہے جس میں نہ وہ آہنگ حوصلہ مند نہیں ہے۔ نہ کوئی موج بلند ہے۔

نوجوانو! تمہارے پُرشور سمندر کو تو اپنے ساحل سے نکل کر دشت و جبل میں پھیل جانا چاہیئے تھا ؂

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

"خدا کا کلام" اور "تیغ بے نیام"

تمہیں ایک ہاتھ میں "خدا کا کلام" اور دوسرے میں "تیغ بے نیام" لے کر اٹھنا چاہیئے کہ دونوں کا اجتماع بشریت کی سعادت ہے اور تہذیب کے لئے برکت ؂

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کارکشا و کارساز

حضرت قائد ملت سے کتابی ملاقات نہ ہوسکی مگر یہ جو ان کا تذکرہ آگیا ہے یہ بھی تو ان ہی کی ملاقات ہے ـــــ حضرت مفتی صاحب کے متعلق یادداشتیں ایک ایک کر کے سامنے آرہی ہیں اور ایک سے ایک بڑھ کر، زندگی رہی تو مستقل عنوان سے انہیں پھر سے مرتب کروں گا سردست اسی پر اکتفا ہے، اندیشہ ہے کہ مضمون کی طوالت اور کتاب کی ضخامت کہیں قارئین کے لئے بار خاطر نہ بن جائے۔

Marfat.com

قائدِ شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح

۱۳۲۰ھ ——————— ۱۴۰۸ھ

"ساعتے با اولیاء" بھی آخری مراحل میں ہے اور میرے حضرت رح کی سیرت و سوانح کا "الحق نمبر" بھی آخری مرحلہ پر۔ جس طرح حضرت کی زندگی میں دس سال ان کی قربت و معیت، خدمت و رفاقت اور اخذ و استفادہ کا موقع اللہ پاک نے مرحمت فرمایا تھا اس طرح اُن کے سانحہ ارتحال کے بعد بھی اُن کی سیرت و سوانح پر گذشتہ چار سال سے مسلسل کام کرنے کی وجہ سے ایک گونہ حاضری و رفاقت اور اخذ و استفادہ کا تسلسل قائم رہا اور کئی اعتبار سے پہلے سے بڑھ کر، حضرت رح کے حین حیات اُن کے درسی افادات امالئ ترمذی پر کام کیا حقائق السنن کے نام سے ترمذی کی اردو شرح مرتب کی صحبتے با اہل حق کا سلسلہ بھی ان کی زندگی میں جاری ہوا اور جاری رہا اکثر مجالس انہوں نے سنے بھی اور اصلاح بھی کی، مگر خصوصی نمبر پر کام کرنے سے ان کی زندگی اور فکر و عمل کے بیسیوں مستور گوشے سیرت و سوانح کے نئے ابواب، خلوص و تقویٰ کے دسیوں پہلو پہلی بار اُبھر اُبھر کر سامنے آتے رہے اس چار سالہ ملاقات، اخذ و استفادہ کی ایک مستقل تاریخ اور روئیداد ہے۔ جسے الحق کے خصوصی نمبر میں قارئین ملاحظہ کر سکتے ہیں یا پھر احقر کی حضرت رح کی سوانح پر مختصر کتاب "شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح" (تذکرہ و سوانح اور سیرت و افکار) میں دیکھ سکتے ہیں۔

سر دست ساعتے با اولیا کے سلسلے میں احقر حضرت شیخ الحدیث رح سے سب سے پہلی ملاقات اور پھر ملاقاتوں کی مستقل روئیداد اور تاثرات پر مشتمل تحریر جو صحبتے با اہل حق کے لئے بطور مقدمہ کے احقر نے لکھی تھی اور دوسری تحریر "صحبتے یار آخر شد"، جسے "صحبتے با اہل حق" کی آخری تحریر قرار دیا جا سکتا ہے، نذر قارئین کر رہا ہے، جو ساعتے با اولیاء سے نہ صرف مناسبت

Marfat.com

رکھتی ہیں۔ بلکہ اپنی جدت، ندرت اور تاثیر میں ایسا محسوس ہوتی ہیں گویا وہ اسی کتاب کے لیٔے لکھی گئی ہیں۔

نسخۂ اکسیر یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ دین اسلام کے روز اوّل سے لے کر تا ہنوز مخلوقِ خدا کی ہدایت، تعلیم و تربیت اصلاحِ اعمال و اخلاق، تزکیۂ باطن، انسانیت کی تعمیر و تشکیل اور امت کی وحدت اور ارتقاء میں علماءِ امت، صلحاءِ ملت، اولیاء اللہ اور مشائخ کی صحبتیں، ان کے مجالس، ان کے ارشادات و افادات، ان کی ہدایات و ملفوظات اور بعض اوقات ان کی دلنواز نگاہیں نسخۂ اکسیر ثابت ہوتی ہیں۔

حضرت امام بخاریؒ۔ امام احمد بن حنبلؒ، امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام سفیان ثوریؒ، شیخ سہروردیؒ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، علامہ ابن تیمیہؒ۔ حافظ ابن قیمؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ، قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ محدث العصر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ، شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ اور شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ یہ سب حضرات ایک طرف شیوخِ طریقت اور دوسری طرف مسندِ علم کے تاجدار تھے۔ ان کے احوال و سوانح کمالاتِ علم کے ساتھ ساتھ برکات باطنی سے بھی لبریز ہیں۔ ان کے مجالس، ان کے فیوض و برکات، ان کی گفتگو اور ان کے افاضات و ارشادات سے ایک عالم مستفید ہوا اور اب تک استفادہ کیا جا رہا ہے۔ یہی بزرگ تھے جن کے دم قدم سے دینِ اسلام کی روشنی پھیلی۔ درحقیقت اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ ان کی ذات میں مدرسہ اور خانقاہ کی جامعیت تھی وہ اسوۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تر تھے اس لیٔے ان کا فیض بعید سے بعید تر حصہ تک پھیلتا چلا گیا۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق تاریخ دعوت و عزیمت کی زرین کڑی ائمہ اسلاف میں ایک ایک کی سوانح اور ان کے تذکرہ و احوال کا مطالعہ کیا جائے تو ظاہر و باطن کے علوم کے جامع نظر آئیں گے۔ چودھویں صدی کے نصف آخر اور پندرہویں صدی کے عشرۂ اول میں بقیۃ السلف محدث العصر استاذی و استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا وجود گرامی بھی کچھ یہی

Marfat.com

طور پر دین اسلام کی تاریخ دعوت وعزیمت کی ایک زریں کڑی اور تسلسل اور اس کی حقانیت اور صداقت کی ایک واضح دلیل ثابت ہوا۔

حضرت شیخ الحدیثؒ تقریباً پون صدی وراثتِ نبوت کی تعلیم وتدریس میں ویعلمہم الکتب والحکمہ کا جلوہ دکھاتے رہے اس کے ساتھ اپنے خصوصی توجہات اور مخصوص اوقات میں ویزکیہم کی جلوہ ریزی بھی کرتے رہے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ سے مدرسیت اور خانقاہیت علم ظاہر وباطن اور شریعت وطریقت کی دونوں سوتیں ایک چشمہ بن کر بہہ رہی تھیں۔ شب بیداری نے ان کی آنکھوں کا نور بڑھا دیا تھا اور ذکر کی کثرت اور خلوص کی سپرٹ نے ان کی زبان کی تاثیر میں مقناطیسیت ڈال دی تھی جنہیں دیکھ کر دین کے زندہ وجاوید اور مؤثر ہونے کا ثبوت مل جاتا تھا۔

ایک حرف آرزو

احقر کی طالب علمی کا چوتھا سال تھا کہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بعض مواعظ اور اشرف السوانح کا ایک حصہ پڑھا تو ذہن بدل گیا اور صبح وشام ایک کیفیت اور ایک ہی آرزو سامنے رہنے لگی۔ کہ کسی زندہ بزرگ، مصلح امت، ولی اللہ، عالم ربانی اور مربی ومحسن اور ایک اللہ والے سے تعلق جڑ جائے۔ ان کی خدمت اور صحبت میں پہنچ کر اپنی انسانیت کی بقا، تعمیر وتشکیل اور خلوص وللہیت کا سبق حاصل کیا جائے۔

ادھر یہ آرزو اور ادھر عام مشائخ اور اکابر علماء، بالخصوص مرکز علم دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور اپنے اساتذہ۔ سے ابتدائے شعور سے محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے علمی کمالات، روحانی تربیت وتوجہات۔ بلند اخلاقی کردار معاصر علماء میں ان کے مقام ومرتبہ اور عام اخلاق وعادات سے متعلق دلچسپ اور حیرت انگیز حالات اور واقعات اس کثرت وتواتر سے سننے لگا کہ دل ودماغ اور ذہن وقلب پر ان کی مخصوص سی فرضی مگر حسین اور محبوب تصویر نقش ہو گئی۔

اور اب انسانی فطرت (جس کے پس منظر میں باری تعالیٰ ہی کی موہبت کارفرما تھی) آگے بڑھی محض انس ومحبت کو زیارت وملاقات، حضورِ مجلس واستفادہ، خدمت وقربِ شیخؒ اور کسبِ فیض کے لئے اشتیاق بے چینی اور اضطراب بلکہ عشق ومحبت کے کیفیات سے تبدیل کر دیا بس اب تو عالم ہی دوسرا تھا ع

Marfat.com

اب نہ کہیں نگاہ ہے اب نہ کوئی نگاہ میں

طلب اور اشتیاقِ فیض تڑپ کے مرحلہ میں داخل ہو گیا اور یہ فیصلہ کر لیا کہ تعلیم کی مزید تحصیل کے لیے مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ لیا جائے۔ قائدِ شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ سے کسبِ فیض، خدمت، حصولِ دعا اور استفادہ کی اس سے بہتر کوئی دوسری صورت ممکن نہیں ؎

آناں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند

آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

ترجمہ: وہ جو خاک کو ایک نظر سے کیمیا بنا دیتے ہیں ممکن ہے کہ وہ ہم پر بھی نظرِ التفات فرمائیں۔

ناظمِ حقانیہ کے نام پہلا خط

چنانچہ دارالعلوم کے مرحوم ناظمِ اعلیٰ مولانا سلطان محمودؒ صاحب کے نام ۳ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ کو دارالعلوم میں داخلے کے سلسلہ میں جو خط لکھا اس کی نقل محفوظ کر لی تھی اور اب دیکھا تو اس خط کا اصل مضمون بھی یہی تھا کہ آئندہ سال سے دارالعلوم حقانیہ میں تعلیمی داخلہ لینے کا ارادہ ہے۔ اس کی وجہ دارالعلوم کی بے مثل تعلیم، بہترین ماحول، مہربان اساتذہ بالخصوص شیخ الحدیثؒ حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی ذات بابرکات ہے۔ ان ہی کی صحبت میں رہنے اور ان ہی کی میٹھی میٹھی باتیں سننے کا تصور غالب ہے ؏

کہ دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

ہم نے دیکھا تھا اک فنا فی اللہ

جواب آیا کہ دارالعلوم کے شرائط اور قواعد و ضوابط کی پابندی کو ملحوظ رکھ سکو گے تو داخلہ ضرور مل جائے گا چنانچہ احقر شوال ۱۳۹۵ھ کے دوسرے عشرے کے اوائل میں دارالعلوم پہنچ گیا۔ جمعہ کا دن تھا حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنی مسجد (قدیم دارالعلوم حقانیہ) میں خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا۔ نماز بھی خود پڑھائی۔ احقر پہلی صف میں حضرتؒ کے سامنے بیٹھا تھا اور چہرۂ انور پر نظر تھی لوحِ حافظہ پر یہ نقش اتنا گہرا ہے جیسے ابھی کل کی بات ہے اور ایک دو منٹ بات چیت کر لینے کی جرأت تو کر ہی لی تاہم دل اس سے نہال ہوا جا رہا تھا کہ اتنے قریب سے دیکھتے، حضرتؒ کی اقتدا میں

Marfat.com

نماز پڑھنے گفتگو سننے اور علیک سلیک اور مصافحہ کرنے کی سعادت بھی حاصل ہو گئی ۔

یہی پہلی ملاقات تھی چشمِ تصور میں آج اس پہلی ملاقات کی پیاری اور حسین تصویر نگاہوں کے سامنے ہے ۔ ع

ہم نے دیکھا تھا اک فنا فی اللہ

ان کے اک جان نثار ہم بھی ہیں

حضرت شیخ الحدیث سراپا وقار مجسم متانت، قد میانہ اور چہرۂ اقدس پر معصومیت اور شرافت نمایاں رہتی تھی ۔ لباس نہایت صاف ستھرا، سر پر عمامہ نہایت سفید اور صاف اس کے پیچ بھی نہایت خوبصورتی سے دیئے ہوئے (بعد میں مخدوم زادۂ ذی قدر حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق مدظلہٗ نے بتایا کہ حضرتؒ جب عمامہ باندھتے تو بڑے شوق اور پوری توجہ سے باندھا کرتے تھے) آنکھوں میں ایمان کا نور اور علم و ذہانت کا اجالا دمک رہا تھا، چہرۂ انور گلاب کی طرح کھلا ہوا تھا اور جب تک مجلس رہتی لبوں پر مسکراہٹ رہتی آدلِ دہلہ میں دیکھ کر دل نے یہ شہادت دی کہ ان میں دوسروں کو ایذا پہنچانے اور دِل دکھانے کی صلاحیت ہی نہیں ہے ۔ پھر حضرتؒ سے قرب و تعلق تلمذ و خدمت، معیت واستفادہ اور سفر و حضر میں رفاقت کی وجہ سے ذاتی واقفیت جتنی بڑھتی گئی حضرتؒ کی شخصیت کی عظمت اور اس کا اثر بھی اپنے اوپر بڑھتا گیا ۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کے خدماتِ جلیلہ، عظمتِ علم و دین، سیاسی مقام و منزلت اور مجاہدانہ کردار اپنے تلامذہ، حلقۂ علماء و احباب اور لکھے پڑھے ذی شعور طبقہ میں تو مسلم تھا ہی ۔ ہمارے ڈیرہ اسماعیل خان کے دور دراز دیہاتوں کے ان پڑھ لوگ بھی ان سے متاثر بلکہ ان کے غائبانہ عقیدت مند اور محب تھے میرے لئے ان کے سامنے حضرت شیخ الحدیثؒ کا نام بھی فخر کے لئے کچھ کم نہ تھا ۔ ع

ان کے اک جان نثار ہم بھی ہیں

علم و عمل کے سانچوں میں

میری تو خیر کوئی رائے اور حیثیت ہی نہیں، اکابر علماء مشائخ اور صاحب بصیرت اربابِ علم و فضل کو بارہا اس بارے میں ہم خیال و یک زبان پایا کہ اس زمانہ میں حضرت شیخ الحدیثؒ ایسی شخصیت کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی اور محمد عربی

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے دین کا ایک ۔ واقعاتی معجزہ قرار دیا جا سکتا ہے ۔

تلمذ واستفادہ اور خدمت وشدتِ قرب کے دس سال کے طویل عرصہ میں حضرتؒ کو قریب سے دیکھنے اور مطالعہ کرنے کا بہترین موقع ملا ۔ اس دوران جو چیز خاص طور پر محسوس کی وہ یہ تھی کہ شب کے معمولات کی پابندی وشغول ، مطالعۂ کتب ، فکر ومراقبہ ، تہجد اور مناجات وریاضت کے باوجود دن میں وہ بڑی مستعدی اور بیداری ، ہر ایک کی طرف حسب حال پوری توجہ والتفات ، دارالعلوم کے اہتمام ، اضیاف کی کثرت اور ان سے ملاقاتیں اور خدمت ، درس وتدریس اور روزانہ کے سبق میں حیرت انگیز مباحث اور علمی نکات اس شان سے بیان فرماتے تھے کہ تعب ومشقت وتھکان اور اکتاہٹ کا کوئی نشان بھی معلوم نہیں ہوتا تھا ۔

دارالحدیث میں درس حدیث کا منظر ، حضرتؒ کا مخصوص اور دلکش لہجہ اور دارالحدیث کی روحانی اور پُرسکینت فضا اور حضرتؒ کا معصوم چہرہ آج بھی آنکھوں کے سامنے ہے ؎

گر مصور صورتِ آں دلستاں خواہد کشید

حیرتے دارم کہ نازش را چساں خواہد کشید

آپ کے اندازِ درسِ حدیث میں خطط وتبحر اور دعوتِ جہاد کی روح ہدف ہوا کرتی تھی ۔ آپ کے جوشِ جہاد ، ذوقِ عمل ، ہمت باطنی اور وسعتِ اخلاق نے علم کو عمل کے ہر گوشے میں ڈھال کر عملی سانچوں میں پیش کیا ۔ آپ کا درس عالمانہ ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہدانہ اسپرٹ سے بھرپور اور جذباتِ عمل سے لبریز ہوا کرتا تھا جس سے طلبۂ مخلصین کے قوائے عمل کی قوتیں بیدار ہو جاتیں اور جذباتِ عمل زیادہ سے زیادہ مشتعل ہوتے تھے ۔

مہمانوں کی کثرت اور اس پر حضرت کی مسرت وبشاشت بچشم خود دیکھی ، مہمانوں کا بھی کوئی وقت یا کوئی تعداد مقرر نہیں تھی ۔ مہمانوں میں ہر طبقہ کے لوگ ہوتے تھے اکابر علماء ، دارالعلوم حقانیہ کے مخلص معاونین ، قدیم فضلاء ، جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی قائدین ، مشاہیر زعماء ، سیاسی رہنما ، جماعتی احباب تبلیغی جماعتیں ، ارکانِ پارلیمنٹ وزراء ، سرکاری آفیسرز ، کالج کے طلبہ ، دینی مدارس کے طلبۂ اساتذہ ، خفیہ پولیس کے خاص اشخاص ، بیعت کے خواہش مند ، تعویذات کے طالب ، غرض کہ ہر طبقہ اور ہر قسم کی سوسائٹی سے تعلق رکھنے والے احباب آپ کے ہاں تشریف لاتے اور اپنے اپنے

Marfat.com

ظرف کے مطابق خوشحال اور مالا مال ہوتے۔

حضرت شیخ کی دعا حاضرین و مستفیدین اور ملاقاتیوں و محبین کا سب سے بڑا ہدف دعا ہوا کرتا تھا۔ حضرت شیخ کی دعا کی کیفیت، اس کے مضامین، جوش و خروش دردِ دل، رقت انگیزی اور اسی کی تاثیر حضرت کے اُن خصائص میں سے تھی جن کی مثال دور دور تک دیکھنے میں نہیں آتی۔ جب دعا کرتے حاضرین کا عجیب حال ہوتا سب یہی محسوس کرتے کہ رحمتِ الٰہی جوش میں آگئی ہے لوگوں پر وارفتگی اور بے خودی کی کیفیت طاری ہوتی۔

اور اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ آپ کی عملی زندگی کامل اتباعِ نبویؐ اور حضرات صحابہ کرامؓ کی تقلید تھی۔ آپ میں مقصد کی لگن اور نصب العین کا وہ عشق تھا جس کے لئے ایثار اور قربانی کا ایسا مرحلہ نہ تھا جسے آپ نے گوارا نہ فرمایا ہو۔ کوئی مشقت اور تکلیف ایسی نہ تھی جس کا استقبال مسکراتے ہوئے نہ کیا ہو۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ عشق کا جنون جب سر پر سوار ہو جاتا ہے تو محبوب کی طلب میں کوئی مزاحمت نہیں رہتی وہ شوقِ منزل کی تمام دشواریوں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ حضرتؒ کی زندگی کا خمیر عشق کی ولولہ انگیزیوں اور جنون نوازیوں سے تیار ہوا تھا، آپ کی ذات میں ایثار و قربانی اور سرفروشیوں کی ایک دنیا آباد تھی۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ کے ارتقاء و اخلاص کا پیمانہ جہاد فی سبیل اللہ تھا وہی روح اور سچی تڑپ آپ کے اندر کام کرتی رہی۔

ہر شب شبِ قدر ہر روز، روزِ عید میری زندگی کے دس سال کا یہ عرصہ جو حضرت کی خدمت و معیت اور ان سے اخذ و استفادہ اور ان کی مجلسِ خیر و برکت میں گذرا۔ ہر شب شبِ قدر اور ہر روز روزِ عید کا مصداق بن گیا ؎

مے ناب و کنارِ آب و یار مہرباں ساقی
دلا کئے بہ شود کارت اگر اکنوں نخواہد شد

وسعتِ ظرف پھر احقر نے حضرتؒ کے ساتھ رہ کر متعدد اور متضاد مناظر دیکھے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰؐ اور مختلف الیکشنوں کے ہنگاموں میں لوگوں کی عقیدت اور ارادت کا جوش بھی دیکھا۔ لوگوں کی نیازمندی اور اظہار جاں نثاری بھی دیکھی۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن کے نتیجے میں قائم ہونے والی پارلیمنٹ میں مخدوم زادہ ذی قدر استاذ محترم

Marfat.com

حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق مدظلہٗ کا نفاذِ شریعت بل پیش کرنے کے عمر کے اور اس سلسلہ کے ہنگامے اور پھر حضرت شیخ الحدیثؒ کی تحریک نفاذِ شریعت کی قیادت اور متحدہ شریعت محاذ کی صدارت کے ایام بھی دیکھے۔ سیاسی فضا کے تکدر زود رنج اور طوطا چشم عوام کی برہمی اور غلو فی السیاستہ کے روح فرسا اور دلدوز مظاہرے بھی دیکھے۔ سوشلزم کے عفریت اور سوشلسٹ انقلاب کی یلغار اور عورت کی متوقع حکمرانی کے خلاف جب حضرتؒ نے ملک بھر کے مرکزی مقامات اور صوبہ سرحد کے اہم اضلاع اور اہم مقامات کا دورہ کیا تو اس موقع پر بھی مسلمانوں کی بلاوجہ مزاحمت سے حضرتؒ کو تند و تلخ تجربوں۔ دینی درد و دلسوزی اور شرعی نقطہ نظر کے پیش نظر قلبی بے چینی اور اضطراب سے گذرنا پڑا۔ ان ایام میں بھی رفاقت اور قرب خاص میں رہ کر آپ کی ہر ادا سامنے رہی۔ مگر بایں ہمہ بخ کے مجالس۔ درس کی مسند، دارالعلوم کے دفتر اہتمام، پارلیمنٹ کی رزم گاہ، تحریک نفاذ شریعت کے عظیم جلسوں اور سیاسی ہنگاموں میں حضرتؒ کی حالت یکساں پائی۔ اور کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان سے کوئی حرف شکایت سننے کی نوبت نہیں آئی ؎

ذرہ پی کر بہک جانا، یہ کم ظرفوں کا شیوہ ہے
جو عالی ظرف ہیں جتنی پئیں وہ کب بہکتے ہیں

مولانا عبدالحقؒ ایک تحریک

مولانا عبدالحقؒ ایک فرد کا نام نہ تھا صفاتِ خیر کے اُس نہایت حسین اور دلآویز پیکر کا نام تھا جس کا وجود خاکی تھا مگر صفات ملکوتی تھیں۔ وہ مسلکاً حنفی تھے مگر شدت اور غلو نام کی چیز سے ناآشنا تھے۔ مسلک میں بے جا سختی اور نہ مزاج میں تندی، علم حدیث اور علم فقہ۔ علوم شرعیہ کا مشکل ترین میدان ہے۔ لیکن حضرتؒ کے ہاں پیچیدہ مسائل چٹکیوں میں حل ہوتے۔ شریعت کوئی بھاری بوجھ محسوس نہ ہوتی زندگی میں رچی بسی بڑی سہل چیز نظر آتی۔ وہ عُسر کی بجائے یسر کی راہ نکالتے۔ شریعت سے خوفزدہ نہ کرتے اس پر عمل کی ترغیب دیتے اور اپنی رائے کسی پر جبراً مسلط نہ کرتے۔ اندازِ تفہیم ایسا دلنشیں ہوتا کہ سننے والے کو نہ صرف شرح صدر ہو جاتا بلکہ وہ حضرت کا گرویدہ بن جاتا بعض سیاسی زعماء اور نامور علماء کے اندر پائی جانے والی خشونت انہیں چھو کر بھی نہیں گذری تھی۔ وہ بڑے ملنسار، منکسر المزاج اور متواضع و خلیق تھے۔ عام گفتگو میں بھی علمی برتری و جامعیت کا ذرہ بھی

Marfat.com

اظہار نہ ہوتے دیتے۔

مجھے تو خود حضرتؒ سے خدمت و تلمذ کی نسبت تھی اور حضرتؒ میرے شیخ و مربی اور محسن و استاذ تھے۔ شرافت نفس، عزیزانہ محبت اور مکارم اخلاق کا بارہا تجربہ ہوتا رہا۔ اپنی بزرگی کے باوجود تواضع میں بچھے جاتے تھے میں شرمندہ بھی ہوتا اور اس احساس سے شادکام بھی کہ اپنے علم و فضل میں ایسا عظیم اور بلند پایہ انسان مجھے بطور مربی و استاد اور ایک مہربان و دعاگو بزرگ کے میسر آیا ہے

دن کو سوز و گداز راتوں کو راز و نیاز

حضرتؒ نرم مزاجی اور خوش اخلاق کے باوجود بہت صاف گو تھے۔ کھری یا سچی بات کہنے یا اپنی رائے کے اظہار میں انہیں کوئی تامل نہ ہوتا۔ وہ اخلاق اعتبار سے مخاطب کے مقام و مرتبہ کا لحاظ ضرور کرتے تھے لیکن اس سے مرعوب ہرگز نہ ہوتے تھے اگر سوال یا جواب میں جھنجھلاہٹ، ہٹ دھرمی یا اشتعال کا مظاہرہ ہوتا تو وہ اپنی بات کہہ کر خاموشی اختیار کر لیتے۔ اور کمال یہ تھا کہ معاملہ کو بدمزگی یا تلخی تک کبھی نہ پہنچنے دیتے تھے۔ حضرتؒ میں صحابہ کرامؓ کے والہانہ شان کی ایک ادا اور ان کی دینی بےقراری کی جھلک نظر آتی تھی۔ دن کے سوز و گداز اور راتوں کے راز و نیاز کی خبر بہت کم لوگوں کو تھی۔ آپ کا مزاج بھی یہی تھا کہ کسے اس کی خبر نہیں ہونے دیتے تھے۔ مگر جنہیں قریب سے دیکھنے کا موقع ملا وہ جانتے ہیں کہ حضرتؒ بکاءً باللیل و بسام بالنہار رات کو رونے والے دن کو بہت مسکرانے والے کی زندہ تصویر تھے۔

عالی ہمتی

اور اس سے بڑھ کر شہادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ حضرت العلامہ مولانا قاضی عبدالکریم کلاچی مدظلہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ آج سے کوئی بیس پچیس سال قبل شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے ساتھ ریل گاڑی کا ایک طویل سفر پیش آیا۔ مسافروں کا ہجوم، پانی کی قلت، سفر کی تھکاوٹ اور سفرانہ شرعی رخصتیں اس پر مستزاد۔ مگر میں نے حضرت شیخ الحدیثؒ کو دیکھا کہ بڑی مستعدی اور عالی ہمتی کے ساتھ قیام اللیل کے مناجات اور معمول کے وظائف اور اوراد بڑی استقامت کے سارا پورا کر رہے ہیں۔ سفر کا یہ معاملہ دیکھا تو حضر کے معمولات کے تصور سے چشم حیرت کھلی ہی رہ گئی حضرت قاضی صاحب موصوف فرماتے ہیں۔ حضرت کی اس ہمت و عزیمت کو دیکھا تو ضمیر نے مجھے بھی جھنجوڑا اور خدا کا فضل ہے کہ اسی روز سے میرا بھی تہجد کا معمول بن گیا ہے۔ اور بلا عذر قضا

Marfat.com

ہونے کی نوبت نہیں آئی۔

کمال وشہامتِ خلق کے ساتھ اپنے نفس سے بدگمانی اور بے مائیگی کا استحضار واعلان انسان کی بلندی کی دلیل اور اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان نفس امارہ کی گرفت سے آزاد اور خود فریبی وخود پرستی سے بلند ہوگیا ہے یہ چیز حضرت شیخ الحدیثؒ کی زندگی میں بہت نمایاں ہوگئی تھی اور واقعتاً بھی یہی ان کا حال تھا قال نہ تھا۔ بڑے بڑوں کو دیکھا کہ حضرت کے اخلاق عالیہ تواضع وایثار اور خورد نوازی کو دیکھ دیکھ کر ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتے۔

نعم الخلف لنعم السلف

حضرتؒ اکثر خود کو بے تکلفی سے "لیس بشئ" کہہ دیا کرتے تھے ظاہر بینوں کو یہ الفاظ جیسے بھی لگیں لیکن حضرتؒ کا اپنے متعلق یہ عقیدہ تھا اور اس میں کوئی تصنع کا شائبہ تک نہ تھا وہ دل سے اپنے کو "لیس بشئ" سمجھتے تھے۔ حالانکہ قدرت نے ان کو ہر طرح اپنے اسلاف کرام کا جانشین، بحرِ ذخار، قائد شریعت اور نعم الخلف لنعم السلف کا مصداق بنایا تھا۔ حضرتؒ کے ملفوظات کا ذخیرہ "صحبتے با اہل حق" مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؒ خود کو کیا سمجھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تواضع وانکسار اور بے نفسی کے کس مقام رفیع پر پہنچایا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ الفاظ کی بڑی سے بڑی مقدار بھی ذاتی مطالعہ اور عینی مشاہدہ کے قائم مقام نہیں ہوسکتی۔ الفاظ کا دامن تنگ ہے اصل حقیقت کی نقاب کشائی الفاظ کے محدود پیرایہ اظہار سے ناممکن ہے۔

پھر کیفیات وجذبات، بیسیوں ادائیں، عشقِ رسولﷺ، وارفتگی وجاں نثاری یہ سب ایسے امور ہیں جن کی واقعی تصویر کشی بہرحال محال ہے۔

ضبط مجالس کا اہتمام

اور اگر کوئی چیز کسی کا صحیح تصور قائم کراسکتی ہے اور ان کو کسی حد تک صحیح شکل میں پیش کرسکتی ہے تو وہ صرف واقعات، حقائق یا ان کی اپنی روزمرہ کی بے تکلف گفتگو، نجی مجالس، مواعظ وارشادات ہی ہوسکتے ہیں۔

تعلیم دین، علوم نبوت کی ترویج واشاعت، قرآنی معارف کی خدمت، آدم گری وآدم سازی اور رجال کار کی تربیت پر خصوصی توجہ اور ارشاد وتربیت کا بہت بڑا ذریعہ اور مرکز آپ کا قائم فرمودہ

Marfat.com

عظیم ادارہ مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ ہے جس کے فضلاء آج اطرافِ عالم میں ترویج شریعت اور اقامتِ دین کے کام میں مصروف ہیں۔ جہادِ افغانستان کی مرکزی قیادت اور محاذ جنگ کے عظیم جرنیل مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے خصوصی تلامذہ ہیں۔ حضرتؒ نے اپنے تلامذہ کے عظیم سلسلہ کی صورت میں اقلیم محبت اور ولایتِ عشق کی نئی سپاہ تیار کی۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کے مجالس، عام گفتگو، مواعظ جمعہ، عام خطاب بھی ہدایت وارشاد اصلاحِ انقلاب امت اور صفائے باطن میں اکسیر ہوا کرتے تھے۔

عام خطبات اور مواعظِ جمعہ مخدوم زادۂ ذی قدر استاذِ محترم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے ضبط کر کے دعواتِ حق کے نام سے دو جلدوں میں شائع کر دئے۔ جسے ملک وبیرون ملک مقبولیت عام حاصل ہوئی اور اس سلسلہ کے مزید ضبط واشاعت کا مطالبہ اور اصرار ہونے لگا۔ چنانچہ اس سلسلہ کی تیسری جلد پر بھی کام جاری ہے۔ عام خطبات اور مواعظِ جمعہ کے علاوہ حضرت کی ایک مجلسِ عام بعد العصر مسجد شیخ الحدیثؒ (قدیم دارالعلوم حقانیہ) میں ہوا کرتی تھی۔ حضرتؒ عصر کی نماز پڑھ کر اپنی مسجد میں بیٹھ جایا کرتے۔ اکابر علماء مشائخ، دارالعلوم کے اساتذہ، طلبہ، اضیاف دور دراز سے آئے ہوئے مہمان، افغان قائدین، مجاہدین، سیاسی کارکن، قومی رہنما، حکومتی کارندے غرض مشائخ کے دستور کے مطابق ہر طبقہ کے آدمی کو حاضر ہونے اور استفادہ کرنے کی اجازت تھی

اے لقائے تو جواب ہر سوال

حضرت کی گفتگو میں رشد وہدایت کی چاشنی اور اخلاص ومحبت کا وفور ہوا کرتا تھا جس کی ایک بار ملاقات ہوگئی وہ عمر بھر کا گرویدہ اور عاشق زار بن گیا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرتؒ کے مجالس میں علماء، مشائخ، طلبہ، اہلِ عقیدت اور اہلِ طلب شریک ہوتے۔ مختلف موضوعات اور مسائل پر باتیں چھیڑتے تو جواب شافی پاتے۔

ے اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

ان مجالس کا کوئی مستقل یا متعین موضوع یا اس وقت کی گفتگو کوئی مستقل درس کی حقیقت نہیں رکھتی تھی۔ جو کچھ حسب حال اللہ کریم آپ کے دل میں ڈال دیتا ارشاد فرماتے۔

شیخ مدنیؒ سے عشق

ان مجالس میں عام رشد وہدایت کے اقوال، سلوک وتصوف کے نکات

Marfat.com

اصلاحی وعلمی تحقیقات ،سلف صالحین اور بزرگوں کے حالات وواقعات ارشاد فرماتے ۔بعض اوقات یہ گفتگو بڑے گہرے معارف وحقائق دقیق نکات اور حیرت انگیز علمی وروحانی لطائف پرمشتمل ہوتی تھی ۔ اکابر علماء دیوبند بالخصوص اپنے شیخ ومربی شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ کا تذکرہ کرتے وقت جذب ووجد کا خاص کیف واثر محسوس ہوتا چہرۂ اقدس پر بشاشت آجاتی۔ گویا کسی نے دل کی دھڑکن پر ہاتھ رکھ دیا ہے ۔ اور ایسا معلوم ہوتا کہ دل کا ساز کسی نے چھیڑ دیا ہے ۔آپ کے ملفوظات میں نادر تحقیقات اور بلند ولطیف علوم کا ایسا ذخیرہ ہوتا جو حقائق ومعارف کی کم کتابوں میں دستیاب ہوتا ہے۔

مجالس کی کیفیت

مجالس میں اوّل سے آخر تک انبساط رہتا ،خشونت کا تصور بھی نہ تھا ۔ کسی درجہ کی خشکی اور یبوست آس پاس نہ رہتی ،خندہ جبینی شگفتہ بیانی ، زندہ دلی اور نکتہ سنجی مجلس کو باغ وبہار بنا دیتی تھی ۔ وہ ایک مصلح اور مشفق داعی تھے ۔ ان کا مقصد زندگی خدمتِ علم اصلاحِ امت اور دعوت وخدمت تھا۔ ان کی نظر لینے سے زیادہ دینے ،فائدہ اٹھانے سے زیادہ فائدہ پہنچانے اور طلب وسوال سے زیادہ بذل ونوال پر تھی ،حضرت شیخ الحدیث ؒ بھی عام علماء ربانی اور مشائخ روحانی کی طرح اپنی زندگی کے حالات وسوانح کی بجائے ہمیشہ صحیح تعلیمات وہدایات ۔ اپنے مطالعہ کا نچوڑ ، اپنی زندگی کے تجربات اور اپنے محبین ومعتقدین اور عامۃ المسلمین کے لئے مخلصانہ مشوروں کا اہتمام فرمایا کرتے تھے ۔ جن پر عمل پیرا ہوکر وہ خود اس بلند مقام پر پہنچے اور جن سے فائدہ اٹھا کر اور ان پر کاربند رہ کر دوسرے حضرات بھی دینی اور روحانی ترقیات حاصل کرسکتے ہیں ۔ اور بہت سے خطرات ،وساوس مضرات ،لغزشوں اور غلطیوں سے بچ سکتے ہیں ۔ علالت کے آخری ایام میں بھی یہی احساسِ فرض ، احساسِ مرض پر غالب رہتا تھا ۔ حضرت ؒ کے ارشادات اور ملفوظات سامعین وقارئین کو خیالات کی بلندی ،حوصلہ مندی ، مادیت کے خلاف بغاوت ،حقیقت کی جستجو سازِ دل کو چھیڑنے اور روح کے سرچشموں کو جاری کرنے میں مرکزی اور بنیادی کردار ادا کرتے تھے ۔

صحبتے با اہل حق

۷ ،ستمبر ۱۹۸۹ء کو قائدِ شریعت حضرت شیخ الحدیث ؒ کے سانحہ ارتحال کا سال پورا ہونے پر احقر نے حضرت ؒ کی اسی مجلس عامہ کے ارشادات وفیوضات اور ان کے علوم ومعارف کا خزینہ "صحبتے با اہل حق" کے عنوان سے ۸۰۰ سے زائد صفحات کی ایک

Marfat.com

مستقل کتاب کی صورت میں ان کے تلامذہ متوسلین، معتقدین، اور عامۃ المسلمین کی خدمت میں پیش کی۔ جس کے دو ایڈیشن چھپ کر نکل چکے ہیں۔ جسے احقر چھ سات سال سے قلم بند کر کے حضرتؒ کی خدمت میں پیش کرتا رہا۔ حضرتؒ بھی باقاعدگی سے تمام ملفوظات سنتے اور جگہ جگہ اصلاح بھی فرماتے رہے جن میں طریقت و معرفت کے مسائل، شریعت کی حکمیات کی توضیح، سیاست اور قومی معاملات کے دقائق کی توجیہات اور حیات بخش نکتے اس طرح جمع ہو گئے ہیں کہ ایک جویائے حقیقت و معرفت ایک متلاشی احوال آخرت اور ایک طلب گار شریعت و سیاست کے لئے یکساں طور پر شفا اور سکونِ روح کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔ حضرتؒ کے دیگر حسنات اور عظیم صدقاتِ جاریہ کی طرح یہ بھی ایک عظیم صدقہ جاریہ ہے۔ "صحبتے با اہلِ حق" کا مطالعہ، ملفوظات سے استفادہ گویا حضرت کی مجلسِ درس و افادہ میں روحانی اور معنوی حاضری ہے۔

"صحبتے با اہلِ حق" حضرت کے علوم و معارف سے معمور اقوال و افادات کا حسین و جمیل گلدستہ ہے۔ جس میں احقر نے حضرتؒ کے علوم و معارف کے وسیع قلمرو سے رنگا رنگ پھول اکٹھے کر کے اپنے تئیں خوبصورتی اور خوش ذوقی کے ساتھ سجانے کی کوشش کی ہے۔

وقت کے محدثِ عظیم مجاہد جلیل کے ان علم پرور انہ حقائق، عمل آفریں وثائق، شرعی رہنمائی کے عرفانی ارشادات اور علمی ہدایات و فیوضات سے لوگ منتفع ہونے میں کوتاہی اور سستی سے کام نہیں لیں گے۔ بلکہ اس زلالِ حیات سے ابدی زندگی حاصل کریں گے۔

صحبتے یار آخر شد اولین ملاقات اور پھر مسلسل ملاقاتوں کے روئیداد اور تاثرات آپ نے سن لئے۔ آخری ملاقات کا منظر بھی پیش خدمت ہے۔

ایک صدمہ جانکاہ محدثِ جلیل، استاذی و استاذ العلماء، قائدِ شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے افادات، فیوض و برکات اور ارشادات "صحبتے با اہلِ حق" کے مضمون بنا کرتے تھے۔ اب حضرت شیخ الحدیثؒ کی وہ معرفت اور حکمت بھری گفتگو محبت بھری ادائیں، دلفریب عنایتیں، مؤثر اور پُر مغز نصائح و ہدایتیں، خلوص بھری شفقتیں، وہ سراپا انکسار۔ وہ رافت و رحمت کا پیکر۔ محبین و مخلصین کے ہجوم میں گھرے ہوئے صحبتے با شیخ عبدالحقؒ میں وہ کیف و سرور کی دلربا بہاریں، وہ منبع علم و حلم

Marfat.com

وہ پیکر جود و سخا، وہ دعاؤں کا مخزن، وہ غازیوں، شہیدوں اور مجاہدین کا پشتیبان، وہ شجاعت و ہزیمت اور استقامت کا ہمالہ، بتمبر ۸۸ء کی ظہر کے بعد ہزار تلاش و جستجو کے باوجود، اس مادی اور فانی دنیا میں، اب ہم آئندہ کبھی بھی ان کی مجلس عرفانی اور صحبت روحانی میں حاضر خدمت نہیں ہو سکیں گے۔ ایسے ہی ایک صدمہ جانکاہ پر سید سلیمان ندویؒ نے کہا تھا۔

ہم سفر وادیٔ ہستی میں وہ دلبر نہ ہوا — شمع اس راہ میں اس کا رخ انور نہ ہوا
درد اٹھ کے میرے دل میں ٹھہر جاتا ہے — کیوں رگ دل کی جگہ سینہ میں نشتر نہ ہوا
یہ تماشائے جہاں خواب ہے میں مانتا ہوں — پر یہ کیوں خواب میرے واسطے شب بھر نہ ہوا
دل کو کیوں مورد احساس بنایا یارب — حسرت اس کی ہے کہ یہ دل ہوا پتھر نہ ہوا
حیف اس خون کی قسمت جو مژہ سے ٹپکے — قطرۂ اشک ہوا، بادۂ احمر نہ ہوا
دل میں بیٹھا ہو کوئی اس سے تسلی تو نہیں — پردۂ دل میں جو ہے بر سر منظر نہ ہوا

دل اور اہل دل پہ کیا گذری

کیا بتاؤں اور کیسے بتایا جا سکتا ہے کہ حضرت قائد شریعتؒ کے انتقال کے بعد دنیا پر کیا گذری؟ دل پر کیا گذری؟ اہل دل پر کیا گذری؟ صالحین امت پر کیا گذری؟ جب حضرت شیخؒ پر اجل مسمیٰ اور تقدیر کا فیصلہ غالب آ گیا اس وقت کی آپ بیتی اور جگ بیتی، اس وقت کا نقشہ و کیفیت، اس وقت کی بے چینی و اضطراب اور حزن و ملال کی دلگداز کیفیتیں کیسے بیان کی جا سکتی ہیں؟ یہ کوئی تحریر کی بات نہیں۔ یہ تو دلوں کی کیفیت ہے حروف اور نقوش سے بظاہر کوئی قلمی تصویر بن بھی جائے تو اس میں کیف و سرور کی مستی، عشق و محبت کا ولولہ اور خلوص للہیت اور واقعیت کی روح کون ڈال سکے گا اور کسے تاب ہے کہ وہ اس کی جرأت بھی کر سکے ؎

گر مصور صورتِ آں دلستاں خواہد کشید
حیرتے دارم کہ نازش راچساں خواہد کشید

ان کی نظروں کی کوئی بات نہ پوچھ

مسجد شیخ الحدیثؒ (قدیم دارالعلوم حقانیہ) ہو یا دارالعلوم کا دارالحدیث اور دفتر اہتمام اور پاکستان کی پارلیمنٹ ہو یا ملکی سیاست کا [illegible] زار تحریک نظام مصطفےٰ ہو یا تحریک نفاذ شریعت کا [illegible]

Marfat.com

تحریک ختم نبوت کے معرکہ ہائے بلاخیز ہوں یا جہادِ افغانستان کے سنگلاخ مراحل، دیوانگانِ شیخ "عبدالحق" اور طلب گاران "صحبتے با اہلِ حق" "چند ساعتے با اولیا" کی تمنا لے کر نکلتے تو حضرت شیخ کو کسی نہ کسی محاذ پر موجود پاتے، شرفِ دید سے مشرف ہوتے، مرادوں کی جھولیاں بھرتے دعاؤں کے تحائف وصول کرتے۔ قلب میں نورِ ایمان کی بہاریں اور شوق و محبت کا گلزار لے کر پھر آئندہ کے اشتیاقِ دید سے معمور اور بامید ملاقات رخصت ہوجاتے۔ رخصت اور آئندہ کے شوقِ وصال کی یہ کیفیتیں، تحریر و الفاظ کی تنگ دامنیوں میں کب ڈھال جا سکتی ہیں ؎

دل پہ گزری جو واردات نہ پوچھ
ان کی نظروں کی کوئی بات نہ پوچھ

ایک نیم باز نگاہ شفقت

احقر خود بعد العصر حضرت اقدسؒ کی بارگاہِ علم و فضل میں کبھی حقائق السنن کے مسودات لے کر، کبھی ذاتی خطوط کے جوابات لکھ کر، کبھی شوقِ دید، ذوقِ استفادہ اور اشتیاقِ ملاقات کے جذبات لے کر حاضرِ خدمت ہوتا۔ دن بھر کی تھکن، ہمہ وقتی کام، ذہنی و فکری تعب و مشقت، بدن کے تکاسل۔ نتیجتاً طبعی پژمردگی، عرضِ ازدیادِ کار کی وجہ سے چور چور ہوتا۔ مگر جب ایک محبت بھرا تبسم اور ایک نیم باز نگاہِ شفقت حاصل ہوجاتی تو یوں محسوس ہوتا گویا نئی زندگی مل گئی ہے۔ یا تنِ مردہ میں جان آگئی ہے ؎

تیری نوازشِ پنہاں کا لطف کیا جانے
وہ دل جو تیری نگاہوں کا پائمال نہیں

جوانی پر ندامت

ڈانٹ ڈپٹ، باز پرس، خوردہ گیری اور غلطیوں پر انتباہ کے بجائے سراپا تشکر و اطمینان اور بات بات پر مومنیت کا اظہار ہوتا۔ ضعف و علالت۔ پیرانہ سالی عوارض و امراض کے باوجود امالئ ترمذی پر توجہ، مسجد کی چٹائیوں پر گھنٹوں بیٹھے رہتے اصلاح، تجویز و ترمیم اور حذف و اضافہ میں فکری انہماک اور ہمت و استقامت اور عزیمت سے کام لیتے، یہ دیکھ کر ہمیں اپنی جوانی پر ندامت ہوتی۔ پست حوصلے جوان ہوتے بے ہمتی کافور ہوتی، فکری الجھاؤ، ذہنی تعب اور جسمانی تکان مرتفع ہوجاتا۔ جب نمازِ مغرب

Marfat.com

حضرت شیخ رحؒ کی معیت میں پڑھ کر مجلس شیخ رحؒ سے دارالعلوم واپسی ہوئی تو ایسا محسوس ہوتا گویا کسی نے طاقت کا ٹیکہ اور فرحت وانبساط کا انجکشن لگادیا ہے ؎

ہر چند پیر وخستہ دبس ناتواں شدم
ہر گہ نظر بروئے تو کردم جواں شدم

ایمان آفرین کیفیات

واقف کار حضرات، حضرت شیخ رحؒ کے خدام اور قریبی مخلصین واحباب دارالعلوم کے اساتذہ وطلبہ، جہاد افغانستان کے محاذ جنگ کے جرنیل اور مجاہدین بھی عموماً عصر کے مبارک وقت کی تاڑ میں رہتے اور عملاً "صحبتے با اہل حق" سے مستفید اور لطف اندوز ہوتے۔ دشمن سے مقابلہ، عزیمت اور شہادت کے عزائم، جہاد کے تسلسل، استقامت کے ارادے۔ موقف میں پختگی، شوقِ جہاد کے جذبات اور ایمان آفرین کیفیات سے مسرور ہوتے۔ اب انہیں یہ اضطراب ہے کہ روسی دشمن اور اپنے سے کئی گنا بڑھ کر ایک طاقتور عفریت کے مقابلہ میں ہمیں استقامت اور عزیمت کا درس کون دے گا، انابت الی اللہ، پرخلوص توجہ اور مستجاب دعاؤں سے اب ہماری پشت پناہی اور ڈھارس کون بندھوائے گا۔

مخدوم نہیں خادم

حضرت شیخ رحؒ بیمار ہوئے تو محبین ومخلصین، معتقدین وزائرین، مشائخ علماء وفضلاء اور عامۃ المسلمین، افغان قائدین، محاذِ جنگ کے جرنیل اور مجاہدین کا حضرت شیخ رحؒ سے ایک لمحہ صحبت، ایک نظر شفقت، ایک نگاہِ شوق اور ایک جھلک ذوقِ دید کی تحصیل اور تکمیل کے لئے خیبر ہسپتال پشاور کے بالائی احاطہ کمرہ ۳۲ کی طرف ایک تانتا بندھ گیا اِدھر سے بھی معاملہ ایسا ہی تھا۔ کوئی بندش نہیں، کوئی روک ٹوک نہیں ڈاکٹروں کے ہزار منع کرنے کے باوجود دور دراز سے آنے والے مخلصین ومحبین اور عامۃ المسلمین کی دلشکنی گوارا نہیں۔ سب کو ملاقات کی اجازت ہے۔ جو چاہے جب چاہے وقت بے وقت اپنے قلب اور ذوقِ عشق کی انگیخت پر کمرہ ۳۲ میں پہنچ جائے۔ شدید علالت عوارض امراض، ضعف اور شدت تکلیف کے باوجود حضرت شیخ رحؒ سے ملاقات ہوتی تو یوں محسوس ہوتا گویا حضرت آنے والوں کیلئے چشم براہ تھے۔

Marfat.com

دھیمی سلیس اور شستہ گفتگو، محبت بھری دعائیں، شفقت اور پیار سے معمور نگاہیں۔ پُر اثر ارشادات اور فیوض و برکات اور سادہ و بے تکلف اطوار و عادات سے یہ ترشح ہوتا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ اپنے چاہنے والوں کے مطلوب نہیں طالب ہیں محبوب نہیں محب ہیں، مخدوم نہیں خادم ہیں۔ مراد نہیں مرید ہیں۔ اور کسی بھی دیکھنے والے کو یہ تاثر لینے میں قدرے تامل کی گنجائش باقی نہ رہتی کہ حضرت شیخؒ کی ایک ایک ادا، نگاہِ شفقت کا سحر انگیز التفات، انس و محبت اور حکمت بھرے لہجے کا محبوبانہ اتار چڑھاؤ کس کس پہلو کو لیا جائے اور کیا بتایا جائے۔ ع

بتاتا باغباں رو رو یہاں غنچہ یہاں گل تھا

دلجوئی دارالعلوم کے اساتذہ، طلبہ اور خدام جب ہسپتال میں حاضر خدمت ہوتے تو ارشاد فرماتے "اپنے کام میں لگے رہو دارالعلوم کا کام اور اس کی خدمت یہی سب کچھ ہے۔" ڈھیروں دعاؤں سے نوازتے۔ گفتگو نرم، متانت اور محبت بھرے لہجے میں ہوتی۔

حضرتؒ یہ چاہتے تھے کہ دارالعلوم کے اساتذہ اور طلبہ ہسپتال میں کم آئیں آنے جانے، بسوں اور ویگنوں میں اترنے بیٹھنے اور سفر کی زحمت برداشت نہ کریں اور اگر کبھی لامحالہ آنا بھی چاہیں تو ایسے اوقات میں تشریف لائیں کہ دارالعلوم کے کام اور اس کے تعلیمی نظام میں حرج نہ ہو۔ حضرتؒ یہ بات ان سے کہنا بھی چاہتے تھے مگر اشارۃً وکنایۃً، صراحۃً کہنے سے اس لئے اجتناب فرماتے رہے کہ ان کو یہ اندیشہ رہتا تھا کہ میرے اس کہنے سے کہیں ان کے دل نہ ٹوٹنے پائیں۔

آخری ملاقات کے لئے روانگی اگست ۱۹۸۸ء کی ستائیسویں تاریخ تھی ظہر کی نماز دارالعلوم میں پڑھی۔ برادرم مولانا قاری محمد رمضان صاحب کو ساتھ لیا، عصر کی نماز جی ٹی ایس اڈہ پشاور کی جامع مسجد میں ادا کی۔ اور پون گھنٹہ بعد ہم لوگ خیبر ہسپتال پشاور کے مین دروازے پر پہنچ گئے۔ گیٹ بند تھے۔ خلافِ معمول باوردی پولیس لوگوں کو اندر جانے سے روک رہی تھی۔ چند لمحوں میں لوگوں کا گیٹ پر ایک جم غفیر جمع ہو گیا۔ ہمیں بھی روک دیا گیا۔ کسی صاحب نے بتایا کہ صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ جناب ریٹائرڈ جنرل فضل حق صاحب شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی عیادت کے لئے آرہے ہیں۔ ان کی آمد پر یہ حفاظتی تدابیر اختیار کیے جا رہے ہیں۔ ہم ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ تو دیکھا کہ ہسپتال کے دروازے پر علماء، طلباء، افغان

Marfat.com

مجاہدین متشرع اور دیندار لوگوں کی بھی ایک بھیڑ جمع ہو گئی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ لوگ بھی ہماری طرح حضرت شیخؒ کی عیادت اور ملاقات کے لئے اندر جانا چاہتے ہیں۔

وزیر اعلیٰ کوئی ایک گھنٹہ ہسپتال میں رہنے کے بعد واپس ہوئے تو لوگوں کو اندر جانے کی اجازت مل گئی۔

ایک فرشتہ ہے جو آسمان سے اتر آیا ہے

اس سے قبل گزشتہ سال جب سی ایم ایچ ہسپتال راولپنڈی میں احقر حضرت شیخؒ کی عیادت کے لئے حاضر خدمت ہوا تھا تو میری حاضری سے چند لمحے قبل اس وقت کے وزیر اعظم جناب محمد خان جونیجو حضرت شیخؒ کی عیادت کر کے واپس جا رہے تھے وہاں بھی یہی صورتِ حال پیش آئی تھی۔ یہ بھی ایک گونہ اسی نوعیت کا دوسرا چانس تھا۔ بہر حال ہم بھی مختلف گیلریوں سے ہوتے ہوئے حضرت اقدس کی قیام گاہ کمرہ ۳۲۰ میں پہنچ گئے۔ حضرت شیخؒ کے محبین و مخلصین کی ایک جماعت، بنوں سے آئے ہوئے علماء اور افغانستان کے محاذِ جنگ سے آئے ہوئے ایک کمانڈان تحریک جنود اللہ عالمی کے امیر مولوی بادشاہ گل حقانی اپنی جماعت مجاہدین کے ہمراہ ہمارے ساتھ اسی کمرہ میں حضرت شیخؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

ہم لوگ کمرہ میں داخل ہوئے تو سامنے چہرۂ اقدس پر نظر پڑی۔ ضعف و علالت اور بیماری کے باوجود معمول کی نورانی صورت کی رونق میں اضافہ تھا۔ احقر بار بار جب حضرتؒ دوسری طرف متوجہ ہو جاتے اشتیاق و محبت کے جذبات کے ساتھ بے قرار نظروں سے جی بھر کر دیکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ ہر بار یوں محسوس ہوتا کہ ایک فرشتہ ہے جو آسمان سے اتر آیا ہے۔ اپنی طبعی انتاد، اخلاق و تواضع اور ایک عظیم، علمی و دینی، سیاسی و ملی اور روحانی عظمت و مقام کے باوصف عجز و انکسار کی وجہ سے پہلے سے کئی گنا بڑھ کر محبوبیت اور شرافت ان کی پیشانی سے جھلکتی بلکہ اُبلتی نظر آتی ہے

ہر صفحہ نورانی پر ورق زریں

احقر نے حضرت شیخؒ سے اضیاف کا تعارف کرایا۔ افغان مجاہدین کے وفد کے سربراہ اور تحریک جنود اللہ عالمی کے امیر مولوی بادشاہ گل حقانی نے عرض کیا۔ حضرت! آپ کی دعائیں، آپ کی توجہ اور آپ کا وجود مسعود ہمارے لئے پناہ گاہ ہے، ہم کل سے محاذِ جنگ پر جا رہے ہیں گو کہ آپ کی علالت اور شدت تکلیف کا ہمیں

Marfat.com

احساس بھی ہے ہم صرف دعا کے لئے حاضر خدمت ہوئے ہیں۔

افغان مجاہدین کا نام سنتے ہی حضرت شیخ الحدیثؒ سنبھل گئے۔ محاذ جنگ کی رپورٹ دریافت فرمائی۔ تازہ ترین صورتِ حال پر بحث فرماتے رہے۔ پھر ارشاد فرمایا۔ کہ آپ حضرات جو عملاً جہادِ افغانستان میں روسی دشمن سے برسرِ پیکار ہیں یہ آپ کی شرافت، نجابت، کامیابی اور مقبولیت عند اللہ کی دلیل ہے۔

مجاہدین کی درخواست پر بڑے الحاح اور عجز و انکسار کے ساتھ ان کے لئے دعا کی۔ آج بھی حسبِ معمول جذبۂ جہاد کا نور اُن کی ہر ادا اور ہر پہلو سے ظاہر ہوتا تھا۔ تحریر اس کی متحمل نہیں ورنہ اس تصور سے حضرت شیخؒ کے علمی و دینی اور قومی و ملکی خدمات کی طرح آٹھ دس سال سے جہادِ افغانستان کے پہلو سے بھی ان کی زندگی ایک کھلے صحیفے کی طرح سامنے آگئی ہے۔ جس کا ہر صفحہ نورانی اور ہر ورق زرین ہے۔

مجاہدین کو رخصت کرنے کے لئے چارپائی سے اٹھنا چاہا مگر ضعف و علالت کے پیش نظر مجاہدین کے اصرار پر بیٹھے بیٹھے سب سے معانقہ اور مصافحہ کرتے رہے اور

استودع اللہ دینکم وامانتکم وخواتیم اعمالکم

مسنون دعا کے ساتھ سب کو رخصت کرتے رہے۔

بنوں سے دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فضلاء بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے تھے انہیں بھی حضرت شیخؒ نے بڑے تلطف، شفقت، محبتوں اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔ وہ بھی رخصت ہو گئے۔ تو احقر نے حضرت شیخؒ کے ساتھ ان کی چارپائی کے پائنتی بیٹھ کر ان کے استفسار پر دارالعلوم کے حالات، اسباق، اساتذہ کرام کے تسلیمات، طلبہ دارالعلوم کے سہاہی امتحانات کی تیاریاں اور امتحانی کمیٹی کی کارکردگی کی اجمالی رپورٹ سنائی۔ حضرت بڑے متوجہ رہے۔

پھر از خود دریافت فرمایا کہ کل صوابی کا دورہ کیسا رہا؟

صوابی کا دورہ دراصل کل بات یہ تھی کہ ضلع صوابی کے علماء اور جمعیت علماء اسلام کے کارکنوں نے حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے لئے ضلع صوابی میں علماء کی میٹنگ رکھی تھی اور صوابی سے ۲۰، ۲۵ میل آگے گدون میں جلسۂ عام کا پروگرام تھا۔ احقر نے تفصیل سے صورتِ حال عرض کر دی۔ لوگوں

Marfat.com

کا دین سے لگاؤ، والہانہ استقبال، جمعیت کے موقف سے وابستگی۔ نفاذِ شریعت اور غلبۂ اسلام کے لیے مولانا سمیع الحق سے تعاون کے جذبات تفصیل سے عرض کیے تو بہت مسرور ہوئے چہرۂ اقدس پر بشاشت کے آثار نمایاں تھے۔ پھر ارشاد فرمایا کس کس نے تقریریں کیں اور کیا کیا کہا؟

وزیر اعلیٰ، درِ دولت پر

احقر نے اپنی یادداشت کی حد تک سب حضرات کی تقریروں کے خلاصے سنا دیئے تو مسکراتے ہوئے پھر ارشاد فرمایا۔ آپ کی تقریر کا موضوع اور مضمون کیا تھا؟ کیا عرض کرتا جھجک کر رہ گیا۔ براہ راست حضرت شیخ الحدیثؒ سے دریافت کرنے کی جرأت تو نہ ہو سکی۔ احقر نے مولانا محمد یوسف شاہ (جو ہسپتال میں حضرت کی خدمت پر مامور تھے اس وقت طالب علم تھے اب دارالعلوم کے فاضل اور مدرس ہیں) سے جو وزیر اعلیٰ کی حضرت شیخؒ کی خدمت میں حاضری کے وقت موجود تھے سے دریافت کیا۔ شاہ جی! وزیر اعلیٰ صاحب تشریف لائے تھے؟ عیادت کی ہوگی اور کوئی خاص بات بھی ہوئی کہ نہیں۔ وہ کہنے لگے ہاں! وزیر اعلیٰ صاحب آئے تو انہوں نے حضرت سے بڑی معذرت کی۔ حضرت شیخؒ کے ساتھ چارپائی پر پائنتی کی طرف بیٹھ گئے۔ اور کہنے لگے۔ حضرت! خدا گواہ ہے مجھے آپ کی بیماری اور ہسپتال میں داخلے کا کوئی علم نہیں تھا۔ آج اتفاقاً مولانا سمیع الحق صاحب سے ملاقات ہوئی تو میں نے آپ کی صحت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت بیمار ہیں اور ہسپتال میں ہیں تو مجھے بہت قلق ہوا۔ آپ سے میری جو عقیدت ہے اور محبت اور اعتماد ہے بغیر کسی تصنع اور ریا کے عرض کرتا ہوں کہ اس کے پیشِ نظر چاہیئے تھا کہ میں اب تک کئی بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوتا۔ چونکہ مجھے علم نہیں تھا اس لئے میں عفو چاہتا ہوں ـــــ حضرت شیخ الحدیثؒ نے انہیں فرمایا۔

نفاذِ شریعت اور جہاد افغانستان

شاہ جی کی بات ابھی جاری تھی کہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کہ میں نے آج وزیر اعلیٰ کی آمد کے موقع پر ان سے صاف کہہ دیا کہ مرحوم صدر ضیاء الحق ملک میں نفاذِ شریعت کا مقصد حاصل نہ کر سکے مگر اب یہ ساری ذمہ داری ان کے قریبی رفقاء پر بالخصوص آپ پر آگئی ہے کہ آپ ان کے معتمد اور قریب ترین ساتھی تھے آپ نے اپنے نام کی بھی لاج رکھنی ہوگی کہ تمہارا نام "فضل حق" ہے اس کا معنی اور مفہوم بھی قابل لحاظ ہے۔ اپنی ترجیحات میں سب سے پہلا کام نفاذِ شریعت کا بنالو۔

Marfat.com

دوسری بات جو وقت کی اہم ضرورت اور قومی اور ملکی اعتبار سے بہت اہم ہے وہ جہاد افغانستان کی بھرپور حمایت ہے ۔ صوبہ سرحد اس اعتبار سے ایک نازک اور حساس مقام پر ہے آپ نے افغان مجاہدین کی سرپرستی، تعاون اور ان کی حمایت کا بھی پورا پورا خیال رکھنا ہوگا ۔ جب آپ ان باتوں کو اصولی طور پر اولیت دیں گے تو خدا تعالیٰ کی مدد تمہارے شامل حال ہوگی۔

نماز مغرب

نماز مغرب کا وقت ہو چکا تھا اور دو ایک منٹ مزید بھی گزر گئے تھے ۔ حضرت اقدسؒ کے ارشادات میں در آنے کی جرأت کون کر سکتا تھا جب بات مکمل فرمالی تو بتایا گیا کہ حضرت! نماز کا وقت ہو چکا ہے اور دو منٹ زائد بھی گزر چکے ہیں ۔ یکایک چونک پڑے سنبھل گئے ۔ نماز باجماعت کا حکم فرمایا ۔ احقر نے تکبیر کہی ۔ مولانا قاری محمد رمضان صاحب نے امامت کی ۔ حضرت شیخؒ چارپائی پر بیٹھ کر نماز میں شریک رہے ۔ ہم نے ان کے محاذات میں نماز کی صف بنالی تھی ۔ میرا کاندھا حضرت شیخؒ کے کاندھے کے ساتھ ملا ہوا تھا۔

سنتیں پڑھ لی گئیں تو دروازہ پر دستک ہوئی ۔ خود حضرت اقدسؒ متوجہ ہوئے ارشاد فرمایا۔

ڈاکٹروں کو ہدایات

دیکھو مہمان ہوں گے ۔ دروازہ کھولا گیا تو ڈاکٹروں کا ایک وفد تھا ہر ایک ملتا اور اپنا اپنا تعارف کراتا رہا ۔ آخر میں سب نے عرض کیا ۔ ہمیں آپ کی علالت کا اس سے پہلے علم نہیں تھا آج معلوم ہوا تو حاضر خدمت ہو گئے ہیں ہمارے لائق کوئی خدمت اور کسی قسم کا کار لائقہ ہو ہم بہرصورت تیار اور دعاؤں کے خواستگار ہیں

حضرت شیخؒ نے انہیں جوانی میں عمل صالح کی ترغیب دی اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازا ۔ جب وہ رخصت ہوئے تو ہمارے لئے محمد یوسف شاہ سے چائے کا کہا ۔ جب تک ہم چائے سے فارغ نہ ہوئے بار بار دریافت فرماتے رہے کہ انہیں چائے دی گئی ہے یا نہیں ۔ اور جب رخصت ہونے لگے تو بڑی توجہ اور انہماک کے ساتھ دعا فرمائی ۔ حاضر دماغی فکری قوتوں کی بیداری اور کمال شفقت و عنایت اس درجہ کہ میرے بعض مشاغل کے نام لے لے کر ان کی تکمیل کی دعا فرماتے رہے ۔ مصافحہ کرتے اور ہمارے کمرہ کے دروازے سے نکلتے وقت تک زبان مبارک پر دعاؤں کا ورد تھا کہ وہ سراپا مجسمہ دعا ہی تھے ۔

عمر گذری ہے تیرے دربار میں آتے ہوئے　　گڑگڑاتے مانگتے اور ہاتھ پھیلاتے ہوئے

Marfat.com

داستانِ تباہ داستانِ تباہ! کیا خبر کہ اس کے بعد پھر حینِ حیات حضرت شیخ رح کی زیارت و ملاقات کا موقعہ نہ مل سکے گا۔ بلکہ بیماری بھی حضرت رح کی عام معمول کی بیماری تھی یہ تو وہم و گمان اور تصور میں بھی نہیں آتا تھا کہ ہماری اب کی بار حضرت شیخ رح کی خدمت میں گویا آخری بار کی حاضری ہے۔ اور "صحبتے با اہلِ حق" کا ایک عظیم باب یہاں ختم ہو رہا ہے ۔

حیف در چشم زدن ، صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر نہ دیدم کہ بہار آخر شد

قسمت پلٹی اور اب حاضری کی رُت بدل گئی دارالعلوم میں عصر کی نماز پڑھ کر چھ سات سال سے "مسجد شیخ الحدیث رح" میں "صحبتے با اہلِ حق" کی سعادتوں سے بہرہ ور ہونے کی طبیعت بن گئی تھی یا صبح گیارہ بجے دفتر اہتمام میں حضرت شیخ رح کے ذاتی خطوط کے جوابات لکھ کر ان کی خدمت میں پیش کرتا تو اس طرح دلِ بے تاب کو نظرِ شفقت اور نگاہِ دلنواز سے قرار حاصل ہو جایا کرتا تھا۔ یہ عادت تھی۔ یہ روزانہ کا معمول تھا اور یہی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ اور اب بھی ہے مگر پہلے سے مختلف ۔ ستمبر سے پہلے جب صحبتِ شیخ رح میں حاضری کے لئے قدم اٹھتے تھے تو کتنا اشتیاق ہوتا تھا کیسا قوی اور کامل یقین کہ دکانِ معرفت اور مکتبِ علم و عرفان کھلا ہوا ہے۔ مطبِ روحانی گرم ہے ہم بیماروں کے جاتے اور پہنچتے ہی مرہم شفا ہاتھ میں ہوگا۔ ہر درد کی دوا ہر فکر و غم سے تشفی ہر رنج و اندوہ سے نجات کا سامان۔ مگر اب کی حاضری کی رُت بدلی ہوئی ہے آج قسمت پلٹی ہوئی ہے۔ وہ دکانِ معرفت اور مکتبِ علم و عرفان بند۔ مطب روحانی اجاڑ۔ شفا کے بجائے حسرتِ شفا۔ دوا کی جگہ دوا کی یاد اور مکین کے عوض صرف مکان۔ خوشگوار یادیں، صحبتے با اہل حق کے افادات اور ملفوظات کا محفوظ رہ جانا بھی اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔

تسکین قلب کا سامان اور اب گذشتہ صحبتوں کی حسرتیں مٹانے ۔ پرانی عادت نبھانے اور تسکین قلب کا سامان بنانے کے لئے حاضری ہوتی ہے تو مزار پر اور مزار ؟ آہ مزار! نہ کوئی بلند گنبد نہ کوئی کلس دار قبہ۔ نہ چار دیواری نہ آستانہ نہ جنگلہ نہ کٹہرا ، نہ پھول ، نہ چادر ، صدرِ مملکت جناب غلام اسحاق خان ۔ بعض گورنروں ۔

Marfat.com

مرکزی اور صوبائی وزیروں۔ بعض علاقائی ملکی اور قومی تنظیموں کی طرف سے اعترافِ خدمات اور قومی اعزاز کے طور پر پھولوں کی چادریں چڑھا بھی دی گئی تھیں۔ تو وہ بھی مولانا سمیع الحق نے ازوا دیں۔ کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابہ کرام رضؓ کے تعامل میں اس کا ثبوت نہیں

آخری آرام گاہ

بس ایک درمیانی درجے کی وسعت کا قبرستان، جانب جنوب میں تقریباً تین سو طلبہ کے حفظ و تجوید کی پرفضا اور پر انوار عمارت۔ تقریباً وسط قبرستان میں معمول سے رقبہ پر ایک سادہ سی قبر اور وہی اللہ کے اس بشر کی آرام گاہ۔ نہ سنگِ مرمر نہ کمرہ نہ چھت صرف آسمان کی کھلی ہوئی چھت کے نیچے ایک نیچی سی کچی تربت۔ سادگی کی تصویر اور صاحبِ قبر کی بے نفسی کا آئینہ۔ نہ لوح نہ کتبہ۔ چند قدم کے فاصلہ پر جانبِ مشرق میں حضرت شیخؒ کی رفیقۂ حیات آرام فرما ہیں۔ اور جانب مغرب میں دارالعلوم کے بے لوث خادم۔ حضرت شیخؒ کی زندگی میں ان کے بزم و رزم کے رفیق با اختصاص دارالعلوم کے مرحوم ناظم اعلیٰ مولانا سلطان محمودؒ۔ دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے قدیم ارکان جناب الحاج غلام محمد مرحوم۔ جناب الحاج حافظ نور بادشاہ مرحوم، پیشوائی کے شوق میں پہلے ہی سے پہنچے ہوئے۔ سادگی اور بے کسی میں حضرت شیخؒ کی قبران سب قبروں سے پست ـــ زندگی میں بھی تو حضرت خود کو اپنے متوسلین سے پیچھے رکھتے تھے۔ اب کا ان حاضریوں میں تصور کی آنکھ کیا کیا دیکھتی ہے۔ تخیل کے کانوں میں کیا کیا آوازیں آتی ہیں۔ کوئی کہے بھی تو کس زبان سے ؎

این حدیثے را بیان دیگر است

ہیبت و جلال اور انس و جمال

اپنے اکابر اساتذہ اور مشائخ سے بارہا امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ۔ قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ محدثِ جلیل علامہ انور شاہ کشمیریؒ شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے آخری آرام گاہوں پر حاضری کے وقت وہاں کے حالات اور کیفیات سنے تھے۔ بس کہنا چاہیئے کہ یہاں بعینہٖ وہی دیکھنے میں آئے۔ وہی نقشہ یہاں بھی ہو بہو موجود، وہی سوزش

Marfat.com

وہی شورش، وہی سکینت وہی ٹھنڈک، وہی ہیبت، وہی جلال، وہی انس اور وہی جمال۔
اور اب جب حاضری ہوتی ہے تو دل کو نہ ختم ہونے والی داستان مسلسل ستاتی رہتی ہے
یوں آنا ہوتا تھا۔ یہاں بیٹھنا ہوتا تھا۔ یہ ارشادات ہوتے تھے۔ اس طرح کی شفقتیں ہوتی تھیں
کیا کیا سننے میں اور کیا کیا دیکھنے میں آتا تھا۔ آہ! تو کیا تیرا بندہ بھی فانی تھا! بے شک موت
دفعتاً تو اس نامور خادم کے نامور آقا تک کے لئے مقدر کردی گئی تھی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران ۱۴۴)

اور محمدؐ تو بس ایک رسول ہی ہیں ان سے قبل اور بھی رسول گذر چکے ہیں۔
یہ ایک آیت امت کی تسلّی اور تعزیت کی کیسی پوری دنیا اپنے اندر آباد رکھتی ہے

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد و آلہٖ و صحبہٖ اجمعین۔

Marfat.com

مولانا عبدالقیوم حقانی کی شاہکار تصنیف

اربابِ علم وکمال اور پیشۂ رزقِ حلال

مشاہیر زعماء اور اکابر علماء اُمت کی نظر میں

- اس کتاب سے علم اور اہلِ علم کی عزت بڑھے گی نسلی امتیازات اور قومی عصبیتوں کا خاتمہ ہوگا۔ (شیخ الحدیث مولانا عبدالحق)
- ہماری معلومات کی حد تک اس موضوع پر مستقل تصنیف جدید طرزِ تحریر اور دلچسپ اندازِ تعارف میں مولانا عبدالقیوم حقانی کو سبقت اور اوّلیت کا شرف حاصل ہے۔ (شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید)
- اسکی اہم خوبی زبان کی دلکشی، انداز و اسلوب کی رعنائی، طرزِ تحریر کی سلاست، روانگی اور شگفتگی ہے۔ (مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ)
- علامہ سمعانی ؒ سے ملاقات کا تریاق ملت کے احیاء و بقاء کا سبب بن سکتا ہے۔ (مولانا افتخار فریدی، بھارت)
- کسبِ حلال، صدقِ مقال، حسنِ اعمال اور خیر المال کا حسین امتزاج اور گرانقدر علمی تحفہ۔ (حضرت علامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی)
- کتاب اتنی دلچسپ کہ مطالعہ مکمل کیے بغیر دوسرا کام نہ کر سکا۔ (حکیم محمد سعید چیئرمین ہمدرد فاؤنڈیشن، کراچی)
- مولانا عبدالقیوم حقانی نوجوان علماء میں بحمداللہ موفق من اللہ ہیں۔ اندازِ تحریر سلیس، دلکش اور سلجھا ہوا ہے اس کتاب میں جدید طرز اور اچھوتے انداز میں اپنے موضوع کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں کہ داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ (مولانا محمد یوسف لدھیانوی)
- "الانساب" کے نادر موضوعات کا خلاصہ اور نچوڑ۔ (شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جان ایم این اے)
- پاکستان میں دو شخصیتوں کیلئے خصوصیت سے دعا کیا کرتا ہوں جن میں ایک "اربابِ علم وکمال" کے مصنف مولانا عبدالقیوم حقانی ہیں۔ (شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر)
- یہ کتاب بلاشبہ بہترین معلومات کا ذخیرہ اور عجائب و غرائب کا مجموعہ ہے پھر اس پر حقانی صاحب کی تحریر سونے پر سہاگہ۔ (مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی)
- ایک بہترین، نرالی اور شاہکار تصنیف۔ (مولانا حافظ انوار الحق نائب مہتمم دارالعلوم حقانیہ)
- عصرِ حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق اردو دان طبقہ کیلئے ایک البیلا تحفہ، اس سے علامہ سمعانیؒ کی شہرت میں مزید اضافہ ہوا۔ (مولانا محمد ابراہیم فانی)
- فن اور موضوع کے اعتبار سے تاریخ کی سب سے پہلی منفرد اور شاہکار تصنیف۔ (مولانا محمد ازہر مدیر "الخیر" ملتان)
- "اربابِ علم وکمال" دیکھ کر مسرت کی حد نہ رہی مصنف نے اس ناکارہ کی دیرینہ آرزو کی ترجمانی کر دی اور اس دور کے علماء پر بہت بڑا احسان فرمایا۔ (مولانا عبدالرشید الہندی مکۃ المکرمہ)
- علمی، دینی اور تاریخی اہمیت کی حامل تالیف جس میں سلاستِ روانی اور اسلوب کی دلکشی بدرجہ اتم موجود ہے۔ (جناب محمد صلاح الدین مدیر "تکبیر")
- مجھے اس مسحور نے ایسا کھینچا کہ میں نے کئی ابواب پڑھ ڈالے اور ابھی اطمینان سے پھر پڑھنا چاہتا ہوں۔ (جناب نعیم صدیقی مدیر "ترجمان القرآن")
- توصیفی سند CERTIFICATE OF COMMENDATION (نیشنل بک کونسل پاکستان)

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد، پاکستان
فون نمبر (0923) 630611- 630237

Marfat.com

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
انبیاء کرام کی دعوت کے تین بنیادی مقاصد	۴	محبت کا جنون باقی نہیں ہے	۲۲
حرفِ آغاز از مصنف	۵	واعظ بے عمل	۲۳
مقدمہ از مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ	۷	مَیں تجھ سے ہوں یا رب طلبگار تیرا	۲۴
صہبائے شوق	۱۳	پختہ عمارتیں ...... مگر موت قریب تر	۲۴
سائے تا با اولیاء ایسی کتاب (از مولانا محمد عبدالمعبود)	۱۴	حضرتِ ابو ہریرہؓ کے پسندیدہ اشعار	۲۵
حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ	۱۵	گناہ سے بھی بڑھ کر گناہ	۲۵
	۱۵	خلق میں عزت اور محبت خالق سے تعلق پر موقوف ہے	۲۶
تین رات سے وہ تحفہ ہمیں نہیں ملا	۱۶	خدا کرے کہ ملے شیخ کو بھی یہ توفیق	۲۶
ہو نام محمد لبِ کیفی پہ الٰہی	۱۶	موت فنا نہیں انتقال ہے	۲۷
بر تو ارمان دلِ حزیں نکلا	۱۷	کتابتِ حدیث اور علمی انہماک	۲۸
دُنیا موت کے بغیر	۱۸	شوقِ مطالعہ اور ثمرات	۲۸
چار چیزیں نفس کا جوہر	۱۸	سلف صالحین کے حالات اور مؤثر حکایات	۲۹
علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزیؒ	۲۰	**حضرت خواجہ معین الدین حسن اینی سنجریؒ**	۳۰
بُجھی عشق کی آگ اندھیر ہے	۲۰	سلف صالحین	۳۰
جب وعظ و نصیحت میں اُجرت پر نظر ہو	۲۱	تین باتیں	۳۰
حضرت عمر فاروقؓ کی درخواست پر حضرت کعبؓ کا وعظ	۲۱	بدبختی کی علامت	۳۱

Marfat.com

عنوانات	صفحہ
نماز	۳۱
شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ	۳۳
تزکیۂ باطن کا اہتمام	۳۳
نصرتِ غیبی اور عنایتِ وہبی کام کر گئی	۳۴
امام ابنِ تیمیہؒ اور تفسیرِ قرآن	۳۴
صاحبِ کتاب کی طرف رجوع	۳۵
جب حلِ مغلقات کیلئے سربسجود ہوئے	۳۵
عالی ظرف	۳۵
ذوقِ تلاوتِ قرآن	۳۶
قرآنِ حکیم دل کی دھڑکن	۳۶
جب کاغذ اور قلم و دوات چھین لیے گئے	۳۷
کوئلہ سے لکھتے رہے	۳۷
پیکرِ تسلیم و رضا	۳۸
حدیث دانی	۳۹
گناہ کے ساتھ حافظہ نہیں رہتا	۳۹
علم کا دریا اور اسلام کا کتب خانہ	۳۹
تاریخ دانی	۴۰
تاریخ دانی کا ایک دلچسپ واقعہ	۴۰
ذہانت اور تبحرِ علمی کا ایک واقعہ	۴۱
جوہرِ اصلی انسان کو اقران میں ممتاز کر دیتا ہے	۴۲
امام ابنِ تیمیہؒ کے شب و روز	۴۳

عنوانات	صفحہ
زندگی بھر صرف ایک ہی مشغلہ رہا	۴۳
علم اُن کی غذا تھا	۴۴
اخلاص کا ثمرہ	۴۴
وہ ایک عارف باللہ تھے	۴۵
غلبۂ عبدیت اور ذوقِ استغفار	۴۵
دست بہ کار دل بہ یار	۴۶
کشکولِ گدائی	۴۶
حقیقی علم	۴۶
امام ابنِ تیمیہؒ کا ناشتہ	۴۷
سخاوت و ایثار	۴۷
دشمن سے حُسنِ سلوک	۴۸
ہر کہ مارا رنج دادہ راحتش بسیار بود	۴۹
ہزار کرامتوں سے بلند ہزار فضیلتوں سے بالاتر	۴۹
تجدیدِ اسلام / بے نفسی و عبدیت	۵۰
زندگی میں جنت کی بہاریں	۵۱
قرآنِ حکیم کا جامع اور دلنشیں طرزِ استدلال	۵۱
صحابۂ کرامؓ کامل ترین خلائق تھے	۵۲
شیخ الاسلامؒ کا نظریۂ منطق	۵۳
صحابۂ کرامؓ کی برکتیں	۵۳
حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ	۵۵
علمی و دینی اور اسلامی قیادت کا فقدان	۵۵

Marfat.com

عنوانات	صفحہ
اے لاالٰہ کے وارث	۵۶
مقامِ مراقبہ	۵۶
مقامِ مشاہدہ	۵۷
جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا	۵۷
حقیقت ذوقِ نظر	۵۸
بے فائدہ فکر و نظر کا محاسبہ	۵۹
سطحی لذت پسندی	۵۹
یقینِ کامل اور محبِ صادق کی ضرورت	۶۰
شیخ عبدالرحمٰن جامیؒ	۶۲
اللہ والے جب جاتے ہیں تو ایثار کرتے ہیں	۶۲
کامیاب زندگی کا ایک زریں اصول	۶۳
اللہ جب ناراض ہوتے ہیں	۶۳
اگر شبلیؒ اللہ اللہ نہ کرتے تو بغداد جلا دیا جاتا	۶۴
روحانی انقلاب کا آسان نسخہ	۶۵
حضرت مجدد الف ثانیؒ	۶۷
بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے	۶۷
بے علمی اور جہالت کی یلغار	۶۷
قیادت کا فقدان	۶۸
پھل دیکھ کر درخت یاد آیا	۶۸
حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ	۶۹
حضرتِ خواجہ کی توجہ و نظرِ عنایت	۶۹
بلی پر شفقت	۷۰
معذور سے ہمدردی	۷۰
ہندوستان کا خوبصورت طوطی	۷۰
خواب کی تعبیر	۷۱
روحانی توجہات کا نقد ثمرہ	۷۱
جہانگیر کے دربار میں حاضری	۷۲
گوالیار کے قلعہ میں	۷۲
اتباعِ سنت کی برکات	۷۳
اتباعِ سنت کا اہتمام	۷۳
اصل کارنامہ	۷۴
حجۃ بالغہ	۷۴
صحیح تربیت کا بنیادی لائحہ عمل	۷۵
تصوف اور طریقت کی حقیقت	۷۵
طریقت تابع و خادمِ شریعت ہے	۷۷
احکامِ شریعت پر عمل کی فضیلت	۷۷
دوپہر کا قیلولہ کروڑوں شب بیداریوں سے افضل ہے	۷۷
دوامِ ذکر	۷۷
بدعت دینِ الٰہی کے اندر شریعتِ انسانی کی تشکیل	۷۸
بدعتِ حسنہ بھی بدعت ہے	۷۸
شہباز کی ضرورت	۷۹
اکبر، جہانگیر اور شاہجہان	۸۰

Marfat.com

عنوانات	صفحہ
اورنگ زیب عالمگیرؒ	۸۰
اورنگ زیبؒ کی وصیت	۸۱
اورنگ زیب خادمِ اسلام	۸۱
شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ	۸۳
بندگی کے آسان راستے	۸۳
نعمتِ نفس کا شکریہ	۸۳
زبان کا محاسبہ	۸۴
اہلِ کمال کی صحبتیں	۸۵
قال کو چھوڑ کر مردِ حال بن جائیں	۸۶
قلب را با نورِ حق گلزار کن	۸۷
ایک دلچسپ علمی لطیفہ	۸۷
شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	۸۸
جب دریائے عشق کی موجیں متلاطم ہو جائیں	۸۸
قلبِ سلیم پیدا کر	۹۰
نفسِ امارہ کو ریاضت کی لگام	۹۱
ساقیانِ غیب کے ہاتھوں شرابِ محبت کے جام	۹۲
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	۹۵
شاہ ولی اللہ سے ملاقات ہو گئی	۹۵
حجۃ اللہ البالغہ اور ازالۃ الخفاء کے برکات	۹۶
اورنگزیب عالمگیرؒ	۹۶

عنوانات	صفحہ
اُمتِ مُسلمہ کی سعادت کا راز	۹۷
شاہ ولی اللہ اور حمیّتِ دینی	۹۷
شاہ صاحبؒ کے کمالات کا راز	۹۸
شاہ صاحبؒ کے والد کی تربیت کا نرالا انداز	۹۹
جامعیت	۹۹
علمِ حدیث کی اشاعت شاہ صاحبؒ کی زندگی کا مقصدِ اوّلین تھا	۱۰۰
علمِ حدیث کی تاریکی میں روشن چراغ	۱۰۱
علم کی حقیقت	۱۰۱
سعادت کے اصول	۱۰۳
خلافتِ راشدہ کا اثبات اصولِ دین میں ایک عظیم ہے	۱۰۴
انتشار کے زمانہ میں بھی علمی کام میں انہماک	۱۰۴
تمام مشکلات کا ایک ہی علاج	۱۰۶
اُمراء و ارکانِ دولت سے خطاب	۱۰۷
شاہ عبدالعزیز محدّث دہلویؒ	۱۰۸
علمِ دین نبوت کی میراث ہے	۱۰۹
ایک مسئلہ دین کا تمام دنیا کی دولت سے بہتر ہے	۱۰۹
ایک مسئلہ کا حل اور ایک سو مقبول حج	۱۱۰
ایک ایسا عمل جو سو غزوات سے افضل ہے	۱۱۰
جب علمِ حدیث کا ذوق غالب تھا	۱۱۱
صرف ایک قلم کے لیے ملکِ شام کا سفر	۱۱۱

Marfat.com

عنوانات	صفحہ
محدث حمیدی کے دو شعر	١١٢
تیری ہمت پر صد آفرین	١١٣
مجاہد کبیر حضرت سید احمد شہیدؒ	١١٥
دار العلوم حقانیہ	١١٥
دُعا، گریہ اور الحاح	١١٦
عبُودیت کا لُبِّ لباب	١١٦
دُعاء کا خصوصیت سے اہتمام	١١٧
تین خصوصیات	١١٨
ایمان واحتساب	١١٨
طریقۂ محمدیہ	١١٨
سب سے بڑی نعمت	١١٩
اِتباعِ سُنّت	١٢٠
زندگی کا سب سے بڑا امتیازی جوہر	١٢٠
ترکِ بدعت، تشریح و توضیح	١٢١
قبر معدوم اور مدفن نامعلوم	١٢١
محبت کی غالب نسبت	١٢٢
غلبۂ خوف وخشیتِ الٰہی	١٢٣
سوز دردمندی کی تصویر	١٢٤
خدمتِ خلق	١٢٥
ذوقِ عبادت	١٢٦
ماں کی گود	١٢٦

عنوانات	صفحہ
اللہ کا نام لیکر جاؤ مگر پیٹھ نہ پھیرنا	١٢٧
الامام الکبیر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ	١٢٨
تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیئے	١٢٨
اللہ کی گود میں	١٢٩
خدا کا ہاتھ	١٢٩
علم دین کا فیض بکثرت جاری ہوگا	١٣٠
مُرشد کی زبان	١٣٠
کمال باطن	١٣٠
عمدہ اخلاق اور خوش مزاج	١٣١
قاسم نانوتویؒ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ	١٣١
فنائیت	١٣٢
اتباعِ سُنّت کا اہتمام	١٣٢
والد کی شکایت اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا جواب	١٣٣
ادب اور احترامِ نبوت	١٣٣
عشقِ رسول	١٣٤
دُنیا نانوتویؒ کے جُوتوں میں	١٣٦
حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانویؒ	١٣٩
تاریخ کے مناظر اور مختلف کردار	١٣٩
جب خود شناسی ایک جُرم ہو	١٣٩
آدم بننا بڑا دشوار ہے	١٤١

Marfat.com

عنوانات	صفحہ
مجالس حکیم الامت	۱۴۳
پہلے آدمی بنو	۱۴۳
تقریر میں تاثیر غالب تھی	۱۴۴
جذبۂ پیرِ مغاں	۱۴۴
اور جب تھوڑا سا اخلاص بھی ہوگا	۱۴۵
حکیم الامت کا ادنیٰ تقویٰ	۱۴۶
تصوف کا اصل مقصد اعمالِ باطنہ کی اصلاح ہے	۱۴۷
جگر مرحوم کی کایا پلٹ گئی	۱۴۷
تین کتابوں کے مطالعہ نے سب کچھ سے بے نیاز کر دیا	۱۴۸
دِلے دارم	۱۴۹
کہ آقا! تیرے لیے جیل کی چکیوں کو پیسا ہے	۱۵۰
فتنۂ کم علمی و فتویٰ نویسی	۱۵۱
حضرت امیرِ معاویہؓ	۱۵۲
مختصر کلمۂ حکمت	۱۵۳
حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ	۱۵۳
حضرت شیخ الہندؒ کی مہمان نوازی	۱۵۳
حضرت مجددؒ کے احترامِ علم کا حیرت انگیز واقعہ	۱۵۴
سب کچھ اساتذہ کی توجہ اور دعا سے حاصل ہوا	۱۵۵
حضرت مولانا محمد الیاسؒ بانی تبلیغی جماعت	۱۵۷
علماء کو اقتدار کیوں حاصل نہیں ہوتا	۱۵۷
ذکر اللہ کی حقیقت	۱۵۸
راہِ خدا میں جب مصیبت آئے	۱۵۸
کام کرو کام	۱۵۹
دُعاء	۱۵۹
علم و عمل اور ذکر	۱۶۰
جب مہمان میزبان کو تکلیف پہنچائے	۱۶۱
تبلیغی کارکنوں کے تین طبقوں میں تین مقاصد	۱۶۲
ایمان کی تحریک	۱۶۲
دین کی قدر و منزلت	۱۶۲
حضورؐ اور صحابہؓ کی راہ جانبازی اور جانسپاری تھی	۱۶۳
ایک انقلاب آفریں ارشاد	۱۶۳
اجتماعی جد و جہد کی ضرورت	۱۶۳
امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ	۱۶۴
علم و مطالعہ اور وسعتِ نظر	۱۶۵
اکابر علماء دیوبند کے علوم و معارف	۱۶۵
حضرت سندھیؒ کا قبولِ اسلام	۱۶۶
اہلِ علم کا فریضہ	۱۶۶
قرآن کے پروگرام کے مقابلے میں مولانا سندھیؒ کسی پروگرام کو نہیں مانتے	۱۶۷
کامل توکل	۱۶۷
شیخ الہندؒ کی وصیت عزم راسخ	۱۶۸
سنبھلو، ورنہ مٹا دیئے جاؤ گے	۱۶۸

Marfat.com

عنوانات	صفحہ
حقیقی انقلاب	۱۶۹
شیخ الہندؒ کی وصیت	۱۶۹
الجہاد الجہاد	۱۶۹
اسلامی انقلاب کی بنیاد علم وعدل پر ہے	۱۷۰
مسلمانوں کے انحطاط وزوال کے اسباب اور علاج	۱۷۰
اسلام کا شاندار مستقبل	۱۷۰
اگر دنیا میں زندہ رہنا ہے تو…	۱۷۱
امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ	۱۷۲
انور شاہؒ کے چہرے پر اسلام برستا نظر آتا ہے	۱۷۲
علمی انہماک	۱۷۳
بیس ۲۰ روز میں فتح الباری مکمل دیکھ لی	۱۷۴
۳۲ سال قبل کی ایک حیرت انگیز مطالعاتی یادداشت	۱۷۵
عالی ظرفی	۱۷۶
حافظ ابن حجرؒ کی زیادتیوں کا جواب دفاع ہے	۱۷۶
صرف امام ابو حنیفہؒ کا مقلد ہوں	۱۷۷
تواتر کی چار قسمیں	۱۷۷
مذہبی تنظیم کے قیام کے مقاصد	۱۷۹
سود کی مثال جذام کے مرض جیسی ہے	۱۷۹
انور شاہؒ کا مسلمان ہونا اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے	۱۸۰
عمل کے لیے حنفیت کافی ہے	۱۸۱
آخری وصیت	۱۸۲

عنوانات	صفحہ
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ	۱۸۳
خانقاہی نظام	۱۸۳
درسِ نظامی کا آخری نمونہ	۱۸۴
ایک جامع الکمالات شخصیت	۱۸۴
دیندار ماحول اور ہونہار زکریا	۱۸۵
یکسوئی اور ذوقِ مطالعہ	۱۸۶
باطنی ترقیات میں کامیابی کی راہ	۱۸۶
خود کو تصنیف وتالیف کیلئے وقف کر دیا	۱۸۷
صحبت اور خدمتِ شیخ	۱۸۷
مجھ کو جینا ہی نہیں بندۂ احساں ہو کر	۱۸۸
شیخ کا کتب خانہ	۱۸۸
تصویر پر نکیر	۱۸۹
تمام فتنوں کا ایک علاج	۱۸۹
اخلاص وللہیت اور حرارتِ باطنی کی ضرورت	۱۹۰
میرے بڑوں کے دو باغ	۱۹۰
تصوف کی حقیقت ولُبِ لباب	۱۹۱
تیرا ہر سانس نخلِ موسوی ہے	۱۹۲
حضرت عمرؓ اونٹ کی نکیل تھامے ہوئے	۱۹۲
ایک ایمان افروز واقعہ	۱۹۳
شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ	۱۹۵
شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے [illegible]	۱۹۵

Marfat.com

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
رہبرِ کارواں	۱۹۶	نبوت کے بہترین گواہ	۲۰۹
استقامت وعزیمت	۱۹۷	کھاتے پیتے رہو روزہ نہیں ٹوٹے گا	۲۰۹
ہمتِ مردانہ کا عملی شاہکار	۱۹۷	بشریتِ رسولؐ	۲۱۰
شیخ الہندؒ کا عکسِ جمیل	۱۹۷	ناقص سوال کا شگفتہ جواب	۲۱۰
سیاسی شیخ با کتاب وسنت کی درسگاہ	۱۹۸	پیکرِ حکمت وظرافت	۲۱۱
مدارِ نجات نسبت نہیں عمل ہے	۱۹۹	جب کوئی مقصد ہو تو کتا اور انسان برابر ہیں	۲۱۱
ابتلاء اور آزمائش کیوں؟	۱۹۹	ایک حرفِ آرزو اور ایک تمنا	۲۱۱
عارف اور وہبیت	۲۰۰	ختمِ نبوت کی حفاظت	۲۱۲
عشاء کے بعد کسی وقت بھی نفل پڑھ لینا تہجد ہے	۲۰۰	دولت انسان کی خادم ہے مخدوم نہیں	۲۱۲
جو بلند مرتبہ چاہتے ہیں وہ راتوں کو جاگتے ہیں	۲۰۱	شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ	۲۱۴
وہ ایک عظیم انسان تھے	۲۰۲	من کی دنیا	۲۱۴
خدمتِ خلق	۲۰۲	باطن کی دنیا	۲۱۵
صاحبِ جمال درویش کا جلال	۲۰۲	اتباعِ سنت اور احترامِ شریعت کا التزام	۲۱۵
شیخ مدنیؒ کا سراپا مولانا دریابادی کے قلم سے	۲۰۳	فیض وتاثیر کے اسباب	۲۱۶
یہ حضور کی بندہ نوازی ہے جو سمجھ سے باہر ہے	۲۰۴	گورنر کا کھانا ٹھکرا دیا	۲۱۸
میرے والدین کے نکاح کے گواہ زندہ ہیں	۲۰۵	جب اللہ کا دروازہ کھٹکھٹایا	۲۱۸
عظمت کا راز	۲۰۶	استغناء کی تلوار	۲۱۹
اخلاص	۲۰۶	موت کے لیے تیار	۲۱۹
امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ	۲۰۷	محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ	۲۲۱
تذکرہ اپنے استاذ کا	۲۰۷	اسلام کی فریاد	۲۲۱
حالِ ہم نشین	۲۰۸		

Marfat.com

عنوانات	صفحہ
خدمتِ شیخ، عقیدت اور وابستگی	۲۲۲
شادی کا دلچسپ واقعہ	۲۲۳
ذوقِ تحقیق اور شوقِ مطالعہ	۲۲۴
زمانۂ طالب علمی میں حیرت انگیز اشتیاقِ مطالعہ	۲۲۵
دینی مدرسہ دُنیا یا آخرت کا عذاب	۲۲۵
فکرِ اُمت اور محاسبۂ نفس	۲۲۶
عشقِ رسولؐ	۲۲۷
اخلاص وللّٰہیت	۲۲۸
قائدِ ملّت حضرت مولانا مفتی محمودؒ	۲۲۹
عزم وہمت کے جذبات کی انگیخت	۲۲۹
سب سے پہلی ملاقات	۲۲۹
دینی تعلیم کا رُجحان	۲۳۰
ایک درویش خدامست	۲۳۰
حضرت مفتی صاحبؒ کی ہمت آفرینی واصاغر نوازی	۲۳۱
نوحۂ غم بوفات حضرت مفتی اعظمؒ	۲۳۲
ایک منفرد واقعہ	۲۳۳
اقتدار جوتے کی نوک پر	۲۳۴
وزیر اعظم کا مقابلہ کرنے والے قومی اتحاد کے سربراہ کے پاس اپنی جیب بھی نہیں	۲۳۴

عنوانات	صفحہ
خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے	۲۳۴
خدا کا کلام اور تیغِ بے نیام	۲۳۵
قائدِ شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ	۲۳۶
نسخۂ اکسیر	۲۳۷
شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ تاریخ دعوت وعزیمت کی زرین کڑی	۲۳۷
ایک حرفِ آرزو	۲۳۸
ناظمِ حقانیہ کے نام پہلا خط	۲۳۹
ہم نے دیکھا تھا اک فنا فی اللہ	۲۳۹
ان کے جان نثار ہم بھی ہیں	۲۴۰
علم وعمل کے سانچوں میں	۲۴۰
حضرت شیخؒ کی دُعا	۲۴۲
ہر شب شبِ قدر ہر روز روزِ عید	۲۴۲
وسعتِ ظرف	۲۴۲
مولانا عبدالحقؒ ایک تحریک	۲۴۳
دن کو سوز وگداز راتوں کو راز ونیاز	۲۴۴
عالی ہمتی	۲۴۴
نعم الخلف نعم السلف	۲۴۵
ضبطِ مجالس کا اہتمام	۲۴۵

Marfat.com

عنوانات	صفحہ
اے لقائے تو جواب ہر سوال	۲۴۶
شیخ مدنیؒ سے عشق	۲۴۶
مجالس کی کیفیت	۲۴۷
صحبتے با اہلِ حق	۲۴۷
صحبتے یار آخر شد	۲۴۸
ایک صدمۂ جانکاہ	۲۴۸
دل اور اہلِ دل پر کیا گزری؟	۲۴۹
ان کی نظروں کی کوئی بات نہ پوچھ	۲۴۹
ایک نیم باز نگاہِ شفقت	۲۵۰
جوانی پر ندامت	۲۵۰
ایمان آفریں کیفیات	۲۵۱
مخدوم نہیں خادم	۲۵۱
دلجوئی	۲۵۲

عنوانات	صفحہ
آخری ملاقات کے لیے روانگی	۲۵۲
ایک فرشتہ جو آسمان سے اُتر آیا ہے	۲۵۳
ہر صفحہ نورانی ہر ورق زرّیں	۲۵۳
صوابی کا دورہ	۲۵۴
وزیرِ اعلیٰ سرحد درِ دولت پر	۲۵۵
نفاذِ شریعت اور جہادِ افغانستان	۲۵۵
نمازِ مغرب	۲۵۶
ڈاکٹروں کو ہدایات	۲۵۶
قسمت پلٹی اور اب حاضری کی رُت بدل گئی	۲۵۷
تسکینِ قلب کا سامان	۲۵۷
آخری آرام گاہ	۲۵۸
ہیبت وجلال اور اُنس وجمال	۲۵۸

Marfat.com

مولانا عبدالقیوم حقانی کی سب سے پہلی تصنیف

دفاع امام ابوحنیفہ رح

مشائخ، علماء اور دانشوروں کی نظر میں

○ فقہ و قانون، ائمہ احناف کے خدمات انکے علوم و معارف اور شاندار کامیابیوں کا ایک دائرۃ المعارف ہے۔ (شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح)

○ بلاشبہ یہ کتاب اپنے موضوع پر جامع، مستند، قابلِ قدر اور کتابیات کی دنیا میں قابلِ ذکر اضافہ ہے۔ (مولانا حبیب الرحمٰن دیوبند)

○ ایک تحقیقی تصنیف، ایک علمی اور تاریخی شاہکار۔ (مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ)

○ دفاع امام ابوحنیفہ رح اپنی مثال آپ ہے۔ (شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید)

○ اس قدر عمیق اور جامع کتاب اس گنہگار نے اس موضوع پر آج تک نہیں دیکھی۔ (حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی)

○ سوادِ اعظم احناف کے لیے گرانقدر علمی سوغات۔ (شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جان ایم این اے)

○ ہر اعتبار سے کامل و مکمل ہے۔ (مولانا محمد یوسف لدھیانوی)

○ اپنی جامعیت، افادیت اور اہمیت کے ساتھ وقت کی ضرورت۔ (مولانا محمد ازہر مدیر "الخیر" ملتان)

○ موجودہ کشمکش اور تذبذب کی فضا میں نفاذِ شریعت کیلئے کام کرنے والوں کو اس کتاب سے بھرپور راہنمائی مل سکتی ہے۔ (حکیم محمد سعید چیئرمین ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی)

○ بحث و تحقیق کے انمول موتی ادبیت کے شہ پاروں میں ڈھل کر علمی ذوق پر بہاروں کی طرح چھا جاتے ہیں۔ (مولانا مفتی غلام الرحمٰن)

○ مایہ ناز علمی کاوش، تحقیقی دستاویز اور فقید المثال تصنیف ہے۔ (مولانا محمد عبدالمعبود)

○ عامۃ المسلمین بالخصوص احناف کے لیے عظیم علمی تحفہ ہے۔ (مولانا محمد صادق مغل)

○ مولانا حقانی نے دفاع لکھ کر اپنے بساط بھر سے بہت بڑا اور فائق کام انجام دیا ہے۔ (مولانا مفتی سیف اللہ)

○ احناف پر احسان ہے اور فرض کفایہ ادا کر دیا ہے۔ (مولانا عبداللطیف جہلمی خلیفہ مجاز حضرت لاہوری رح)

○ عظیم کارنامہ، قابلِ ستائش و لائق آفرین اور جاذب القلوب ہے۔ (شیخ الحدیث مولانا محمد احمد ایم این اے)

(0923) 630611- 630237

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خصائل اور شمائل نبوی ﷺ
پر
مولانا عبدالقیوم حقانی
کی علمی اور عظیم تاریخی کاوشیں

شرح شمائل ترمذی (تین جلد مکمل)
صفحات: ۱۶۰۸...... قیمت: ۷۵۰ روپے

جمالِ محمد ﷺ کا دلربا منظر
صفحات : ۲۰۶ ...... قیمت : ۹۹ روپے

روئے زیبا ﷺ کی تابانیاں
صفحات : ۱۵۶ ...... قیمت : ۹۹ روپے

ماہتابِ نبوت ﷺ کی ضوافشانیاں
صفحات : ۲۱۰ ...... قیمت : ۹۹ روپے

آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیاء پاشیاں
صفحات : ۲۰۲ ...... قیمت : ۹۹ روپے

محبوبِ خدا ﷺ کی دلربا ادائیں
صفحات : ۱۹۷ ...... قیمت : ۹۹ روپے

محبوبِ خدا ﷺ کی عبادت و اعتدال
صفحات : ۱۸۷ ...... قیمت : ۹۹ روپے

خصائلِ نبوی ﷺ کا دلآویز منظر
صفحات : ۱۶۶ ...... قیمت : ۹۹ روپے

شمائلِ نبوی ﷺ کا ایمان افروز مرقع
صفحات : ۱۵۳ ...... قیمت : ۹۹ روپے

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ
برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان
Ph:0923-630237 --Mob:0333-9102770

Marfat.com

Marfat.com

حقانی پرنٹرز
مکتبہ رشیدیہ اکوڑہ خٹک

0345-9055861

Marfat.com